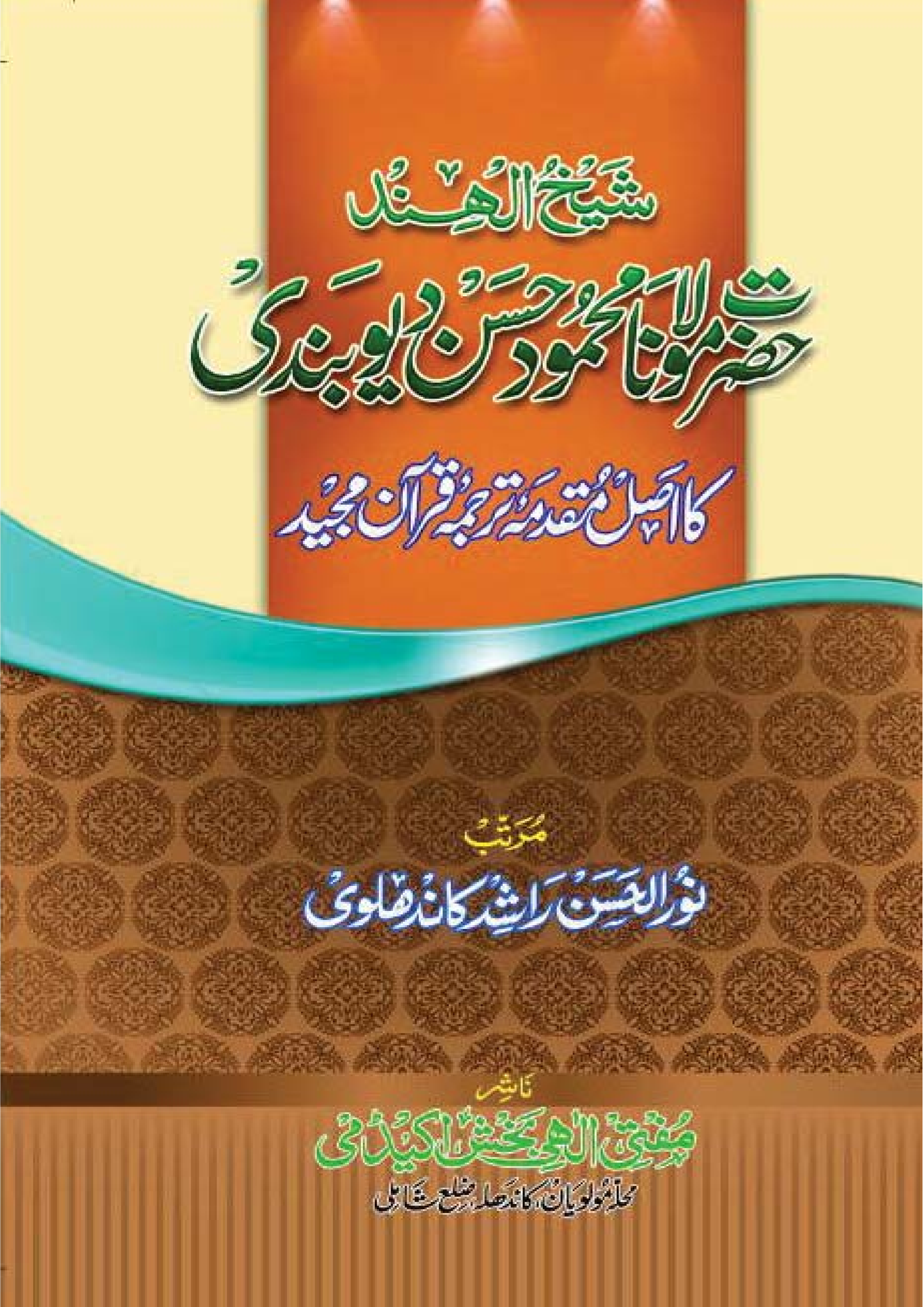

شیخ الہند
حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی
کا اصل مقدمہ ترجمہ قرآن مجید
مرتب
نور الحسن راشد کاندھلوی
ناشر
مفتی الٰہی بخش اکیڈمی
محلہ مولویان، کاندھلہ ضلع شاملی

شیخ الہند

حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی

کا اصل مقدمہ ترجمہ قرآن مجید

جو

شیخ الہند کی حیات میں چھپنے کے لئے چلا گیا تھا، بعد میں اس کی اشاعت مکمل ہوئی،
جس کے نسخے اور تذکرہ معدوم و مفقود ہے۔
اصل مقدمہ کا متن اور مقدمہ کی بعد کی معروف اشاعت سے
اصل متن کا مقابلہ، اختلافات اور متعلقات
نیز ترجمہ شیخ الہند کی سب سے پہلی اشاعت کے، وہ ضروری مضامین و مندرجات
جو بعد کی اشاعتوں میں شامل نہیں

مرتب

نور الحسن راشد کاندھلوی

ناشر

مفتی الٰہی بخش اکیڈمی

مولویان، کاندھلہ، ضلع شاملی۔ یوپی۔ انڈیا

[سلسلۂ مطبوعات حضرت مفتی الٰہی بخشؒ اکیڈمی، کاندھلہ]

شیخ الہند، حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی کا اصل مقدمۂ ترجمۂ قرآن مجید

تالیف لطیف: شیخ الہند، حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی کا اصل مقدمۂ ترجمۂ قرآن مجید

مرتب: نورالحسن راشد کاندھلوی

کل صفحات: [۲۵۲]

طابع: مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ

طباعت: ربیع الاول ۱۴۳۷ھ۔ جنوری ۲۰۱۶ء

کمپوزنگ: شہاب الدین قاسمی 09027397611

مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ

مطبع: اے۔ کے آفسٹ پرنٹرس، دہلی

تعداد: گیارہ سو [۱۱۰۰]

قیمت: دوسو روپیہ [۲۰۰]

MUFTI ELAHI BAKHSH ACADEMY

Moulviyan, Kandhla,Distt.Shamli(Muzaffar Nagar)

(U.P)India.247775 Ph.9358667219

Email:muftielahibakhshacademy@gmail.com

فہرست مندرجات

شیخ الہند

حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی

کا اصل مقدمۂ ترجمۂ قرآن مجید



عرض مرتب

نورالحسن راشد کاندھلوی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

کتابوں کی دنیا، بہت وسیع اور نہایت عجیب وغریب ہے، اس کے موضوعات وعناوین، اس کے مصنفین، ان کی تصانیف اوران کی اکثر کتابیں، ہراک میں نہایت وسعت وگہرائی بھی ہے اور ندرت ولطافت بھی! بعض مصنفین اور کتابیں گویا لاثانی شمار کی جاتی ہیں، گزرتے وقت کے ساتھ، ان کی افادیت، معنویت، اور شہرت ومقبولیت بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک ہوتا ہے کہ ان کتابوں سے استفادہ، علم واعتبار کی علامت بن جاتی ہیں، اردو دنیا کی ایسی ہی چند معتبر ومنتخب کتابوں میں سے، ایک نہایت بابرکت اور پرتاثیر تحفہ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی [وفات: ۱۸/ربیع الاول ۱۳۳۹ھ۔۲۰/نومبر ۱۹۲۰ء] کا ترجمہ قرآن مجید موضح الفرقان بھی ہے، اس ترجمہ کی افادیت سے قرآنیات کے کسی بھی طالب علم کو، ذرا بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ اس ترجمہ کے ساتھ ایک مفصل مقدمہ بھی، اس ترجمہ کی پہلی اشاعت [بجنور: ۱۳۴۴ھ] سے، آج تک مسلسل متواتر چھپ رہا ہے، اگرچہ اس پر کہیں شیخ الہند کا نام درج نہیں، مگر اس کو مقدمہ شیخ الہند سمجھا جاتا ہے، لیکن دستیاب شواہد وقرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقدمہ شیخ الہند کی تالیف نہیں ہے۔

حضرت شیخ الہند نے اپنے ترجمہ قرآن مجید کے لئے، جو مقدمہ لکھا تھا، وہ شیخ الہند کی حیات میں چھپنے کے لئے چلا گیا تھا، شیخ کی وفات کے بعد پریس آیا، لیکن یہ اصل مقدمہ شیخ الہند

کے ترجمہ کے ساتھ کبھی شائع نہیں ہوا، ترجمہ کے ساتھ جو مقدمہ چھپتا ہے، وہ ایک الگ تالیف ہے، اس کو مقدمہ تالیف شیخ الہند سے کسی قدر مناسبت تو ہے، لیکن یہ اشاعت، اصل مقدمہ سے مقاصد و مطالب اور الفاظ و عبارات دونوں میں خاصی مختلف ہے، مگر ترجمۂ شیخ الہند کے ساتھ شامل یہی مقدمہ، شیخ الہند کی اہم یادگار کے طور پر پڑھا جاتا ہے اور ہر وقت اس سے کثرت سے رجوع کیا جاتا ہے مگر جو اصل مقدمہ، شیخ الہند کی تالیف ہے، اس کا تذکرہ بھی نہیں آتا اور میری معلومات کی حد تک، شیخ الہند پر لکھنے والے علماء اور اہل قلم نے اس کا، شیخ الہند کے علمی آثار و باقیات میں تذکرہ بھی نہیں کیا۔

راقم سطور کو مقدمہ شیخ الہند کے اصل متن یا اولین طباعت کا ایک نسخہ دستیاب ہوا، تو جی چاہا کہ اس نادر سوغات کو اہل علم اور قدر دانان، علوم شیخ الہند کی خدمت میں تحفہ علمیہ کے طور پر پیش کیا جائے، زیر نظر کتاب یا اشاعت اسی خیال کی عملی صورت ہے۔

اصل مقدمہ کی پہلی طباعت کا جوں کا توں عکس، مقدمہ کی معروف طباعت کی نقل، دونوں نسخوں کے اختلافات کا گوشوارہ اور ترجمہ شیخ الہند کی پہلی طباعت [بجنور: ۱۳۴۴ھ] کے وہ مضامین و مندرجات، جو بعد کی اشاعتوں میں شامل نہیں، اس مقدمہ کے ساتھ شائع کئے جا رہے ہیں۔

دعا ہے کہ اس سے دینی نفع ہو، شیخ الہند کی روح اس دریافت اور اشاعت سے خوش ہو، اور یہ کاوش بارگاہ الٰہی میں قبول ہو۔

نور الحسن راشد کاندھلوی
مفتی الٰہی بخش اکیڈمی۔ کاندھلہ
شاملی (مظفرنگر) یوپی

۲۳/ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ
۹/ اکتوبر ۲۰۱۵ء

مفصل فہرست مضامین

شیخ الہند کے مقدمۂ ترجمۂ قرآن مجید کے

دو علیحدہ متن، یا دو مطبوعہ نسخے اور ان کے اختلافات

ترجمۂ شیخ الہند کی تالیف میں، شریک عمل علمائے کرام، پہلی طباعت،

مولوی مجید حسن کی افادات شیخ الہند کی تکمیل کے لئے کوششیں، حاشیوں کے مرتبین

اور متعلقہ چند معلومات

نور الحسن راشد کاندھلوی

اردو زبان میں قرآن کریم کے جو ترجمے سب سے زیادہ چھپتے اور پڑھے جاتے ہیں، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن [ولادت: ۱۲۶۸ھ، ۱۸۵۱ء۔ وفات: ۱۸ / ربیع الاول ۱۳۳۹ھ، ۳ / نومبر ۱۹۲۰ء] کا ترجمہ قرآن کریم [موضح فرقان] نیز اسکے افادات اور حاشیے، مرتبہ علامہ شبیر احمد عثمانی [ولادت: تقریبا ۱۳۰۵ھ، وفات: ۲۲ / صفر ۱۳۶۹ھ، ۱۳ / دسمبر ۱۹۴۹ء] کثرت طباعت واستفادہ میں غالباً سب سے بڑھ کر ہیں۔ یہ ترجمہ گذشتہ نوے سال [پہلی طباعت ۱۳۴۲ھ، ۱۹۲۳ء] سے موجودہ دور تک، کتنی مرتبہ چھپا، اس کا حساب بلکہ اندازہ کرنا بھی آسان نہیں، مگر ہمارے یہاں جس طرح اور متعدد بڑی، نہایت مفید اور مقبول عام، علمی دینی خدمات، [قرآن مجید، تفسیر، حدیث وغیرہ کی اہم ترین کتابوں] کے لئے جیسا چل رہا ہے، چلنے دو، ہونے دو، رہنے دو، کی روایت عام ہے۔ بنیادی اصولی فنی متون کی طباعتوں اور انکی درستگی متن کا کچھ اہتمام، یا اس کے لئے دیرپا قابل عمل منصوبہ کی تشکیل، کثرت سے چھپنے اور متواتر مطالعہ واستفادہ میں رہنے والی کتابوں پر، علمی تحقیقی تنقیدی نظر کا، شاید خیال ہی نہیں آتا، بار بار تصحیح اور علمی

نظر کا تو معمول ہی ختم ہوگیا، حال آں کہ اہم ترین فنی مراجع بھی، بار بار اہل علم، اہل نظر کی توجہ چاہتے ہیں، کہ ان میں جو غلطی در آئی ہو، جو سہو کتابت ہوگیا ہو اور ایک ہی کتاب کی مختلف مطابع اور اداروں سے متواتر چھپائی کی وجہ سے، ان میں جو تغیر آ گیا ہو، فروگذاشتیں ہوگئی ہوں، ان کی بروقت تصحیح کا انتظام ہو، قدیم معتبر و معتمد اور صحیح ترین مطبوعہ نسخوں سے ان کا مقابلہ اور اپنی ضرورت کے علاوہ، اپنے شاگردوں، خصوصاً ایسے نئے مدرسین کے لئے [جو درسی کتابوں کی کتابت وطباعت کی کمزوریوں کو نہیں سمجھتے اور ان کی وجہ سے راہ سے بے راہ ہوتے رہتے ہیں] علمی درسی متون کی تحقیق بلاشبہ نہایت ضروری ہے، لیکن برصغیر کے ایک دو بڑے اداروں یا ناشرین کے علاوہ، جو اپنی تجارتی ضرورتوں سے چند کتابوں کی تصحیح ومقابلہ کے کام پر کچھ توجہ رکھتے ہیں، عموما ہمارے علمی حلقوں کا اس سے کچھ لینا دینا نہیں، کہ ان کتابوں میں کیا ہو رہا ہے، مصنف کے الفاظ کیا تھے، کیا بن گئے ہیں، کون کون سی عبارتیں یا عنوانات، کہاں سے کہاں پہنچ گئے، کہاں سے کس قدر عبارت ساقط ہوگئی، کونسے الفاظ کم ہوگئے ہیں، یا بڑھا دیئے گئے، یہ غلطی کس سے سرزد ہوئی، کسی بھی بات کی تحقیق وتلاش کجا، اس کی طرف ذرا سی توجہ بھی نہیں ہے، حال آں کہ یہ کام تمام دینی تعلیمی اداروں، ملت کے دینی علمی مستقبل کی تعمیر، عالی شان ملی ورثہ کی حفاظت اور اس کو آئندہ نسلوں تک، صحیح حالت میں پہنچانے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اگر ہمارے بڑے علمائے کرام اور بڑے دینی تعلیمی ادارے، اس مقصد کے لئے ایک منصوبہ بنا کر، ایک بڑا بجٹ مقرر کر کے، نوجوانوں، ذی استعداد فارغین کو، اس مبارک اور ضروری کام پر لگائیں، تو ان شاء اللہ تعالیٰ علم کا ایک نیا چمنستان آباد ہوسکتا ہے۔

اس قسم کی کتابوں میں ممتاز درسیات ومراجع کے علاوہ، قرآن کریم کے اہم ترین ترجمے اور وہ دینی کتابیں بھی شامل ہوسکتی ہیں، جن سے ہمہ وقت رجوع اور استفادہ کیا جاتا ہے، مگر کثرت طباعت کی وجہ سے ان میں کثیر اغلاط اور تصحیف متن در آئی ہے، لیکن اکثر پڑھنے

والوں کو یہ معلوم ہی نہیں، کہ جو اشاعت ہمارے سامنے ہے، وہ اعتبار و استناد کے لحاظ سے کس درجہ کی ہے، اس پر پورا اعتماد کیا جا سکتا ہے یا نہیں، اس کے کسی پہلو کی تحقیق، تصحیح و مراجعت ضروری ہے، یا نہیں۔

ایسی ہی چند قابل توجہ دستاویزی نوعیت اور عام استفادہ کی نہایت ضروری چیزوں میں سے ایک، شیخ الہند، حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کے ترجمۂ قرآن کریم "موضح فرقان" کا مقدمہ بھی شامل ہے۔

یہ مقدمہ ترجمۂ شیخ الہند کی پہلی طباعت مدینہ پریس بجنور: ۱۳۴۴ھ [۱۹۲۳ء] سے اس وقت تک، ترجمہ شیخ الہند کی تمام اشاعتوں کے ساتھ شامل ہے [ترجمہ شیخ الہند کی غالباً تین، چار اشاعتیں ایسی بھی ہیں جن میں یہ مقدمہ شامل نہیں] مگر راقم سطور کی معلومات میں آج تک یہ مقدمہ، اس کے علمی فنی گوشے، اس کے اہم مندرجات، کسی فاضل کی توجہ کا محور نہیں بنے اور اس مقدمہ پر کوئی مفصل تحریر، تجزیہ اور تنقیح بھی سامنے نہیں آئی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ یہ مقدمہ جو حضرت شیخ الہند کی اس عظیم خدمت کی روح اور اس ترجمہ میں شیخ الہند کے مقاصد کا ترجمان، ترجمہ قرآن کریم میں شیخ الہند کے اصولوں، اس سے پہلے اردو ترجموں میں ترمیم و اصلاح کی ضرورت پر شیخ کے نظریات اور قدیم اردو ترجموں کی بعض تعبیرات میں ترمیم اور اہل زمانہ کے لئے قرآن شریف کے مطالب و مفہوم کو آسان کرنے اور ہر ایک تک قرآن کریم کا پیام پہنچانے کی اس تدبیر کا پس منظر کیا ہے؟ اس ترجمہ شیخ الہند کی کیا خصوصیات و امتیازات ہیں؟ اس مقدمہ میں ان سب کا تذکرہ اور نہایت قیمتی، چشم کشا بحثیں ہیں، بعض اور مباحث پر اہم اشارات، اور تبصرے ہیں۔

مگر جب آج تک کسی نے اس پر، بھی غور نہیں فرمایا کہ حضرت شیخ الہند سے منسوب یہ گراں بہا، گراں قدر مقدمہ، جب حضرت شیخ الہند کی حیات [۱۳۳۹ھ] میں شائع ہونے کے لئے، پریس جا چکا تھا اور شیخ کی وفات کے فوراً بعد، چھپ کر پریس سے آ گیا تھا، تو اس پہلی

اشاعت کے متن سے معروف ومطبوعہ مقدمہ کا متن، کیوں بہت مختلف ہے، بعد کی معروف اشاعت میں اوراس مقدمہ کے مشتملات میں فرق کیوں ہے؟ بعد کی طباعتوں میں کثیر ترمیمات واضافات اور تغیرات ہیں، اس دوسری اشاعت یا مقدمہ کے متعلق کیا رائے قائم کی جائے، یہ ترمیمیں واضافے کس نے اور کس وقت کیئے ہیں؟ اسکے متعلق اہل علم کی کیا رائے اور فیصلہ ہے؟ نیز ان دونوں میں سے کس اشاعت کو اصل ومعتمد سمجھا جائے: کس کو متاخر اور ثانوی قرار دیا جائے؟ یہ سوال بھی جواب چاہتا ہے کہ کیا یہ ترمیمات واضافات، شیخ الہند کی ہدایت کے مطابق، ان کی سرپرستی میں، یاان کی زندگی میں ہوئے؟ یا شیخ کے علم واطلاع کے بغیر اوران کی وفات کے بعد، وجود میں آئے؟ اگر ایسا ہے تو اس کثیر حذف واضافے کے بعد، اس مقدمہ کا شیخ الہند سے انتساب، کس حد تک معتبر اور علمی روایات کے مطابق ہوگا؟ مگر آج تک اس پراس حیثیت سے توجہ نہیں کی گئی، بلکہ ابھی تک تو خود اصل ترجمہ کے بعض متعلقات بھی، فاضلین کی توجہ کے منتظر اور تشنہ تحقیق ہیں۔ ترجمہ شیخ الہند کے بعد اردو میں قرآن مجید کے جو ترجمے ہوئے، ان پر ترجمۂ شیخ الہند نے، کس طرح کے اور کیا کیا اثرات قائم کیئے؟ اس کے کیا کیا منافع اور ثمرات ظاہر ہوئے؟ اوراس ترجمہ کے بعد سے، عصر حاضر تک، خوداس ترجمہ میں کن اصلاحات کی ضرورت محسوس ہورہی ہے؟ میری ناچیز معلومات میں ان موضوعات وعنوانات کے کسی گوشہ پر بھی، مفصل مقالہ یا کتاب تو کیا، شاید اچھا مضمون بھی نہیں لکھا گیا۔

موضح فرقان [ترجمہ شیخ الہند] کے معروف ومتداول نسخوں کا، حضرت مترجم کے اصل نسخہ، یا کم سے کم سب سے پہلی طباعت سے، حرفاحرفا مقابلہ اور ترجمہ شیخ الہند کی ایک نئی صحیح ومستند نسخہ کی طباعت کا التزام اوراس ترجمہ کی خصوصیات ومتعلقات کا مفصل جائزہ، اہل علم ونظر کی ایک معتبر جماعت کی توجہ اور خاصا وقت چاہتا ہے، اس بڑی خدمت کی جانب توجہ دلانے اور انگلی کٹا کر شہیدوں میں داخل ہونے کے خیال سے، یہاں صرف مقدمہ ترجمۂ شیخ الہند کے متعلق، چند ابتدائی

معروضات پیش کی جائیں گی، مقدمہ ترجمہ شیخ الہند کے قدیم وجدید طباعتوں کے متون میں، بنیادی اختلافات کی تفصیل اوراس کے بعض متعلقات کی معلومات پیش کرنے سے پہلے، ضروری ہے کہ ترجمہ شیخ الہند یعنی موضح فرقان، کی تالیف، اس کی طباعت، اس کے حواشی کی ترتیب وتالیف اوران کی مکمل اشاعت کے متعلق، بعض گوشے واضح کردیئے جائیں۔ کیوں کہ یہ معلومات واطلاعات بھی آج تک کہیں یک جانہیں کی گئی ہیں، اس لئے ان کا یک جا مطالعہ ترجمہ شیخ الہند کے کئی عنوانات کونمایاں کرے گا، اس کے مطالعہ سے اہل علم وکمال کی نگاہیں مزید گوشوں کوآشکارافرمائیں گیں۔انشاءاللہ تعالیٰ![1]

شیخ الہند کا ترجمہ قرآن، پس منظر: برصغیر ہند میں قرآن کریم کے ترجموں کی روایت بہت پرانی اور خاصی مستحکم تھی، لیکن اس کی تجدید اور مستقبل قریب وبعید میں قرآن کریم کی خدمات اور مسلمانان ہند میں اس کا ذوق عام کرنے اور ہراک طالب ہدایت اورمسافرین راہ خدا کو، صدق ویقین اورنجات کی صراط مستقیم تک پہنچانے میں، سب سے بڑااوراہم ترین حصہ، حضرت شاہ ولی اللہ اوران کے خانوادۂ گرامی منزلت کا ہے۔جس کی ابتدا حضرت شاہ صاحب کی ''الزہراوین'' سے ہوئی اور یہ سلسلہ فتح الرحمٰن ، فتح العزیز اور بالآخر موضح قرآن حضرت شاہ عبدالقادر تک پہنچااور برصغیرہند کی قرآنی خدمات کا مینارۂ نوراور خدمت قرآن مجید کی راہ کا سنگ میل بن گیا۔

یہ بات بلاتکلف وتأمل کہی جاسکتی ہے کہ گذشتہ ڈھائی سوسال میں، ہند پاکستان میں خدمت قرآن مجید کے حوالہ سے جو بھی کام ہوئے ہیں، جس قدر بھی خدمات انجام دی گئی ہیں اور جو ترجمے

(۱) شیخ الہند کے ترجمہ کے امتیازات، علمی فنی خصوصیات، بعد کے ترجموں پراس کے اثرات، یااس کے مقدمہ کے مندرجات اور تفصیلی جائزہ پرکوئی قابل ذکر کام بلکہ اچھا مضمون بھی میرے علم میں نہیں ہے۔مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی اور مولانا انوار خورشید لاہور کی، شیخ الہند اور فاضل بریلوی، احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ کے تقابل پر، ایک ایک کتاب چھپی تھی مگر دونوں میں شیخ الہند کے مقدمہ کا مفصل تذکرہ ومطالعہ شامل نہیں ہے۔

وغیرہ وجود میں آئے ہیں، وہ سب ہی اسی خاندان کے نقوشِ قدم کی پیروی کر کے، خصوصاً موضح قرآن کی روشنی اوراس سے استفادہ کرتے ہوئے، مرتب ومکمل ہوئے ہیں۔

یوں تو موضح قرآن ترجمۂ حضرت شاہ عبدالقادر کے بعد، قرآن کے اردو میں ترجموں کا ایک طاقت ور نظام یا معمول شروع ہوگیا تھا[1] اورڈپٹی نذیر احمد صاحب کے ترجمہ قرآن مجید تک اردو میں دس بارہ ترجمے وجود میں آگئے تھے، جو علیحدہ، یا ان مترجمین کی مؤلفہ قرآن کریم کی تفسیروں کے ساتھ، شائع ہو چکے تھے مگر ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر کے بعد سب سے پہلے، جس ترجمہ نے عام مقبولیت حاصل کی، اس کی اشاعت ایک لاکھ تک پہنچی، وہ ڈپٹی نذیر احمد [بجنوری ثم دہلوی] کا ترجمۂ قرآن مجید ہے، جو ۱۳۱۴ھ [۱۸۹۶ء] میں مرتب ومکمل ہوا۔[2] یہ ترجمہ چوں کہ

(۱) ممکن ہے یہاں بعض پڑھنے والوں کو ترجمہ قرآن مجید منسوب بہ شاہ رفیع الدین کی یاد اور خیال آئے، اس لئے یہ وضاحت ضروری ہے کہ اردو میں قرآن کریم کے ایک معروف اردو ترجمہ کا، حضرت شاہ رفیع الدین سے انتساب، علمی طور سے ثابت نہیں۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: راقم سطور کا مضمون، یہ مضمون مجلّہ فکر ونظر اسلام آباد [پاکستان] کو چھپنے کے لئے بھیجا گیا تھا جو فکر ونظر کی اشاعت شعبان/ ذی قعدہ ۱۴۲۵ھ [اکتوبر، دسمبر ۲۰۰۴ء] میں چھپا ہے، مگر اس مضمون کے عنوان ومطالب، حد یہ کہ اہم نادر ترین کتابوں سے اخذ اقتباس میں بھی، حق مدیر کے نام پر، ایسی ترمیمات اور تغیرات کئے گئے جس سے یہ مضمون تقریباً بے مقصد ہوگیا تھا۔ کوئی بتائے تو سہی، کہ جن عقل مندوں کو شاہ عبدالقادر کے ترجمہ قرآن مجید، موضح قرآن اور ترجمہ منسوب بہ شاہ رفیع الدین کا فرق معلوم نہیں اور وہ ترجمہ شاہ رفیع الدین کا نام موضح قرآن لکھ رہے ہوں، انہیں ایسے مضامین میں ترمیم کا کیا حق ہے؟ ان کو تو ایسے مضامین ومقالات شاید پڑھنے بھی نہیں چاہئیں۔ اس شمارہ میں اس مضمون کے ساتھ یہی زیادتی نہیں کی گئی، بلکہ ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ اہم مخطوطات اور نادر ترین مطبوعہ مآخذ کے اقتباسات کی عبارتیں تبدیل کر دی گئیں۔ میں نے یہ دیکھا تو اس وقت کے مدیر کو لکھا کہ یہ کیا حرکت ہے! جواب ملا کہ مضامین تین تین ماہرین کو بھیجے جاتے ہیں، ان کی رائے اور ترمیمات کے بعد ہی چھاپے جاتے ہیں، میں نے پھر دریافت کیا کہ بمہربانی ان بے خبر ماہرین کے نام لکھیے، جو قرآن کریم کے معروف ومشہور اردو ترجموں سے اس قدر بے خبر اور ناآشنا ہیں، اس خط کا آج تک جواب نہیں ملا۔ کس سے شکایت کی جائے؟ یہ مضمون بعد میں ہندوستان میں دو تین رسائل میں شائع ہوگیا تھا۔

(۲) مقدمہ ڈپٹی نذیر احمد، بر ترجمہ قرآن مجید ص:۸، [دہلی: ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء] ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ ۱۸۹۵ء [۱۳۱۲ھ] میں مطبع قاسمی دہلی سے پہلی مرتبہ شائع ہوا۔

خاص طلب اور ضرورت کے وقت سامنے آیا تھا، اس لئے اس کی تیزی سے فروخت اور اشاعت ہوئی، اس ترجمہ کو اس طبقہ میں بہت پذیرائی ملی، جو ۱۸۵۷ء کے بعد کے حالات نیز سرسید احمد کے خیالات سے کسی درجہ میں متاثر تھا، مگر اس ترجمہ میں، قرآن مجید کے مقاصد و مطالب کی ترجمانی اور زبان و بیان کے لحاظ سے بھی بہت سے مقامات پر غلطی اور متعینہ حدود سے انحراف ہو گیا تھا، اسی لئے اس پر متعدد علمی تنقیدیں لکھی گئیں، مفصل تبصرے بھی کئے گئے، یہ سب چیزیں چھپیں اور ان سے استفادہ بھی ہوا۔ ایک صاحب نے خود مولانا ڈپٹی نذیر احمد صاحب سے براہ راست خط و کتابت کی اور اس مفید مجموعۂ مراسلت کو، مرتب کر کے شائع بھی کر دیا تھا۔ اگرچہ ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمہ سے پہلے ایک اور ترجمہ بھی چھپ کر عام ہو چکا تھا، یہ ترجمہ مولانا عبدالحق حقانی کی گراں قدر اور علوم قرآنی کی جامع، مشہور تفسیر، تفسیر حقانی کے ساتھ شامل ہے۔[1] مولانا حقانی نے صراحت کی ہے کہ یہ ترجمہ خود میرا کیا ہوا ہے، لیکن یہ ترجمہ تفسیر حقانی سے الگ ہو کر نہیں چھپا، اس لئے اس کی ویسی شہرت اور تعارف نہیں ہوا، جیسا اور ترجموں کا تعارف ہے۔ اس کے بعد سب سے پہلے مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کا ترجمہ قرآن مجید وجود میں آیا اور شائع ہوا،[2] اس کے بعد مولانا فتح محمد جالندھری کا ترجمۂ قرآن مجید شائع ہوا،[3] چوتھا نہایت اہم ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے مبارک قلم کا ہے[4] ان تینوں کے بعد شیخ الہند، مولانا محمود حسن نے، اسی

(۱) ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمۂ قرآن مجید ۱۳۱۴ھ [۱۸۹۶ء] میں مکمل ہوا، تقریباً اسی دور میں مولانا عبدالحق حقانی دہلوی نے ترجمہ قرآن کا اختتام فرمایا۔

(۲) مولانا عاشق الٰہی کے ترجمہ کی تحریر کا کام ۱۳۱۶ھ [۹۹-۱۸۹۸ء] میں شروع ہوا، ۱۳۱۸ھ [۱۹۰۱ء] میں اختتام پذیر ہوا۔

(۳) مولانا فتح محمد کے ترجمہ کی تکمیل کا سنہ محقق طور پر معلوم نہیں، مگر یہ ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمہ کے ساتھ ہی مکمل ہو گیا تھا، لیکن اس کی طباعت میں دیر ہوئی، ۱۳۲۵ھ [۱۹۰۸ء] میں پہلی مرتبہ شائع کیا گیا۔

(۴) حضرت مولانا تھانوی نے تفسیر بیان القرآن اور ترجمہ قرآن کریم کی تالیف ۱۳۲۳ھ [۱۹۰۵ء] میں شروع فرمائی تھی، جو وسط ۱۳۲۵ھ [۱۹۰۷ء] میں ختم ہوئی۔

طرح کی ایک اور خدمت قرآن کا ارادہ فرمایا۔[1] شیخ الہند کا یہ ترجمہ، ڈپٹی نذیر احمد اور حضرت مولانا تھانوی وغیرہ کے کام کی توسیع بھی ہے اور ان سے اک حد تک مختلف بھی۔

درج بالا چاروں علمائے کرام نے، قرآن مجید کے اپنے اپنے ذوق ومزاج، اپنے اپنے معیارات اور فکر وبصیرت کے مطابق ترجمے کئے، لیکن شیخ الہند نے اپنے وفور علم اور علوے شان کے باوجود، نئے ترجمے کا ارادہ نہیں کیا، بلکہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی کے موضح قرآن کی تسہیل اور اپنے دور کے لحاظ سے، اس کی معنویت کو مزید واضح کرنے اور اس کی تعبیرات وزبان کو آسان بنانے کی کوشش کی۔ مقدمۂ ترجمہ قرآن مجید شیخ الہند طبع اول بجنور میں، اس کی ان الفاظ میں وضاحت کی گئی ہے:

"اس ننگ خلائق کو یہ خیال ہوا، کہ حضرت شاہ صاحب ممدوح کے مبارک مفید ترجمہ میں، لوگوں کو جو کُلکُ دو خلجان ہیں، یعنی ایک بعض الفاظ ومحاورات کا متروک ہوجانا۔ دوسرے بعض بعض مواقع میں، ترجمہ کے الفاظ کا مختصر ہونا، جو اصل میں تو ترجمہ کی خوبی تھی، مگر ابنائے زمانہ کی سہولت پسندی اور مذاق طبیعت کی بدولت، اب یہاں تک نوبت آ گئی کہ جس سے ایسے مفید وقابل قدر ترجمہ کے متروک ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ سو اگر غور واحتیاط کے ساتھ، اُن الفاظ متروکہ کی جگہ الفاظ مستعملہ، لے لئے جاویں اور اختصار واجمال کے موقعوں کو، تدبر کے ساتھ کوئی لفظ مختصر زائد کر کے، کچھ کھول دیا جاوے، تو پھر انشاء اللہ حضرت شاہ صاحب کا یہ صدقہ فاضلہ بھی جاری رہ سکتا ہے اور مسلمانان ہند بھی، اُس کے فوائد مخصوصہ سے خالی نہ رہ جاویں گے۔

اس مضمون کو سوچ سمجھ کر، جو اپنے مکرمین مخلصین کی خدمت میں پیش کیا، تو ان

(۱) شیخ الہند کا ترجمہ، ۱۳۳۶ھ [جولائی ۱۹۱۸ء] میں تکمیل کو پہنچا۔

> حضرات نے بھی اس عاجز کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا اور یہی بات دلنشین ہوگئی کہ مستقل ترجمہ سے یہ امر زیادہ مناسب اور مفید ہے، کہ موضح قرآن میں جو شکایت پیدا ہوگئی ہے، اُس کے رفع کرنے میں کوشش کی جاوے۔ جب یہاں تلک نوبت پہنچ چکی، تو یہ عاجز بنام خدا اس خدمت کے انجام دینے کے لئے تیار ہو بیٹھا، گویا دوشالہ میں کمبل سے جگہ جگہ رفو کرنے کا ارادہ کر دیا، جب ایک ثلث قرآن کا ترجمہ کر چکا، تو بوجہ بعض عوارض، ایسا طول طویل حرج پیش آیا، کہ ترجمہ کی تکمیل کی توقع بھی دشوار ہوگئی، مگر بتوفیق الٰہی، عین ایام حرج میں اتنا اطمینان نصیب ہوگیا، کہ ترجمہ موصوف باطمینان ۱۳۳۶ھ میں پورا کرلیا۔[۱]"

مگر جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، میرے خیال میں اس معروف مقدمہ کا شیخ الہند سے انتساب درست نہیں، شیخ کی زندگی میں شائع مقدمہ ترجمۂ قرآن مجید کی صرف آخری سطور آئی ہیں، ابتدائی حصہ، مقدمہ طبع اول، مطبع قاسمی دیوبند میں شامل نہیں۔

اس ترجمہ کے لئے تحریک: حضرت شیخ الہند نے مقدمہ ترجمہ قرآن میں، اپنے احباب مکرمین کا نام لئے بغیر، لکھا ہے کہ ترجمہ مکمل ہونے کے بعد:

> "ان ہی احباب مکرمین کی خدمت میں اس ترجمہ کو پیش کر کے، تفصیلی نظر کی درخواست کریں گے۔"[۲]

یہ حضرات کون تھے اور کس کی فرمائش پر یہ بڑی خدمت انجام دی گئی، حضرت شیخ الہند کے

---

(۱) مقدمہ ترجمہ شیخ الہند، مشمولہ، ترجمہ شیخ الہند، [بجنور: ۱۳۴۴ھ] اس اشاعت میں صفحات کا شمار اس مقدمہ کے جملہ مضامین و مشتملات کے لحاظ سے ہے، یہ اصل مقدمہ کا دوسرا صفحہ ہے۔

مقدمہ ترجمہ شیخ الہند کی پہلی طباعت کی عبارت اس سے خاصی مختلف اور مختصر ہے۔ ملاحظہ ہو: طبع اول: ص: ۷-۸-۹

[دیوبند:][نور]

(۲) مقدمہ ترجمہ شیخ الہند ص:........ [طبع اول، بجنور]

مقدمہ یا کسی اور تحریر میں وضاحت نہیں ہے، لیکن [شیخ الہند کے معتمد سوانح نگار] مولانا سید اصغر حسین صاحب نے صراحت کی ہے، کہ یہ فرمائش اور اصرار کرنے والے، مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری تھے۔ مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری کا عمومی تعارف، ایک بڑے عارف اور نامور مرشد کا ہے، لیکن کم لوگ جانتے ہیں کہ حضرت مولانا رائے پوری، علوم القرآن کے بہت بڑے فاضل، تراجم قرآن کے خاص ماہر، محقق مبصر اور بڑے شناور تھے۔[۱]

مولانا رائے پوری کو قرآن کریم کی تعلیم اس کے مکتب بستی بستی قائم کرنے، قرآن کریم کے الفاظ و مطالب کو، ہر اک مسلمانوں تک پہنچانے کا غیر معمولی شغف تھا، قرآن کریم کی توسیع و تعلیم اور اس کا پیام عام مسلمانوں تک پہنچانے کی فکر میں ہمیشہ مصروف اور بے چین رہتے تھے،[۲] مولانا

(۱) مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے قرآن کریم کے غیر معمولی وابستگی، قرآن مجید کے مختلف ترجموں سے واقفیت اور ان کے متعلقات پر نظر، حضرت شاہ صاحب کے کتاب خانہ پر نظر ڈالنے سے، اب بھی کہا جا سکتا ہے، حضرت رائے پوری کا علوم القرآن پر بہت عمدہ، نہایت وسیع کتب خانہ تھا، افسوس ہے کہ اس کی حفاظت کا پوری طرح اہتمام نہیں ہو سکا، اس کا ایک حصہ اب بھی خانقاہ رائے پور [سہارنپور۔ یوپی انڈیا] میں موجود ہے۔

(۲) اس کا اثر یہ تھا کہ پورا پنجاب، حضرت کے قائم کئے ہوئے مکتبوں اور مدرسوں سے آباد و پر بہار تھا، ان مکتبوں میں ہزار ہا ہزار بچے پڑھتے اور قرآن مجید کے علاوہ، متعدد مدرسوں میں اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کرتے تھے۔ اسی شغف اور قرآن مجید سے غیر معمولی تعلق کی وجہ سے، حضرت شاہ عبدالرحیم نے اپنے پیر بھائی، مولانا نور محمد لدھیانوی جن کا لدھیانہ میں اپنا ایک بڑا مدرسہ تھا، مکتبوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا، ایک مطبع جاری تھا، اور اس سے ایک ماہانہ رسالہ بھی چھپتا تھا، اپنے تعاون اور اس سلسلہ کو زیادہ وسعت اور اہتمام کے ساتھ، آگے بڑھانے کے لئے، رائے پور بلا لیا تھا۔ اسی اخلاص کا ایک نہایت پر بہار اور دائمی نفع، نورانی قاعدہ کی تالیف بھی تھی، جو مولانا نور محمد صاحب نے حضرت مولانا کی فرمائش پر لکھا تھا، جو تقریباً سو سال سے برصغیر کے اکثر مکتبوں اور تعلیم قرآن مجید کے مقبول اعلیٰ ترین قاعدہ ہے، اور ادھر آٹھ دس سال سے اس کی افادیت کا دائرہ عالم گیر ہو گیا ہے، تعجب ہے کہ بہت سے عرب ملکوں میں تعلیم قرآن مجید کی ابتداء، اسی نورانی قاعدہ سے ہوتی ہے، کم سے کم تین عربی ترجمے اور ان کی متعدد طباعتیں، میری نظر سے گزری ہیں، اسی طرح یورپ امریکہ، کناڈا وغیرہ سب جگہ، یہی قاعدہ معمول و مروج بلکہ نہایت مقبول ہے۔

رائے پوری کی ان ہی خدمات کا ایک اثر، شیخ الہند کا ترجمہ قرآن بھی ہے۔ مولانا اصغر حسین صاحب دیوبندی نے لکھا ہے کہ:

"بعض اہل علم کی استدعا اور بہت سے مصالح اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی غایت آرزو دیکھ کر، حضرت مولانا کو قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کا خیال ہوا"[۱]

اس سلسلہ میں ایک روایت میں، مولانا قاری محمد طیب صاحب کے حوالہ سے، مولانا حافظ احمد [خلف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی] کا نام بھی لیا گیا ہے، کہ مولانا احمد صاحب نے بھی شیخ الہند سے، ترجمہ قرآن مجید کی فرمائش اور اس کے لئے مکرر گذارش کی تھی۔

مگر سوال یہ ہے کہ اس ترجمہ کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی، ترجمۂ شیخ الہند [توضیح الفرقان] کی تالیف ۱۳۲۷ھ [۱۹۰۹ء] میں اور اس سے مشکل آٹھ دس سال پہلے، مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے قرآن مجید کا جو ترجمہ کیا تھا وہ بتمام وکمال شیخ الہند کی نظر، کامل تصحیح اور حرفاً حرفاً ترمیم ومطابقت سے گزر کر، شائع ہوا تھا۔ مولانا میرٹھی نے اپنے ترجمہ کی تمہید میں لکھا ہے:

"من اولہ الی آخرہ، مولانا المکرّم، قدوۃ العلماء حضرت مولوی محمود حسن صاحب، مدرس اول، مدرسہ اسلامیہ، دیوبند کی نظر سے گزرنے کے بعد طبع ہوا تھا"[۲]

مولانا میرٹھی نے ترجمۂ قرآن مجید کا ۱۳۱۶ھ [ ] میں آغاز کیا تھا اور شیخ الہند کے ترجمہ کے وقت وہ چھپنے کے لئے چلا گیا تھا۔

(۱) سوانح شیخ الہند۔ مولانا سید اصغر حسین دیوبندی۔ ص:۲۳۶ [ادارہ اسلامیات، لاہور: ۱۹۷۷ء]

(۲) تمہید، ص:۵ ترجمہ مولانا میرٹھی۔ [طبع چہارم، میرٹھ: ۱۳۳۳ھ]

اس ترجمہ کی تصحیح کے لئے، شاہ عبدالرحیم رائے پوری سے شیخ الہند کی لفظ بہ لفظ مراجعت اور تحقیق کا اہتمام:

شیخ الہند کا معمول تھا کہ ترجمہ کا جو حصہ مکمل ہو جاتا اس کو شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے سامنے رکھتے، شاہ عبدالرحیم سے اس پر کھل کر گفتگو، بلکہ بحث ومباحثہ ہوتا، حضرت مولانا رائے پوری کی رائے بحث و تنقیح کے بعد ہی، ترجمہ کے اس حصہ کو معتبر و مکمل سمجھا جاتا تھا۔[1] یعنی وہ ترجمہ اور صفحات جو حضرت مولانا رائے پوری کے مطالعہ ونظر سے گذر جاتے تھے، شیخ الہند کی نگاہ میں پوری طرح قابل اعتماد ہو جاتے تھے، لیکن مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری کی حیات میں، ہندوستان میں، شیخ الہند کے ہندوستان کے قیام کے وقت تک، صرف سورۂ توبہ تک، ترجمہ ہوا تھا، اس لئے مولانا رائے پوری کی تصحیح ونظر ثانی سے، صرف یہی ابتدائی [ایک تہائی] حصہ آراستہ ہے، اس سے پہلے کہ ترجمہ کا عمل اور آگے بڑھتا، شیخ الہند سفر حج کے لئے روانہ ہو گئے، اور جب شیخ الہند اس طویل سفر اور مالٹا سے ہندوستان واپس پہنچے تو مولانا شاہ عبدالرحیم کی وفات ہو چکی تھی۔

ترجمہ کی تالیف وتحریر کا آغاز: شیخ الہند کے الفاظ میں گزر گیا ہے کہ، قرآن مجید کے ایک نئے ترجمے اور اس کی نوعیت کے سوال پر، شیخ نے لمبے عرصہ تک غور وفکر کیا تھا، اس مقصد اور منصوبہ پر عمل کے لئے اپنے ممتاز احباب اور اہل فضل وکمال سے، مشورے اور تبادلۂ خیالات کرتے رہے تھے۔ لمبے غور وخوض کے بعد، یہ فیصلہ ہوا کہ نئے ترجمہ کی ضرورت نہیں، صرف حضرت شاہ عبدالقادر کے ترجمۂ قرآن کریم، ''موضح قرآن'' کو، شیخ الہند کے دور کے پڑھنے والوں کی صلاحیت کے مطابق، آسان کر دیا جائے۔ اس رائے یا مشورہ پر عمل کرتے ہوئے، شیخ الہند

(۱) تذکرہ شاہ عبدالرحیم رائے پوری، تالیف مفتی عبدالخالق صاحب میں، اس سلسلہ کی بعض جزئیات نقل کی گئی ہیں۔ ص:۱۵۲، ۲۱۳، [طبع اول مکی دارالکتب لاہور، ۱۹۹۸ء] مگر اس کے لئے معتبر حوالوں کی ضرورت تھی، جو پوری نہیں ہوئی۔

نے ربیع الاول ۱۳۲۷ھ [مارچ اپریل ۱۹۰۹ء] میں موضح قرآن کی تسہیل یا اس ترجمہ کا کام شروع کر دیا تھا، جو ترجمہ شیخ الہند کے نام سے چھپا اور معروف ہوا۔[۱]

تسہیل و ترجمہ کا یہ سلسلہ جو ۱۳۲۷ھ میں شروع ہوا تھا، تین سال میں صرف دس پاروں تک پہنچا تھا، جس کا سورۂ توبہ کے اختتام پر، تاریخ اختتام تصحیح ترجمہ سورۂ توبہ سے علم ہوتا ہے۔ شیخ الہند نے یہ تاریخ اس طرح رقم فرمائی ہے:

''تمت سورۂ توبہ ۔ والحمدللہ ۔ ۲۵/ جمادی الثانیہ ۱۳۳۰ھ، دیوبند''

خیال رہے کہ شیخ الہند کے ترجمہ میں، کسی سورت کے اختتام پر، تاریخ تالیف کی صراحت کا یہ پہلا موقع ہے اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ترجمۂ شیخ الہند میں درج، تمام تاریخہائے تحریر و کتابت میں سے یہ پہلا اندراج ہے، جس میں مقام تحریر دیوبند درج ہے، اس کے علاوہ کسی اور سورت کے آخر میں، دیوبند کی صراحت نہیں اور یہی سطور، اس ترجمہ میں، شیخ الہند کے ہندوستان میں قیام کے زمانہ کی آخری یادگار ہیں۔ شیخ الہند ترجمہ قرآن کی ترتیب میں، سورۂ توبہ تک پہنچے تھے کہ سفر حرمین کا ارادہ ہو گیا۔ حضرت مولانا کا ہندوستان سے، سفر حجاز کے لئے روانگی کے وقت، حجاز میں تقریباً ایک سال یا کچھ زیادہ قیام کا خیال تھا، اس قیام میں اور مصروفیات کے علاوہ، قرآن کریم کے ترجمہ کی تکمیل بھی پیش نظر تھی، اسی ارادہ کی وجہ سے، ہندوستان سے جاتے وقت، علوم القرآن، تفاسیر، قرآن کے ترجموں اور ان کے متعلقات پر، کتابوں کا ایک بڑا عمدہ منتخب ذخیرہ، جو کئی صندوقوں پر مشتمل تھا، ساتھ لے لیا تھا، جو پورے سفر میں معاون، رفیق راہ اور نہایت مددگار ثابت ہوا۔ مولوی مجید حسن [ترجمہ شیخ

(۱) تحریر مطبوعہ بر مقدمہ طبع اول نیز ملاحظہ ہو: تذکرہ شیخ الہند، تالیف: مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری، مرتبہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری۔ ص: ۱۲۸، [کراچی: ۱۴۲۸ھ، ۲۰۰۷ء]

ب: مقام محمود [مجموعہ مقالات، شیخ الہند سمینار ۱۹۸۶ء] مرتبہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب۔ ص: ۷۲، ص: ۱۵۳ ومابعد [دہلی: بلاسنہ]

الہند کے سب سے پہلے ناشر[1] نے، ترجمہ شیخ الہند کے تعارفی اشتہار میں لکھا ہے:

''جس کے دس پاروں کا ترجمہ، مولانا مرحوم، وطن شریف [دیوبند] میں فرما چکے تھے، اس کے بعد حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے اور اس اہم مقصد کی تکمیل کے لئے مولانا، کئی صندوق کتابوں کے بھی اپنے ہمراہ لے گئے تھے''۔[2]

حضرت مولانا مدینہ منورہ میں تھے کہ برطانوی حکومت کی ہدایت کے مطابق، شریف مکہ [حسین] نے مولانا کو گرفتار کر کے، انگریزوں کے حوالہ کر دیا، انگریزوں نے حضرت مولانا کے لئے، جزائر مالٹہ میں نظر بند، کئے جانے کی سزا طے کر کے، شیخ کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ، مالٹہ (Malta)[3] بھیج دیا تھا۔

---

(۱) مولوی مجید حسن [سہ روزہ مدینہ بجنور] کے بانی، مالک اپنے دور کے ممتاز صحافی صاحب فکر بلکہ فکر ساز صحافی اور دانشور تھے ۲۷/ رجب ۱۳۸۶ھ، [۱۱/ نومبر ۱۹۶۶ء] کو وفات ہوئی۔ حالیہ دنوں میں آکسفورڈ یونیورسٹی کی ایک اسکالر [Scholar] نے مدینہ بجنور پر اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ مکمل کیا ہے۔

(۲) یہ اشتہار جو مدینہ اخبار، بجنور کے ۱۳/ اگست ۱۹۲۳ء کے ضمیمہ کے طور پر، ایک علیحدہ کاغذ پر چھپا تھا، دو بڑے صفحات پر مشتمل ہے، اس میں ایک جانب ترجمہ شیخ الہند اور حواشی وافادات سورۂ بقرہ کا نمونہ ہے، دوسرے صفحہ پر مفصل اشتہار ہے۔ یہ اشتہار ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے۔

مولوی مجید حسن صاحب کی یہ صراحت اور اشتہار، ان لوگوں کی تردید کے لئے بہت ہے، جنہوں نے لکھا ہے کہ مالٹہ میں ترجمہ کے وقت، شیخ الہند کے پاس کوئی کتاب اور اس خدمت میں معاونت کے لئے علمی سرمایہ یا مآخذ موجود نہیں تھے۔

(۳) مالٹہ (Malta) ایک جزیرہ اور اب ایک خود مختار حکومت ہے، جس میں اور جزیرے بھی شامل ہیں۔ جنوبی یورپ میں بحیرہ روم (SeaRome) کے کنارہ پر، سسلی، صقلیہ اور تیونس کے درمیان میں ہے۔ اس کا رقبہ تین سو سولہ مربع کلومیٹر [ایک سو بائیس میل] ہے۔ مالٹہ برطانوی فوجوں کا بحری اڈہ اور اسی طرح کا ایک بڑا قید خانہ تھا، جیسا حالیہ دنوں میں امریکہ کا ایک بڑا جیل خانہ، گونتا نا موبے (Gontanamobey) ہے۔

بعض معلومات کے لئے دیکھئے: الف: جامع اردو انسائیکلوپیڈیا۔ [سماجی علوم] ص: ۴۳۳، جلد: ۴، [دہلی: ۲۰۰۰ء]

ب: جدید دنیا کے تمام ممالک، ڈیرک اوبرائن۔ ترجمہ محمد اختر ص: ۳۵۶/۳۵۵

[دار الشعور، لاہور۔ ۲۰۱۳ء]

حضرت مولانا ۲۹/ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ [۲۳/فروری ۱۹۱۷ء] کو مالٹہ پہنچے تھے، سامان، خصوصاً کتابوں کے پہنچنے میں، جیسا کہ ایسے معاملات میں ہوتا ہے، غالباً خاصی دیر لگی ہوگی، شاید اسی وجہ سے مالٹہ میں ترجمے و تسہیل موضح قرآن کا سلسلہ، مالٹہ پہنچنے کے بعد شروع ہوا۔ سورۂ یونس کے اختتام پر درج سورت کے ترجمہ کی تاریخ، ۱۳/ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ [اگست ۱۹۱۷ء] سے، اس کی تصدیق ہورہی ہے۔ شیخ الہند نے ایک موقعہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ:

''ماشاءاللہ مالٹہ میں کام کی رفتار، ہندوستان کی نسبت بہت تیز رہی''

مالٹہ میں حضرت مولانا کے اکثر اوقات، ترجمہ پر نظر ثانی اور اس کو بہتر سے بہتر بنانے میں صرف ہوتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ مالٹا کے صرف ایک سال کے قیام میں، بیس پاروں کا ترجمہ مکمل ہوگیا تھا، سورۂ والناس کا ترجمہ، ۲/شوال ۱۳۳۶ھ [۱۲/جولائی ۱۹۱۸ء] کو مکمل ہوا۔ یہاں شیخ الہند نے تحریر فرمایا ہے:

''وللّٰہ الحمد اولاً و آخراً وظاھراً وباطنا، ربناتقبل منا انك انت السمیع العلیم، ربنالاتواخذنا ان نسینا او اخطانا ''۲/شوال [فی اسر مالطہ]

مالٹا میں ترجمہ کی رفتار، شیخ الہند کے قلم سے: ترجمۂ قرآن کی تحریر کے دوران، شیخ الہند کا ایک خاص معمول یہ تھا، کہ وہ ہر سورۃ کے اخیر میں، اس کی تاریخ اختتام تحریر فرمادیتے تھے۔ مولوی مجید حسن صاحب نے اس یادداشت کے تمام مندرجات کو [جو بظاہر معمولی بات ہے] شیخ الہند کے ترجمہ کے حاشیوں پر نقل کرکے محفوظ کردیا ہے۔ مولوی مجید حسن نے لکھا ہے:

''حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہر مسودہ کے اختتام پر تاریخ و ماہ سن لکھ کر، کہیں:

مالطه فی الاسر،الحمدلله، کسی جگہ:مالطه الحمدللّٰہ تحریر فرمایا ہے
اور میں نے بھی اس تاریخی شے کو،قرآن مجید کے حاشیہ پر لکھوادیا ہے۔اس
طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں تاریخ[تک]اوراتنے عرصے میں،آپ نے اس
قدراور فلاں حصہ،قرآن مجید کا ترجمہ فرمایا"۔[1]

اس قیمتی یادداشت سے، بعدوالوں کواس ترجمہ کی رفتارکارمعلوم ہوجاتی ہے،اس کودیکھ کر علمی کاموں میں قوت آتی ہے،عمل کا جذبہ بھی بیدار ہوتا ہے۔یہاں نمونہ کے طور پر،تین سورتوں کے آخرمیں رقم تاریخیں نقل کی جارہی ہیں:

تمت سورة التوبة ــ والحمدلله ــ ۲۵/جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ،دیوبند ــ [ص:۳۲۹]

اختتام سورة النمل ــ ۲۷/ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ،مالطه فی الاسر ــ والحمدللّٰہ ــ[ص:۶۱۴]

اختتام سورة العلق ــ ۲۸/رمضان،۱۳۳۶ھ مالطه فی الاسر ــ والحمدللّٰہ ــ [ص:۹۵۴]

ترجمہ کی خدمت میں، شیخ الہند کے کاتب اور معاونین: شیخ الہند نے اپنے اس ترجمہ یاتسہیل موضح قرآن کے آغاز پر،اس خدمت وعمل کے لئے ایک نظام مقرر فرمالیا تھا،جس میں شیخ الہند کے مختلف شاگرداور کبھی کبھی حاضر خدمت،ممتاز علمائے کرام بھی شریک اور معاون ورفیق رہتے تھے۔ترتیب یہ تھی کہ اول تفسیروں کا مطالعہ کیا جاتا،قرآن کریم کے متعدد ترجمے سامنے ہوتے، موضح قرآن کو بار بار پڑھ کر، اصلاح وترمیم کے لئے، غوروفکراور مشورہ کیا جاتا تھا،اس کے بعد ترمیم الفاظ کے لئے قلم کو حرکت دی جاتی تھی۔اس موقع پر جو شاگرد اور اہل علم موجود ہوتے ،وہ اس کی تحریر وکتابت کی سعادت حاصل کرتے تھے۔حضرت کے ایک ممتاز شاگرد،مولانا احمداللہ صاحب[پانی پتی یا کیرانوی؟] بطور خاص اس

(۱)تحریر مولوی مجید حسن صاحب۔برآغاز طبع اول،ترجمہ شیخ الہند

موقعہ پر حاضر اور اس خدمت میں ہمہ وقت شریک رہتے تھے۔ مولانا سید اصغر حسین صاحب دیو بندی کی اطلاع ہے، جو مولانا کا ایک سے زائد بار کا مشاہدہ ہوگا:

”مختلف ترجمے اور معتمد تفسیریں حضرت کے سامنے کھلی رہتی اور خدام وتلامذہ اور فارغ التحصیل طلبہ خدمت میں بیٹھتے تھے اور ان تراجم وتفاسیر کو دیکھتے رہتے۔ آپ کے خادم خاص، مولوی احمد اللہ[1] صاحب خدمت کتابت کو ادا فرماتے اور ایک ایک لفظ بہت سی تحقیق اور غور وفکر کے بعد لکھا جاتا“۔[2]

مالٹہ کے قیام میں بھی تقریباً یہی صورت تھی، فرق صرف یہ ہوا تھا کہ وہاں لکھنے والوں کی ترتیب کچھ بدل گئی تھی۔ مالٹہ میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عزیر گل اور مولانا نصرت حسین فتحپوری، شیخ الہند کے کاتب اور بنیادی شریک تھے۔ مولوی مجید حسن نے تمہید ترجمہ شیخ الہند میں لکھا ہے:

”مشاغل ذکر ومراقبہ اور اوراد وظائف وتلاوت کی مصروفیتوں سے جو وقت ملتا، اس میں ترجمہ یا اس پر نظر ثانی فرماتے، جس میں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا عزیر گل سے بھی مذاکرات رہتے“۔[3]

(۱) شیخ الہند کے شاگردوں میں احمد اللہ نام کے دو اصحاب کا نام ملتا ہے، جو ہم عہد بھی ہیں اور قریب الوطن بھی۔ مولانا احمد اللہ پانی پتی اور مولانا احمد اللہ کیرانوی مولانا احمد اللہ کا پانی پت کے حوالہ سے ریشمی رومال کے خاص کام کرنے والوں میں ذکر آیا ہے، مثلاً ملاحظہ ہو: تحریک شیخ الہند [ریشمی رومال خطوط، سازش کیس،] ص:۳۲۶، [طبع اول، دہلی: غالباً ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء] دوسرے مولانا احمد اللہ کیرانوی تھے، [وفات:] ممکن ہے ان ہی کو پانی پت میں درس وتعلیم کی وجہ سے پانی پتی لکھ دیا ہو۔ کیرانوی مولانا حسین احمد مدنی کے خاص دوست اور بے تکلف ساتھی تھے۔

(۲) حیات شیخ الہند، مولانا سید اصغر حسین ص:۲۳۶، [ادارہ اسلامیات لاہور: ۱۹۷۷ء]

(۳) تمہید ترجمہ شیخ الہند [طبع اول بجنور:] ص..........

لیکن حضرت مولانا مدنی نے، جن کو ایک عرصہ سے، قرآن شریف حفظ کرنے کے لئے، فرصت کے اوقات اور یکسوئی کی تلاش تھی، جلد ہی خود کو اس خدمت سے علیحدہ کرلیا تھا، اس خدمت میں صرف مولانا عزیرگل اور مولانا نصرت حسین رہ گئے تھے۔ مولانا مدنی کی اطلاع ہے:

”اس کے بعد اکثر ترجمہ قرآن پر نظر ثانی ڈالتے تھے اور کبھی کبھی مولوی نصرت حسین صاحب مرحوم اور مولوی عزیرگل صاحب کو ترجمہ سناتے تھے، کچھ دنوں تک میں بھی اس میں شریک ہوتا رہا، مگر چوں کہ مجھ کو تمام دن میں، قرآن کے دور کے لئے یہی وقت فارغ ملتا تھا، اس لئے میں نے شرکت اس میں چھوڑ دی تھی“۔

دونوں حضرات کی بحثیں بھی ترجمہ کے متعلق، مولانا مرحوم سے ہوتی رہتی تھیں“۔[1]

بہرحال حضرت شیخ کی مسلسل فکر و توجہ اور حضرت کے رفقائے مالٹہ کے تعاون سے، یہ بڑا کام، جس کے پہلے دس پارے، ہندوستان میں تین سال میں پورے ہوئے تھے، اسی کے آخری بیس پارے [دو تہائی حصہ] وقت کی پابندی، شدت اہتمام اور یکسوئی کی وجہ سے، ایک سال میں مکمل ہوگئے تھے۔

اس ترجمہ کا نام یا عنوان: جب اس ترجمہ یا موضح قرآن کی تسہیل اور تہذیب جدید مکمل ہوگئی، اس وقت اس کے لئے موزوں نام، مشورہ ہوا، شیخ الہند نے اصل مأخذ، موضح قرآن، حضرت شاہ عبدالقادرؒ کی مناسبت سے، اس کا نام ”موضح فرقان“ تجویز کیا۔ حضرت

(۱) اسیر مالٹہ۔ تالیف حضرت مولانا حسین احمد مدنی۔ ص:۹۹ [طبع اول، بلا سنہ، سوراج پرنٹنگ ورکس دہلی۔ غالباً ۱۹۲۱ء] طبع دوم، ص:۹۸، [مطبع قاسمی، دیوبند]

مولانا، اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”یہ تو ظاہر ہے کہ ہمارا مبلغ سعی، صرف ترجمۂ موصوف کی خدمت گذاری ہے، جو سب پر مقدم ہے، اور یہ بات بھی روشن ہے کہ اتنی بات سے کہ ترجمہ موصوف میں، ہم نے کچھ الفاظ، وہ بھی اکثر اِدھر اُدھر سے لے کر شامل کردیئے، اس ترجمہ کو ہماری طرف منسوب کرنا، اس سے زیادہ نہیں کہ دوشالہ میں کمبل سے رفو کرکے، اس کو کمبل کہنے لگیں، بہت سے بہت وہ دو چار مٹھی الفاظ، ہماری طرف منسوب ہوسکیں وبس“۔

ترجمہ کا نام موضح قرآن کی ترتیب پر ہے: اسی میں فرماتے ہیں:

اس لئے ترمیم کے بعد اس ترجمہ کا مستقل دوسرا نام تجویز کرنا، ہرگز مناسب نظر نہیں آتا، کیونکہ کہیں کچھ الفاظ شامل کرنے سے، یہ مستقل دوسرا نہیں ہوگیا لیکن صرف رفع اشتباہ اور دفع التباس کی ضرورت سے خیال ہوتا ہے، کہ اصل ترجمہ کے نام کے سوا، اس کا بھی کوئی نام مخصوص ہو، تو اختلاط والتباس سے پورا بچاؤ رہے گا، سو”موضح قرآن“ کی مناسبت سے اس کا نام:”موضح فرقان“ مناسب معلوم ہوتا ہے، مگر موضح قرآن میں یہ خوبی زائد ہے کہ تاریخی بھی ہے،”موضح فرقان“ تاریخی نہیں، ہاں گھٹا بڑھا کر کچھ تکلف کے بعد، تاریخی ہوسکتا ہے۔

ترجمہ پر مفصل فوائد کا اضافہ اور مقدمہ کی تالیف: موضح فرقان کی تکمیل، اس علمی سفر کا اختتام نہیں تھا، حضرت مولانا نے غالباً اول سے ارادہ فرمالیا تھا کہ، حضرت شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کی تسہیل وتجدید کے بعد، شاہ صاحب کے افادات وحواشی کو بھی آسان

کریں گے اور نئی زبان میں منتقل فرمائیں گے، جس میں وقت کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھا جائے گا اور نئے پیدا سوالات ومباحث کا حل، پیش کرنے کی بھی کوشش کی جائے گی، ساتھ ہی ایک مفصل مقدمہ کی ضرورت بھی محتاج بیان نہیں تھی۔ ترجمہ پورا ہونے کے بعد وقت فارغ ہوا، تو اس میں دونوں کام شروع ہو گئے۔ حواشی اور مقدمہ کی ترتیب غالباً بیک وقت شروع ہوئی ہوگی، مقدمہ کی تالیف، ایسا بڑا کام تھا، نہ ہی اس کے لئے حضرت مولانا کو زیادہ مطالعہ، تازہ تحقیقات کی ضرورت تھی۔ جن عنوانات وموضوعات پر لکھنا تھا، وہ سب مستحضر تھے، ان کے جملہ متعلقات ذہن میں تھے، اس لئے مقدمہ کی تالیف جلد ہی مکمل ہو گئی تھی، حواشی وافادات کا کام بہت طویل، دقّت طلب تھا، زیادہ اہتمام چاہتا تھا، اس میں ہر اک موقع پر غور وفکر اور بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت تھی، اس وجہ سے افادات وحواشی کی تالیف وتسوید کا عمل اور حواشی کی تحریر وتالیف کا سلسلہ، ترجمہ اور مقدمہ کی نسبت بہت سست رفتار تھا۔

حضرت مولانا کے مرتبہ افادات: ترجمہ پر حضرت مولانا کے افادات، جو سورۂ فاتحہ اور بقرہ سے شروع ہوئے تھے، سورۂ نساء کے آخر تک پہنچے تھے، کہ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ [جنوری ۱۹۲۰ء] میں، شیخ کی مالٹہ سے رہائی کے احکامات آ گئے، اس لئے سب کام اور سامان سمیٹ کر، وطن واپسی کی تیاری شروع ہو گئی تھی، مگر سفر ذرا دیر سے شروع ہوا، ۲۲/ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۸ھ [۱۲/ مارچ ۱۹۲۰ء] کو مالٹہ سے چل کر ۲۰/ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ [جون ۱۹۲۰ء] میں، بمبئی کے ساحل پر اترے، ہندوستان میں بے شمار مصروفیات اور سیاسی تقاضے انتظار میں تھے، جس کے لئے مسلسل سفر گویا لابدی تھے، مالٹہ کا سفر اور اس کی مشکلات ہی کیا کم تھیں، کہ ان بے پناہ، نہ ختم ہونے والی مصروفیات نے، صحت کو اس لائق نہیں چھوڑا کہ یہ عالم جلیل خود کو علمی کاموں اور فوائد وترجمہ قرآن کے لئے فارغ کر سکتا۔ ان ہی مصروفیات میں تھے کہ مرض بڑھ گیا، یہی

بیماری، مرض وفات ثابت ہوئی اور اسی میں سفر آخرت پر روانہ ہو گئے، حواشی کی تالیف کا کام سورۂ نساء تک ہی پہنچا تھا، کہ لکھنے والے کی زندگی کا سفر پورا ہو گیا۔ للّٰہ ما اعطی و له ماأخذ.

شیخ الہند کو ترجمۂ قرآن مجید اور اس کے افادات کا خاص خیال اور ان کی حفاظت کا اہتمام: حضرت شیخ الہند نے قرآن مجید کے اپنے ترجمہ اور حاشیوں وغیرہ کی حفاظت کا بہت اہتمام تھا، شیخ کی تمنا تھی کہ یہ محفوظ رہے اور قدردانوں کے ہاتھوں تک پہنچ جائے۔ حضرت مولانا کے اس جذبہ، اور ترجمۂ قرآن مجید کی حفاظت کی فکر کا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب مالٹہ سے، ہندوستان واپسی کے سفر میں، حضرت مولانا کا جہاز طوفان کی زد میں آ گیا تھا، اور اس کے ڈوبنے کا خطرہ ہو گیا تھا، اس وقت شیخ الہند نے، مولانا عزیر گل صاحب کو ہدایت فرمائی تھی کہ تم تیرنا جانتے ہو، اگر خدا نہ کرے، جہاز ڈوب جائے، تو تم کوشش کرو کہ یہ ترجمہ محفوظ رہے۔[1]

یہ حواشی وافادات کہاں سے کہاں تک ہیں: جیسا کہ گزرا، حضرت مولانا نے سورۂ نساء کے آخر تک حاشیے اور توضیحات مکمل فرمالی تھیں، لیکن جب ان حواشی وافادات کی طباعت واشاعت کا موقع آیا، تو معلوم ہوا، حضرت مولانا کے کاغذات میں، سورۂ آل عمران کے حاشیے موجود نہیں ہیں اور حضرت مولانا کو ہندوستان واپسی کے بعد، اس قدر فرصت ہی نہیں ملی کہ مولانا خود اس پر توجہ فرماتے، یا حضرت سے ان حواشی کے متعلق زیادہ جستجو کی جاتی، یا اس کو مکمل فرماتے، اس لئے مدینہ پریس بجنور سے، ترجمہ کی پہلی طباعت کے ساتھ، سورۂ آل عمران پر، حضرت مولانا کے حاشیے شائع نہیں ہوئے تھے، یہ حاشیے اب تک بھی، ہنوز گم نام و نا معلوم ہیں۔ مولوی مجید حسن صاحب نے [ترجمۂ شیخ الہند کی، سب سے پہلی طباعت کے آغاز پر] گذارش

(۱) ملاحظہ ہو: مولانا عبید اللہ سندھی کے علوم وافکار۔ مولانا صوفی عبدالحمید صواتی۔ ص: ۲۵۹ [گوجرانوالہ ــــ ۱۴۱۱ھ]

طابع وناشر میں لکھا ہے کہ:

''مسودات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حواشی سورۂ آل عمران، جن کو مولانا، رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرما چکے تھے، ان میں موجود نہیں ہیں اور اتنی مہلت نہ ملی کہ بقیہ حواشی کی تکمیل کرائی جائے''[1]

یہی وجہ ہے کہ سورۂ آل عمران کے حاشیوں پر، شیخ الہند کے افادات نہیں تھے، حضرت شاہ عبدالقادر کے موضح قرآن سے لئے گئے ہیں، اس کی بھی مولوی مجید حسن نے وضاحت کی ہے۔تحریر ہے:

''تمام بزرگوں سے مشورہ کرنے کے بعد، یہی رائے قرار پائی کہ باقی قرآن مجید میں، حضرت شاہ عبدالقادر کے حواشی درج کر دیئے جائیں، کیوں کہ اس کے سوا چارہ ہی نہیں تھا''۔

موجودہ حاشیوں کی ترتیب: اس لئے ترجمہ شیخ الہند کی سب سے پہلی طباعت [رجب ۱۳۴۴ھ/فروری ۱۹۲۶ء] سے، علامہ شبیر احمد کے مکمل حواشی سے مزین نسخہ کی اشاعت [طبع اول: جمادی الاول ۱۳۵۵ھ/ اگست ۱۹۳۶ء] تک، ترجمہ شیخ الہند کی تمام اشاعتیں اسی ترتیب پر تھیں، کہ ان میں سورۂ فاتحہ و بقرہ اور سورۂ نساء کے افادات و حواشی شیخ الہند کے تھے اور آل عمران اور سورۂ نساء کے بعد سے، آخر قرآن تک جملہ حاشیے، حضرت شاہ عبدالقادر کے موضح قرآن سے نقل کئے گئے تھے۔جب علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کے حواشی مکمل ہو کر شائع ہو گئے، تو یہ ترتیب کچھ بدل گئی، اس ترجمہ کی ابتدائی اشاعتوں سورۂ آل عمران کے علاوہ، شیخ الہند کے افادات ہیں، سورۂ آل عمران پر شاہ عبدالقادر کی توضیحات ہیں اور سورۂ نساء کے بعد سے آخر تک کے حاشیے، علامہ کی یادگار ہیں۔

---

(۱) تحریر مولوی مجید حسن بجنوری، بر طبع اول، عرض ناشر ص:........................

لیکن علامہ عثمانی کے حواشی کی اشاعت کے بعد، پڑھنے والوں کے پیہم اصرار پر، علامہ عثمانی نے ان سورتوں کے افادات وحاشیے بھی تحریر فرمادیئے تھے، جو شیخ الہند کے قلم فیض رقم سے نہیں تھے۔

اس طرح ترجمۂ شیخ الہند پر فوائد اوران کی اشاعتیں تین طرح کی ہوگئی ہیں۔ سب سے پہلی اوراس کے قریب کی اشاعتیں، ان پر سورۂ بقرہ، نساء، سورۂ نساء کے بعد سے، آخر قرآن مجید تک، تمام حاشیے حضرت شاہ عبدالقادر کے ہیں، ۱۳۵۵ھ تک کی تمام اشاعتیں اسی ترتیب پر ہیں۔ ۱۳۵۵ھ میں سورۂ آل عمران کے افادات شاہ عبدالقادر کے اور سورۂ نساء کے بعد سے، آخر قرآن تک علامہ شبیر احمد عثمانی کے، اور تقریباً ۱۳۶۴ھ کے بعد، شاہ عبدالقادر کے افادات ختم ہوگئے، سورۂ فاتحہ وسورۂ نساء کے علاوہ، تمام حواشی وافادات علامہ شبیر احمد عثمانی کے قلم سے ہیں۔

یہ ترجمہ مکمل ہونے کی ہندوستان میں شیخ الہند اوران کے رفقائے کرام کی **اطلاع، اس کی شہرت اوراس کا انتظارعام:** مالٹہ میں نظر بندی کی وجہ سے، پورے ہندوستان میں نہایت رنج وغم کا عالم اور خاص کیفیت تھی، ہندوستان کے جلیل القدر رہنما، علمائے کرام، سیاسی قائدین اور مختلف طبقوں کے ذمہ داران، اپنی اپنی حیثیت اور رسائی کے مطابق، شیخ الہند کی مالٹہ سے رہائی اور خیر وعافیت کے ساتھ، جلد سے جلد ہندوستان واپسی کے لئے، ہر قسم کی کوششیں اور متواتر جدوجہد کرتے رہے۔ ہندوستان کے دینی علمی حلقوں اور اخبارات ورسائل میں، شیخ الہند کی نظر بندی اور جلد رہائی کے لئے کوششوں کی خبریں گشت کرتی اور چھپتی رہتی تھیں، جس میں ضمناً شیخ کی صحت وعلالت، مصروفیات اور رفقائے اسیری کے احوال کا تذکرہ ہوتا تھا، اسی میں ترجمہ قرآن مجید کی تکمیل کی خوشخبری بھی نظر آجاتی تھی، اسی وجہ سے شیخ

الہند کی ہندوستان واپسی کے اشتیاق کے ساتھ، ترجمہ قرآن مجید کی دید اور اس سے استفادہ کا بھی بیحد شوق تھا۔ جب شیخ الہند بمبئی کے ساحل پر جہاز سے اترے، اس وقت ملک کے سینکڑوں منتخب وممتاز، اصحاب وعلماء، استقبال وپیشوائی کے لئے حاضر تھے، جس میں اخبار مدینہ اور مدینہ پریس بجنور کے مالک، مولوی مجید حسن صاحب بھی شامل تھے۔ مولوی صاحب اس ترجمہ کے متعلق اچھی طرح جانتے تھے اور نہایت مشتاق اور آرزومند تھے کہ، یہ دُرِ بے بہا میرے ہاتھ آئے، مجھے اس کی اشاعت کی سعادت وتوفیق نصیب ہو اور یہ گراں بہا تحفہ میرے ذریعہ سے، ہندی ملت اسلامیہ کے لئے سرمایۂ بصیرت اور نور نظر بنے۔

مولوی مجید حسن صاحب کے پوتے، جناب منیر حسن صاحب کا کہنا ہے کہ،[۱] مولوی مجید حسن صاحب نے اسی وقت، اس ترجمہ کی اشاعت کے لئے شیخ الہند سے اپنی اس دلی تمنا کا اظہار اور ترجمہ کے حقوق حاصل کرنے اور اس کی طباعت کے درخواست پیش کردی تھی، مگر ظاہر ہے کہ اس شدت جذبات اور ہجوم خلائق کے وقت، اس بات کو زیادہ آگے بڑھانے کا موقع نہیں تھا، دیوبند پہنچ کر، شیخ الہند بے پناہ مصروفیات میں گھر گئے تھے، زندگی کے آخری دنوں تک [ہندوستان میں قیام کی مدت کل چھے ماہ ہے] اس پر توجہ کا زیادہ موقع نہیں ملا، شیخ الہند کے شب وروز کے

(۱) میں جناب منیر حسن صاحب کا ممنون ہوں کہ جب میں مدنیہ بلڈنگ بجنور حاضر ہوا، تو موصوف نے بھر پور تعاون کیا، اس موضوع پر اپنی معلومات سے نوازا، حواشی علامہ عثمانی کے اصل مسودات کی زیارت کرائی، پہلی طباعت کی دید سے مسرور کیا اور کام ودہن کی ضیافت بھی فرمائی، دلی شکریہ! ——— اس کے لئے موصوف کی مرحوم پھوپھی زاد بہن، محترمہ عابدہ سمیع الدین صاحبہ کا شکریہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے ایک علمی منصوبہ ''آزادی کی تحریک میں مسلمان عورتوں کا حصہ'' کی تحریر وتالیف کے لئے، مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کے ذخیرہ سے استفادہ کے لئے، کاندھلہ آئی تھیں، دوتین روز ٹھہریں اور منیر صاحب سے رابطہ کرکے، ترجمہ شیخ الہند اور حواشی علامہ عثمانی سے استفادہ میں تعاون کی خاص ہدایت کی۔ جزاھما اللہ خیر الجزاء

متواتر مشاغل، اور ملاقاتیں جاری تھیں کہ بیمار ہوگئے، مگر سخت بیماری، جسمانی انحطاط اور کمزوری کے باوجود، سفر اور ضروری معاملات پر توجہ فرماتے رہے، بالآخر اسی میں رحلت گرائے راہ آخرت ہوگئے، لیکن مولوی مجید حسن کی، ترجمہ شیخ الہند کو، اپنے مدینہ پریس سے، آب وتاب سے چھاپنے کی جو تمنا تھی، وہ برابر زندہ وتوانا رہی۔ مولوی صاحب اس کے لئے متواتر کوششیں کرتے رہے، بالآخر ۱۲؍ ذی قعدہ ۱۳۴۱ھ [۲۸؍ جون ۱۹۲۳ء] کو، مولوی صاحب شیخ الہند کے وارثین سے معقول معاوضہ پر، اس کی اشاعت کے دائمی حقوق حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے اور فوراً ہی اس دولت بے بہا کو عام کرنے اور اس کی اشاعت کے سروسامان میں لگ گئے تھے۔

مولوی مجید حسن صاحب اس ترجمہ کو، جس اعلیٰ معیار اور شایان شان طریقہ پر شائع کرنا چاہتے تھے، وہ بہت مشکل، دیر طلب، نہایت محنت کا اور جانگداز کام تھا، مگر مولوی صاحب کی بے پناہ لگن اور بلا تکلف کثیر خرچ نے، اس مشکل دیر طلب کام کو آسان کر دیا۔ بہت بلند معیار، بے نظیر کتابت، اعلیٰ درجہ کے غیر ملکی کاغذ اور خوبصورت ترین طباعت سے منور وآراستہ ہوکر، یہ گراں قدر دلکش تحفہ، رجب ۱۳۴۴ھ [فروری ۱۹۲۶ء] میں مکمل ہوکر، پریس سے نکلا اور قدر دانوں کے ہاتھوں میں پہنچا۔

پہلی طباعت، تعارف اور خصوصیات: ترجمہ شیخ الہند کی پہلی اشاعت، حسن کتابت، لوازم طباعت کی رعنائی، آرائش زیبائش کے علاوہ، اپنے اضافی مشتملات ومندرجات کی وجہ سے بھی، بعد کی تمام طباعتوں سے ممتاز ومنفرد ہے۔ اس میں کئی ایسی تحریریں اور خاص مضامین چھپے تھے، جو اپنی اہمیت کے باوجود، بعد کی طباعتوں میں شامل نہیں کئے گئے۔ چوں کہ اب اس طباعت کے نسخے کم یاب ہیں، اس لئے اس طباعت اور اس کے جملہ مندرجات کا، کسی قدر مفصل تعارف پیش ہے۔

دیدہ زیب سرورق: ہر اک کتاب دیکھنے پڑھنے والے کی، پہلی نظر اس کے سرورق

[ٹائٹل] پر جاتی ہے، یہی بات اس اشاعت اور ترجمہ قرآن مجید کی بھی ہے، اس پر نگاہ جاتے ہی دیکھنے والا بے ساختہ سبحان اللہ! کہہ اٹھتا ہے۔ کیا دلکش، خوبصورت ٹائٹل ہے، جو اعلیٰ درجہ کے آرٹ پیپر پر چھپا ہے، خوشنما، خوش رنگ، بیل بوٹوں سے مزین، ایسا جاذب نظر ہے کہ دیکھتے ہی رہیئے۔ اس کے بعد عام معمول کے مطابق اندرونی سرورق ہے، جو سادہ کاغذ پر ہے، تیسرا صفحہ مولوی مجید حسن کی قلم سے نوائے حمد سے لبریز ہے، اس صفحہ کی کتابت وطباعت اور نوائے حمد کے الفاظ، ایک ادبی تحفہ اور یادگار تحریر ہیں، کاش یہاں اس کو جوں کا توں پیش کیا جاسکتا، نقل میں وہ بات اور تاثر پیدا نہیں ہوسکتا، جو اصل کے دیکھنے سے ہوتا ہے۔ یہ حمد، اس کے الفاظ اور اس کی کتابت، آج بھی اسی طرح زندہ اور تر وتازہ معلوم ہوتی ہے، جیسی پہلی اشاعت کے وقت تھی...... ملاحظہ ہو:

نوائے حمد

پاک ہے وہ ذات حیّ وقیوم، جس کی عمیم الاحسانی نے ایک بندۂ خاطی وعاصی کو نوازا اور اپنے فیوض بے پایاں وانعاماتِ بے کراں سے بہرہ اندوز فرمایا۔ یہ گدائے تہی دامن، اپنے ربّ قدوس کی بارگاہِ اعلیٰ میں ، ہزار در ہزار ارمغان تشکر ومنت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے، جس نے محض اپنی توفیق نامتناہی سے، ایسے کارِ عظیم کو حسنِ انجام عطا فرمایا۔

یارائے زباں کو کہ ثنائے تو کنم — توصیف کمالِ کبریائی تو کنم
چیزے بہ بساط من تہی دامن نیست — جانے کہ تو دادۂ فدائے تو کنم

شعبان المعظم ۱۳۴۴ھ ہجری۔ محمد مجید حسن غفرلہ

اس کے بعد، طابع وناشر کی جانب سے ایک مفصل گذارش ہے، جس میں اس اشاعت کی کچھ تاریخ اور اس طباعت کا پس منظر بیان کیا گیا ہے، یہ پوری تحریر لائق مطالعہ ہے۔

ترجمہ شیخ الہند ممتاز علماء، اور اہل نظر کی نگاہ میں: اس کے اختتام پر، ترجمہ شیخ الہند کے متعلق ممتاز علماء کی رائے اور تأثرات نقل کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ مولوی مجید حسن نے مکمل ترجمہ کی طباعت سے پہلے، اس ترجمہ اور افادات شیخ الہند پر مشتمل دو پارے، نمونہ کے طور پر چھپوا کر، اس وقت کے ممتاز ترین علماء، فاضل اور اہل قلم کو، ملاحظہ وتبصرہ کے لئے بھیج دیئے تھے۔

ان حضرات کے جو جوابات یا تحریریں موصول ہوئیں، وہ اس عنوان کے تحت، درجہ بدرجہ شامل ہیں، سب سے پہلے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (انبیٹھوی، مہاجر مدنی، مصنف بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد) کی رائے درج کی گئی ہے، دوسرا گرامی نامہ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا ہے، جو کامل اختصار کے باوجود، اپنے آپ میں ایک مکمل تبصرہ ہے۔ نیز علامہ شبیر احمد عثمانی کا تأثر اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی تحریر شامل ہے، [رحمہم اللہ] مولانا خواجہ عبدالحی، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا نصر اللہ خاں صاحب، معاون مدیر مدینہ اخبار وغیرہ کی رائیں بھی درج ہیں۔

تقریظات وتبصروں کا سلسلہ پورا ہو کر، مقدمہ ترجمہ قرآن مجید شروع ہوا ہے، یہ مقدمہ پہلی طباعت میں ص: ۵ سے ص: ۱۲ تک آیا ہے۔

اس کے بعد تین صفحات [۱۳-۱۴-۱۵] پر مختصر فہرست مضامین قرآن مجید ہے، اسی پر یہ سلسلہ افادات ومضامین ختم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد ایک سلسلہ صفحات ومضامین اور ہے، اس کی ابتداء شیخ الہند کے حالات پر، حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی تحریر سے ہوتی ہے، اس تحریر میں

مولانا مدنی نے، شیخ کی زندگی کے کچھ ایسے گوشوں کا ذکر کیا ہے، جس کا شیخ الہند پر کسی بھی تحریر وتالیف، بلکہ خود مولانا مدنی کی اور تحریرات میں بھی، تذکرہ نہیں ہے۔ ص: ۳، ۴ پر بدرالحسن جلالی صاحب [معاون مدیر اور مہتمم مدینہ پریس بجنور] کے قلم سے: عرض نیاز بدر ہے، اسی کے آخری حصہ میں، ترجمۂ شیخ الہند کی تاریخ طباعت پر قطعات تاریخ نقل کئے گئے ہیں۔ سب سے آخری صفحہ پر، حقوق اشاعت محفوظ ہونے کا اعلان ہے۔

مولوی مجید حسن کا ایک مفصل اشتہار:

اس ترجمہ وطباعت کے تعارف کے لئے، مولوی مجید حسن نے اس طباعت کا آغاز ہوتے ہی، ترجمہ شیخ الہند کے اس نسخہ کے تعارف پر، ایک بڑا اور خاصا مفصل اشتہار، اپنے اخبار مدینہ بجنور کے ۱۳ر اگست ۱۹۲۳ء [۲۹ر ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ] کے ضمیمہ کے طور پر، علیحدہ شائع کیا تھا۔ یہ اشتہار دو بڑے صفحات پر مشتمل ہے، جس میں ایک جانب، ترجمہ شیخ الہند کی پہلی طباعت کی، اصل اشاعت کی پیمائش کے مطابق، سورۂ بقرہ کی چند آیات کا ترجمہ اور حاشیہ پر اس کے فوائد، اصل تحریر وکتابت میں دیئے گئے ہیں، یہ پہلی طباعت کے صفحہ: ۶۵ کا عکس ہے۔ دوسرے صفحہ پر "مژدۂ عظیم وبشارت عمیم" کے عنوان سے مفصل تحریر ہے، اس تحریر سے اس ترجمہ کے لئے، شیخ الہند کے فکر واہتمام اور بعض ایسی باتوں کا علم ہوتا ہے، جس کا کہیں اور تذکرہ نہیں آیا۔ اس لئے یہ پورا اشتہار یہاں نقل کیا جاتا ہے:

بندگانِ اسلام وغلامانِ محمدی کے لیے
مژدۂ عظیم وبشارت عمیم

رنگہا در طبع اربابِ صفا آمیختہ ... نکتہ ہا درخاطر اہل بیاں انداختہ
آنچناں شمع براہ کج رواں افروختہ ... ایں چنیں گنجے، بجیب مفلساں انداختہ

یعنی

شیخ المشائخ، قطب الاقطاب، راس المحدثین، زبدۃ المفسرین، حضرت شیخ الہند

مولانا وسیدنا **محمود حسن** نور اللہ مرقدہ کا، مقدس ومطہر

اردو ترجمہ قرآن مجید، موسومہ بہ موضح فرقان

جس کے دس پاروں کا ترجمہ، مولانا مرحوم وطن شریف (دیوبند) میں فرما چکے تھے، اس کے بعد حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے اور اس اہم مقصد کی تکمیل کے لئے، مولانا کئی صندوق کتابوں کے بھی اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔ چنانچہ باقی بیس پاروں کا ترجمہ، حضرتؒ نے بحالت اسیری جزیرہ مالٹا میں مکمل فرمایا، ان آخری بیس پاروں کی عربی، مولانا حسین احمد صاحب مدنی[کی یادگار ہے] اور ترجمہ حضرتؒ کے مبارک قلم کا لکھا ہوا ہے، اس مقدس خدمت کے اندر، حضرت مولانا حسین احمد صاحب، مولانا محمد مبین صاحب اور مولانا عزیر گل صاحب کے مبارک ہاتھ بھی شامل ہیں۔

عنقریب نہایت آب وتاب، صحت کاملہ وکتابت نادرہ

کے ساتھ دفتر اخبار مدینہ، بجنور، یوپی سے شائع ہونے والا ہے۔ اس مقدس ترجمہ کی بنیاد جس حسن انتظام وخوبی اہتمام، جانفشانی پیہم وعرق ریزی مسلسل سے، حضرت مولانا ممدوح نے فرمائی ہے، وہ ہندوستان بھر میں، ایسے عظیم الشان مقصد کی، تکمیل حسنہ کی، بے نظیر مثال ہے۔

قرآن کریم کے تمام موجودہ معتبر وغیر معتبر اردو فارسی ترجمے، معہ تفاسیر مختلفہ متداولہ وغیر متداولہ کے، پیش نظر رکھ کر، عالی استعداد اور ذی علم طلبا کو شریک کار بنایا، عربی دواوین وکتب ادبیات کی امداد واعانت لے کر، اردو کی سلاست وبامحاورگی

کواردولغات سے مستند کیا، علمائے متبحر اس بحث میں شریک ہوتے، حضرت شاہ عبدالقادر قدس سرہ کے اردو ترجمہ پر مبسوط بحث فرما کر، اپنا قول فیصل دیتے اور پھر ترجمہ ثبت فرماتے۔ صحیح معنٰی میں یہ موضح فرقان، حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ کی ترمیم ہے، جو حسن بر بالائے حسن کا مصداق ہے، حضرت شاہ صاحب کا ترجمہ اور پھر مولانا کی ترمیم، سبحان اللہ!

آج یہ بندۂ ناچیز، عبد خاطی، خادم قوم وملت، فقیر مجید حسن، مالک اخبار مدینہ، جمیع برادران اسلام کی خدمت میں، اس نعمت عظمٰی ودولت کبریٰ کا اصلی **نمونہ رنگین**، پیش کرنے کی سعادت وعزت حاصل کرتا ہے۔ نمونہ جملہ کیفیات، مثلاً تقطیع وکاغذ، کتابت وطباعت کی ایک تشریح ہے۔ رنگ پختہ اور چھاپہ کا ہے نہ کہ دستی، جیسا کہ عموماً قاعدہ ہے، گویا کل موضح فرقان دو مرتبہ چھپے گا، ایک مرتبہ رنگین روشنائی سے اور دوسری مرتبہ سیاہ روشنائی سے۔ اس ترجمہ کے تمام حقوق تالیف واشاعت، حضرت نور اللہ مرقدہ کی صاحبزادیوں اور برادران محترم نے، حسب قانون مروجہ باضابطہ بیع ہونے کے بعد، میرے نام محفوظ فرمادیے ہیں۔

نمونہ خدمت میں ارسال ہے

ہدیہ مجلد: پندرہ روپیے۔ جو کرم فرما پیشگی قیمت ادا فرمائیں گے، ان سے دس روپیے ہدیہ لیا جائے گا۔ یہ سہولت ان برادران اسلام کے لئے رکھی گئی ہے، جن کے شوق بے پایاں نے، ابھی سے طلب صادق کا اظہار شروع کر دیا ہے، امید ہے کہ ارباب ذوق، فوراً ہدیہ پیشگی روانہ فرما کر، اپنا اسم گرامی درج رجسٹر فرمائیں گے۔

المشتہر: خاکسار مجید حسن مالک اخبار مدینہ بجنور، (یوپی)

فوائد موضح فرقان: حضرت شیخ الہند نے حضرت شاہ عبدالقادر کی پیروی میں، ترجمہ شاہ عبدالقادر کی توضیح و تسہیل کے بعد، حضرت شاہ کے فوائد کے طرز پر، پورے ترجمہ پر مفصل افادات فوائد لکھنے کا بھی فیصلہ کرلیا تھا، مالٹا میں ترجمہ قرآن مجید اور نظر ثانی کا عمل پورا ہونے کے بعد، افادات لکھنے شروع کردیئے تھے۔شیخ نے ان افادات کا کیوں ارادہ کیا، اس کے کیا مقاصد تھے، ان میں شیخ الہند کیا پیش کرنا چاہتے تھے۔اس کی شیخ الہند نے ان الفاظ میں وضاحت فرمائی ہے:

> فوائد کے متعلق یہ عرض ہے کہ موضح قرآن کے جملہ فوائد کے لینے کا التزام کیا گیا ہے، مگر شاذ و نادر کہ کسی وجہ سے اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں سمجھی اور فوائد میں، چونکہ ہر طرح سے گنجائش اور وسعت ہے، ترجمہ کی طرح قید اور تنگی نہیں، تو اس لئے ہم نے اکثر یہ کیا ہے کہ حضرت ممدوح کے فوائد کو اپنی عبارت میں بیان کیا ہے اور تقدیم و تاخیر تغیر و تبدل، اجمال و تفصیل وغیرہ امور سے احتراز نہیں کیا اور بہت سے فوائد بالاستقلال مفید اور نافع سمجھ کر، مختلف موقعوں سے لے کر، اپنی رائے سے بڑھا دیے ہیں، اور حضرت شاہ صاحب کی تقلید کی وجہ سے، ترجمہ میں اگر کسی جگہ قدرے تنگی رہ گئی، تو اس کے بدلے میں، مکافات سے بھی زائد فوائد میں، اس کو واضح کردیا گیا ہے، اور بغرض تشریح و تسہیل و تکمیل فوائد کی تکثیر کو، ہم نے اختیار کیا، فوائد میں طول ہوجانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے، کہ جو کوئی مترجم فوائد لکھتا ہے، وہ صرف کلام مجید کے متعلق لکھتا ہے اور احقر کو اس کے علاوہ، حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ کے متعلق بھی، بعض مواقع میں کچھ کچھ عرض کرنے کی نوبت آتی ہے۔

کیونکہ ہماری تمام سعی کا لب لباب، دراصل ترجمہ موصوف کی خدمت گذاری ہے وبس! چونکہ بعض بعض مقامات پر کچھ کچھ ترمیم کرنے سے، حقیقت میں یہ دوسرا ترجمہ نہیں ہوگیا، اس لئے اس کا کوئی نام، مستقل مقرر کرنا بھی ٹھیک نہیں تھا، مگر صرف دفع التباس اور رفع اشتباہ کی مصلحت سے، مناسب معلوم ہوا کہ اگر اصل ترجمہ کے نام کے علاوہ، اس کا بھی کچھ نام رکھ دیا جاوے، تو التباس واشتباہ سے پورا بچاؤ رہے گا"۔

گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ، شیخ نے ترجمہ مکمل کرنے کے بعد، حواشی وافادات کی تحریر پر توجہ فرمائی تھی، افادات کی تحریر سورۂ نساء تک پہنچی تھی، کہ مالٹہ سے رہائی کے احکامات آگئے، کیوں کہ واپسی کے جہاز کی تاریخ کی اطلاع آسکتی تھی، اس لئے تمام علمی تصنیفی مشغلہ ختم ہوا، سامان باندھ لیا گیا تھا، مگر سفر میں کسی قدر دیر ہوگئی، ۲۲/ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ [۱۲/ مارچ ۱۹۲۰ء] کو مالٹہ سے واپسی کے سفر کا آغاز ہوا۔

ہندوستان پہنچنے پر، پورا ملک حضرت شیخ الہند کے انتظار میں چشم براہ تھا، حضرت مولانا، جو سراپا جہد وعمل تھے، اپنی پرانی خدمات میں منہمک ہوگئے تھے۔ تحریک خلافت اور ملی سیاسی جدوجہد کی وجہ سے، ملک میں جوش وخروش تھا اور بے شمار موقعوں پر جانے، اور رہنمائی کرنے کی ضرورت تھی۔ شیخ الہند نے ہر اک پر توجہ فرمائی، بالآخر اسی مسلسل مصروفیت کے ہجوم میں بیمار پڑ گئے اور اسی میں وفات ہوگئی، اس لئے یہ افادات سورۂ نساء سے آگے نہ بڑھ سکے۔ اشاعت کے لئے تیاری کے وقت جو حواشی کو دیکھا گیا، تو واضح ہوا کہ شیخ الہند کے لکھے ہوئے، سورۂ آل عمران کے حاشیے، ان کے کاغذات میں جو [ترجمہ قرآن کریم کے مسودات اور مقدمہ وغیرہ کے ساتھ] شیخ الہند کے ورثاء سے، مولوی مجید حسن صاحب کو ملے تھے، موجود نہیں تھے۔ مولوی

صاحب، ترجمۂ شیخ الہند کے ساتھ، تمام حواشی وافادات کی اشاعت کا اعلان کر چکے تھے، قارئین کو دونوں کا شدت سے انتظار تھا، اس لئے ناتمام افادات ہی چھاپنے کا فیصلہ کرلیا اور سورۂ آل عمران کے جو حاشیے دستیاب نہیں تھے، ان کی جگہ افادات شاہ عبدالقادر درج کر دیئے گئے، سورۂ نساء کی بعد کے افادات اور حواشی، جس کے لکھنے کا شیخ الہند کو موقع ہی نہیں ملا تھا، ان کی کمی بھی شاہ عبدالقادر کے افادات سے پُر کی گئی۔ یعنی ترجمہ شیخ الہند کی سب سے پہلی اشاعت [۱۳۴۴ھ] میں، صرف سورۂ فاتحہ، سورۂ بقرہ سورۂ نساء پر، شیخ الہند کے افادات تھے اور تمام سورتوں کے حاشیے اور افادات موضح قرآن، شاہ عبدالقادر سے لئے گئے تھے۔

ترجمۂ شیخ الہند کی کتابت کے لئے کاتبوں کا انتخاب: اس ترجمہ کو عمدہ طباعت سے آراستہ کرنے کے لئے پہلا مرحلہ، متن کی اور ترجمہ کی نفیس کتابت کا تھا، متن کی کتابت کے لئے اس وقت کے ایک بلند پایہ خوش نویس، منشی محمد قاسم لدھیانوی کی خدمات حاصل کی گئیں، جو خط نسخ اور قرآن کریم کے مشہور کاتب تھے اور مایۂ ناز خطاط شمار کئے جاتے تھے۔ حواشی کی کتابت کے لئے، نستعلیق کے ایک اور باکمال مشہور کاتب منشی عبدالقیوم[۱] مرادآبادی کا انتخاب ہوا، منشی عبدالقیوم بھی اپنے فن میں یکتا تھے۔ کاتبوں کے قران السعدین کے اجتماع کے بعد، ترجمۂ شیخ الہند کی کتابت کا آغاز ہوا، متعدد علماء، جید حافظوں کی ایک جماعت، کتابت کا مقابلہ اور اس خطاطی کی نگرانی کے لئے مقرر تھی، مولوی مجید حسن بھی نہایت مصروفیت کے باوجود، تصحیح کے کام میں خود شریک رہتے تھے، اس طرح فاضلین وکاملین کی ایک جماعت کی کوششوں سے، اس دُرِ یکتا کی اشاعت کے لئے کتابت وتحریر مکمل ہوئی۔

(۱) منشی عبدالقیوم کا ہندوستان کے بڑے خطاطوں میں شمار ہوتا تھا، مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی [جو کتابت وتحریر میں نہایت باریک بیں اور صاحب نظر تھے] اپنی تفسیر: ترجمان القرآن کی کتابت کے لئے، منشی عبدالقیوم صاحب کو، خاصی چھان بین کے بعد منتخب کیا تھا، منشی عبدالقیوم، مولوی عبدالملک جامعی، مہاجر مدنی کے والد تھے۔

چوں کہ مولوی مجید حسن ترجمۂ شیخ الہند کی طباعت، عام معیار طباعت سے بہت ممتاز اور نمایاں چاہتے تھے، اس لئے پتھر کی سادہ چھپائی کو نظر انداز کر کے، پورے قرآن مجید کے متن اور ترجمہ کی طباعت کے لئے، بلاک بنوائے گئے۔ مولوی مجید حسن صاحب نے اس کا پہلا ایڈیشن، بڑے اہتمامات وتکلفات کے ساتھ، قرآن مجید کے عام اور مقبول سائز سے، بڑے سائز پر، بڑی تعداد میں چھپوایا تھا، جس پر خرچہ بھی عام کتابوں اور طباعتوں سے بہت زیادہ ہوا تھا اور اس کی قیمت بھی، اگرچہ لاگت سے ذرا زیادہ، صرف پندرہ روپئے رکھی گئی تھی، مگر پھر بھی یہ قیمت، اس وقت کی قیمتوں کے لحاظ سے، بہت زیادہ تھی [اگر اس ترجمہ کو، اسی شان آن بان سے، اسی پیائش کے عمدہ کاغذ پر چھاپا جائے تو فی نسخہ لاگت ہزار بارہ سو روپئے سے کم نہ ہوگی] بہر حال یہ ترجمہ چھپا، غلغلہ اس کا پہلے سے برپا تھا، چھپتے ہی تبرک کی طرح، ہاتھوں ہاتھوں نکل گیا، ناشر کو فوراً ہی دوسری، پھر تیسری اشاعت کی ضرورت ہوئی۔ اس مقبولیت اور پذیرائی کی وجہ سے مولوی مجید حسن صاحب کے دل کی کلی کھل گئی، انہوں نے اس ترجمہ کو پڑھنے والوں کی عمر، بصارت کی سہولت اور قوت خرید کا خیال رکھتے ہوئے، بڑی پیائش سے حمائل تک، پانچ سائزوں میں، علیحدہ علیحدہ چھاپنے کا انتظام کر لیا۔ جس سے اس کی مقبولیت وپذیرائی، کہیں سے کہیں پہنچ گئی۔

اس کے بعد یہ رائے ہوئی کہ ہر اک کے لئے، یکساں اعلیٰ معیار کا اور بھاری قیمت کا قرآن مجید خریدنا آسان نہیں ہے، اس لئے اول پانچ میں سے، ہر اک طباعت کو دو قسم پر شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جس کو بعد میں اور وسیع کر کے، تین طرح کی طباعت کا معمول ہو گیا تھا، ہر اک سائز کی طباعت کے تین نسخے ہوتے تھے، اعلیٰ ترین، اوسط اور سادہ معمولی، اس تقسیم وترتیب اور تجارت وفروخت کے تیز رفتار، انتظامات کی وجہ سے، یہ ترجمہ، اشاعت وپذیرائی میں اونچی سے اونچی اڑان بھرتا چلا گیا۔

مولوی مجید حسن صاحب کے پوتے، مکرمی منیر حسن صاحب نے بتایا، کہ مولوی مجید حسن صاحب نے، ترجمہ شیخ الہند کی طباعت کے لئے، مدینہ پریس کا سب سے عمدہ حصہ اور اعلیٰ ترین پریس علیحدہ کردیئے تھے، ان پر سنہ ۱۹۴۷ء تک ترجمہ شیخ الہند کے علاوہ کچھ نہیں چھپا، سال کے بارہ مہینہ، اس پر ترجمہ شیخ الہند کی طباعت جاری رہتی تھی، ہر اک سائز اور ہر اک اعلیٰ، درمیانی اور عام نسخہ، ایک مرتبہ میں، پانچ ہزار چھپتا تھا، ابھی اس کی طباعت کا کام ختم نہیں ہوتا تھا، کہ دوسری قسم کی طباعت کی ضرورت سامنے آجاتی تھی، وہ ختم ہوتا تو کسی اور کا نمبر لگ جاتا، اس طرح پریس کا ایک اعلیٰ ترین بڑا حصہ، پورے سال اسی بابرکت خدمت میں مشغول رہتا تھا۔ منیر صاحب کی روایت ہے، کہ مولوی مجید حسن صاحب نے یہ بھی طے کررکھا تھا، کہ ہر قسم کی طباعت کے، ایک ساتھ پانچ ہزار نسخے چھپیں گے، ہمیشہ اسی پر عمل ہوا اور ہمیشہ طباعت اور پذیرائی کا یہ عمل جاری رہا۔ فجزاہ اللّٰہ عنا وعن المسلمین خیر الجزاء.

مولوی مجید حسن کا شیخ الہند کے نہج پر تمام قرآن شریف کے فوائد لکھوانے کا فیصلہ، اس کے لئے متعدد علماء سے رابطہ اور اس راہ کی مشکلات:

پچھلے صفحات میں گزر گیا ہے، کہ شیخ الہند نے، اس ترجمہ پر جو فوائد وافادات لکھنے شروع کئے تھے، وہ سورۂ نسا تک پہنچ کر رہ گئے تھے، شیخ کو ان کو پورا کرنے کی فرصت ہی نہیں ملی، اس لئے جب مولوی مجید حسن نے اس کو پہلی مرتبہ شائع کیا، تو جو حصہ ناتمام تھا، اس پر شیخ الہند کے حواشی وافادات نہیں تھے، اس کو حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے افادات سے پر کردیا تھا۔ اس نسخہ اور افادات شیخ الہند کی غیر معمولی پذیرائی ہوئی اور محسوس ہوا کہ سورۂ نساء کے بعد، حضرت شاہ عبدالقادر کے افادات درج کردینا

کافی نہیں ہے، اہل علم، اہل ذوق کی طلب کچھ اور ہے، وہ شیخ الہند کے اصول وترتیب پر، تمام قرآن مجید کے مطابق، نئے حواشی اور افادات پڑھنا چاہتے ہیں، لہٰذا مولوی مجید حسن نے اسی نہج پر، تمام قرآن مجید کے فوائد لکھوانے کا ارادہ کرلیا۔ مولوی مجید حسن نے اعلان کیا کہ:

''اب عزم مصمم ہے کہ ان شاء اللہ بقیہ حواشی بھی، اس تفصیل وخصوصیت کے ساتھ، جسے مولانا نے ملحوظ رکھا ہے، کسی معتبر عالم اور دوسرے علماء کے مشورہ سے پورا کراکے، اشاعت آئندہ میں درج کردیئے جائیں۔''[1]

علوم قرآنی کی شرح وترجمانی میں، علامہ شبیر احمد عثمانی شیخ الہند کے مثنی اور نمائندہ ولسان تھے، اس لئے شیخ الہند کی فکر، اسلوب، جامعیت اور تاثیر وقرآن فہمی، ہر اک کی اسی نہج پر اور دریا بہ کوزہ کے طریقہ کو چراغ راہ بنا کر، کام کرنے کے لئے، مولوی مجید حسن کا، علامہ شبیر احمد سے رابطہ، گویا فطری انتخاب اور حق کو، حق دار کے حوالہ کرنے کا اعلان تھا۔ مولوی صاحب نے اس خدمت یا شیخ الہند کے مرتبہ، نامکمل حواشی اور افادات کو پایہ تکمیل تک پہنچادینے کے لئے، علامہ سے خط وکتابت اور ملاقاتیں کیں اور یہ حواشی لکھ دینے، مکمل کرنے کی درخواست کی، مگر علامہ، خاصی کوشش کے باوجود، اس کے لئے تیار نہیں ہوئے، معذرت فرمادی۔

مولانا حسین احمد مدنی سے حواشی لکھوانے کا خیال اور اس میں ناکامی: مولوی مجید حسن نے دوسری کوشش کے طور پر، حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے سلسلہ جنبانی کی، مولانا اس کے لئے تیار ہوگئے، اس خدمت کا معاوضہ اور معاونین کے لئے، تنخواہ وغیرہ کے معاملات بھی طے ہوگئے تھے۔ حضرت مولانا مدنی نے، حضرت شیخ کے افادات کی تکمیل کی سعادت حاصل کرنے کے لئے، مولوی مجید حسن کے اصرار اور فرط تعلق کی وجہ سے، اس

(۱) تمہید مرتبہ مولوی مجید حسن صاحب [طبع اول، بجنور ۱۳۴۴ھ]

کاارادہ فرمالیا تھا، مولوی مجید حسن نے، اس کے لئے حضرت مولانا کے، ایک معاون ومددگار کو، دوسوروپئے مہینہ، یافی سیپارہ معاوضہ بھی دینا شروع کردیا تھا، لیکن حضرت مولانا مدنی، مسلسل سفروں، دینی علمی سماجی، اصلاحی، سیاسی، مصروفیات میں، ہمہ وقت گھرے رہنے کی وجہ سے، چاہتے ہوئے بھی اس پر، پوری توجہ نہ فرماسکے۔ دوسال میں، ایک پارہ کے حواشی اورافادات مکمل کرنے کا بھی، موقع نہ ملا، تو مولانا مدنی نے اس خدمت سے معذرت چاہ لی اور جو معاوضہ طے ہوا تھا، وہ جوں کا توں واپس کردیا۔[۱]

حاشیہ ترجمہ شیخ الہند کی خدمت کے لئے آمادگی، اپنی مصروفیت کی وجہ سے اس سے

(۱) پاکستان میں ترجمہ شیخ الہند کے سلسلہ میں شائع بعض تحریرات میں، ایک صاحب نے لکھا ہے کہ، حضرت مولانا مدنی کے حواشی بہت فاضلانہ اور عالمانہ تھے، اس لئے ان سے معاملہ ختم کرکے، دوبارہ مولانا شبیر احمد عثمانی سے کم درجہ کے [گویا معمولی اور عامیانہ] حواشی لکھوالئے گئے، یہ الفاظ کس درجہ تعصب اور بدنیتی پر مبنی ہیں کہنے کی ضرورت نہیں! ان کلمات سے لکھنے والے کے جہل، علم سے دوری اور قرآن کے ترجموں اور حاشیوں اور حل مطالب سے بے خبری کا صاف پتہ چل رہا ہے۔

اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہوشیار باش　　　اے گرفتار ابوبکرؓ وعلیؓ، ہوشیار باش

جو عقلمند ان حاشیوں کو، کم درجہ کا یا عامیانہ لکھ رہے ہیں، ان کو شاید قرآن فہمی اور مطالب قرآن مجید سے ذرا بھی تعلق نہیں، علامہ عثمانی کے حواشی کے لئے، اہل علم اہل نظر کی رائے تو یہ ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانی نے، ان حاشیوں میں قرآن فہمی کا بے نظیر نمونہ پیش کیا ہے، اور مختلف موقعوں پر عقلی کلامی سوالات کے جوابات، اس خوبصورتی جامعیت گہرائی اور وسعت نظر سے تحریر کئے ہیں، کہ ان پر اضافہ ناممکن نہیں تو سخت مشکل ضرور ہے۔

علامہ عثمانی کی قرآنی بصیرت، اللہ! اللہ! پھر اس گہرے عالمانہ، وسیع مطالعہ کو اپنی نہایت اونچی علمی سطح سے اتر کر، اپنے علم کو اردو کے سادہ الفاظ میں پرونا اور پیش کردینا، قرآن مجید کا ایک اعجاز ہی کہا جاسکتا ہے، تعصب، غلو، کم علمی اور جہل کا برا ہو کہ وہ ہر جگہ اپنی بے بصیرتی کا کچھ نہ کچھ اظہار ضرور کرتا ہے، اور اپنی محدود فکر کے اثرات ضرور نقش کردیتا ہے۔

متوقع معقول آمدنی سے دست برداری کا حضرت مولانا مدنی نے بھی، اپنی ایک تحریر میں تذکرہ کیا ہے۔لکھا ہے:

''میرے لئے فوائد ترجمہ قرآنی کے لکھنے پر، معتد بہ تنخواہ موجود ہے'' [۱]

مولانا عبدالرحمٰن صدیقی امروہوی سے تحریر حواشی کیلئے رابطہ اوراس کا انجام: جب شیخ الہند کے بڑے علمی نمائندوں اور گویا جانشینوں، حضرت مولانا مدنی اور علامہ عثمانی سے، ناامیدی ہوگئی، تو مولوی مجید حسن صاحب کی، اسی کاروانِ علم کے ایک اور بڑے شہ شہوار، مولانا عبدالرحمٰن صدیقی امروہوی پر [جو حضرت مولانا احمد حسن امروہوی کے خاص شاگرد اور تربیت یافتہ تھے] نظر گئی۔

مولانا عبدالرحمٰن امروہوی، بعض شرائط کے ساتھ، اس کے لئے تیار ہوگئے تھے، کام شروع ہوگیا تھا، لیکن مولانا امروہوی اچانک اس سے رک گئے، علیحدہ ہوگئے تھے۔ مولوی مجید حسن کے اصرار، وضاحتوں اور معاملہ کی صفائی کے باوجود، کسی طرح بھی آگے بڑھنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اس وقت مولوی مجید حسن صاحب نے مولانا امروہوی کو ایک مفصل خط لکھا تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ اس کے لئے مسلسل سرگرم تھے، اور ایسی سازشیں اور کوششیں کررہے تھے، کہ مولوی مجید حسن صاحب کا، ترجمہ شیخ الہند مکمل کرانے کا منصوبہ پورا نہ ہو اور اس کے لئے، جن علماء سے رابطہ کیا گیا ہے، وہ اس معاملہ اور افادات کی تحریر و تالیف سے الگ ہوجائیں۔ خود مولوی مجید حسن صاحب نے اپنے ایک خط میں، اس سازش اور مخالفین کی اس کوشش کا، اس طرح اظہار کیا ہے:

''مولانا! دراندازوں کا حال، مجھے اچھی طرح معلوم ہے، مولانا حسین

(۱) اخلاق حسینی، مرتبہ مولانا محمود بایزید افریقی ص:۹۳، [نعیمیہ، دیوبند، بلاسنہ]

احمد کے فوائد لکھنے میں بھی، لوگ مزاحم ہوئے، اب معلوم ہوتا ہے کہ
آپ پر بھی، اثر ڈالا جا رہا ہے"۔[1]

علامہ عثمانی سے تحریر حواشی کے لئے مکرر درخواست اور اس کی پذیرائی: مولوی مجید حسن نے، مولانا عبدالرحمٰن کی غلط فہمی دور کرنے کی خاصی کوشش کی، مگر اس میں کامیاب نہ ہوسکے، بات وہیں کی وہیں رہی، آگے بڑھنے کی صورت نہ بنی، اس لئے ہر طرف سے گویا مایوس ہوکر، ایک مرتبہ پھر حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی سے گذارش کی گئی، حضرت علامہ نے اس وقت اس کو قبول فرمالیا اور حضرت شیخ الہند کے طریقہ پر، صرف اجر آخرت کے لئے، تفسیری افادات کا سلسلہ، بلا معاوضہ مکمل کرنا طے کرلیا، لیکن اپنے دو معاونین کے لئے، ایک ایک سو روپیہ ماہانہ تنخواہ مقرر کرادی، جو افادات کا مسودہ صاف کرتے اور مراجعت کا کام کرتے تھے۔ معاملہ طے ہوگیا، تو حضرت مولانا عثمانی نے، سورۂ نسا سے افادات وحواشی تحریر فرمانے شروع کئے، یہ کام اس برق رفتاری سے آگے بڑھا، کہ مولوی مجید حسن بھی حیران رہ گئے۔ ہر مہینہ میں ایک پارہ کے افادات وحواشی مکمل ہوجاتے، جو مولوی مجید حسن کو بھیج دیئے جاتے تھے، اس طرح بہت کم وقت میں یہ گراں قدر، بے نظیر سرمایہ، مرتب ومکمل ہوگیا، جس سے اردو جاننے پڑھنے والوں کے لئے، قرآن فہمی کا ایک نیا باب کھل گیا۔ ان افادات اور حاشیوں کا بھی اسی زور وشور سے استقبال ہوا۔ کثرت سے چھپا، فروخت ہوا اور پڑھا گیا، قرآن مجید کے اردو ترجموں کی طباعت کی تاریخ میں غالباً اس کی کوئی مثال نہیں۔

(۱) مکتوب بنام مولانا عبدالرحمٰن صدیقی امروہوی، محررہ ۲۷/ جولائی ۱۹۲۸ء [۹/صفر ۱۳۱۷ھ] مشمولہ، تذکرہ شیخ الہند، تالیف: مفتی عزیزالرحمٰن بجنوری ص: ۱۳۱، تا ص: ۱۳۵۔ مرتبہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری [کراچی: ۱۴۲۸ھ۔ ۲۰۰۷ء]

مقدمہ ترجمۂ قرآن مجید

شیخ الہند کی خدمت قرآن کا تیسرا عنوان، اس ترجمہ اور شیخ الہند کے مرتبہ افادات قرآنی کا مقدمہ ہے، مگر اس کا معاملہ اتنا سادہ اور بے غبار نہیں ہے۔ مقدمۂ ترجمہ قرآن مجید پر، کئی پہلوؤں سے، گفتگو کی گنجائش ہے۔

اس بحث و گفتگو کا یہاں سے آغاز ہوتا ہے، کہ ترجمۂ شیخ الہند اور افادات ترجمۂ شیخ الہند، دونوں ایک ساتھ چھپے تھے اور اس وقت سے آج تک، ان کی کوئی اور، روایت یا اشاعت سامنے نہیں آئی، جس سے ان کی اصلیت واستناد کے متعلق، کچھ شک یا سوال پیدا ہوتا ہو، لیکن مقدمہ ترجمۂ شیخ الہند کا معاملہ، ایسا واضح اور صاف نہیں ہے۔

افادات اگرچہ ناتمام تھے مگر وہ اور ترجمہ شیخ الہند مکمل طور پر، ایک ساتھ چھپے تھے، ان کا نسخۂ مصنف، یا مسودہ، اس کے سب سے پہلے ناشر، مولوی مجید حسن کے سامنے، مدینہ پریس بجنور میں موجود تھا جس کا بڑا حصہ اب بھی محفوظ ہے، لیکن مقدمۂ ترجمۂ قرآن کی بات ایسی نہیں ہے۔ یہ مقدمہ، شیخ الہند کی حیات میں، شیخ کی صاحبزادیوں کے مشورے سے، حضرت شیخ کے ایک بڑے علمی معاون، دائمی رفیق اور ترجمہ وفوائد [نیز اس مقدمہ کی تالیف سے] سب سے زیادہ واقف تھے، ہمیشہ اس خدمت سے وابستہ رہنے والے، اس کام میں شیخ الہند کے دست راست اور معاون، مولانا عزیز گل صاحب کی نگرانی میں، چھپنے کے لئے چلا گیا تھا، ابھی اس کی طباعت پوری نہیں ہوئی تھی، کہ شیخ الہند وفات پا گئے، لیکن اشاعت کا عمل جاری رہا، شیخ کی وفات کے فوراً بعد، یہ مقدمہ چھپ کر پریس سے آ گیا تھا۔ اس طباعت کے آخر میں صراحت ہے کہ:

''الحمدللہ کہ رسالہ ہذا تمام ہوا، لیکن افسوس ہے کہ ہم نے حضرت کی حیات میں، اس کو طبع کرنا شروع کیا تھا، مگر پورا نہ ہوسکا اور ۱۸/ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو آپ، اس عالم کو خیر باد کہہ کر، رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

محمد عمادالدین انصاری، ناظم مطبع قاسمی دیوبند، ضلع سہارنپور''

اس اطلاع کے بعد، اس اشاعت کے سرورق (Tital) کے تمام مندرجات پر بھی ایک نظر ڈال لینا بہتر ہوگا۔ ملاحظہ ہو:

زبدۃ الکاملین، قدوۃ العارفین، خاتم المفسرین، فخر المحدثین، شیخ المشائخ والمسلمین، حضرت الامام

شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کی تصنیف لطیف

مقدمہ

ترجمہ قرآن شریف

جس کو حضرت شیخ الہند مرحوم نے بزمانۂ اسیری مالٹا تکمیل کو پہنچایا، اس سے پہلے کہ ترجمۂ قرآن مجید طبع کیا جائے، اُس کا مقدمہ علیحدہ طبع کر کے، شائع کرنا مناسب خیال کیا گیا، جس سے شائقین کلام ربانی کو، اس ترجمہ کی پوری پوری حالت اور واقعی اہمیت کا، بخوبی انداز ہو جائے گا۔

بسرپرستی حضرت مولانا **مولوی محمد مبین** صاحب، خطیب دیوبند و مولانا **مولوی عزیز گل** صاحب

اسیر مالٹہ و خادمان خصوصی، حضرت شیخ الہند نوراللہ مرقدہ

بندہ **محمد مہدی** عثمانی منتظم خلافت عثمانی دارالاشاعت والتجارت
دیوبند ضلع سہارنپور، یوپی۔انڈیا نے

صرف ٹائٹل مطبع ہاشمی میرٹھ میں مولوی محمد سعید سے چھپوا کر شائع کیا۔

مقدمہ کی اس طباعت کے سرورق پر، جو عبارت درج ہے، یہاں اس کا پڑھ لینا بھی ضروری ہے۔لکھا ہے:

"مقدمۂ ترجمہ قرآن مجید، جس کو حضرت شیخ الہند مرحوم نے بزمانۂ اسیری مالٹہ، تکمیل کو پہنچایا، اس سے پہلے کہ ترجمہ قرآن مجید طبع کیا جائے، اس کا مقدمہ علیحدہ طبع کر کے شائع کرنا، مناسب خیال کیا گیا۔"

یہ مقدمہ، حضرت شیخ الہند کی صاحبزادیوں کی ایما پر، مولانا عزیر گل اور مولانا مبین صاحب دیوبندی کی سرپرستی میں دیوبند سے چھپا تھا،اور اس کے حقوق اشاعت، شیخ الہند کی صاحبزادیوں کے لئے محفوظ تھے۔لکھا ہے کہ:

"اس ترجمہ قرآن کے جملہ منافع وحقوق، صاحبزادیوں اور محترم برادرزادگان اور برادران شیخ الہند کے لئے محفوظ ہیں۔ بلا اجازت ان کی کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائیں"۔

ان اقتباسات سے کئی باتیں معلوم ہو رہی ہیں۔

الف: پہلی بات تو یہی ہے کہ اس کی طباعت کا، حضرت کی صاحبزادیوں نے اہتمام کیا تھا، مولانا مبین صاحب کے علاوہ، مولانا عزیر گل صاحب بھی، اس کے نگراں وسرپرست تھے، اور یہ بات حیات شیخ الہند، ترجمۂ قرآن مجید شیخ الہند اور تحریک شیخ الہند سے دلچسپی رکھنے والے، اچھی طرح جانتے ہیں، کہ مولانا عزیر گل، شیخ الہند کی حیات وخدمات، اسارت مالٹا، نیز ترجمۂ

قرآن مجید کے افادات اور مقدمۂ ترجمۂ قرآن مجید کی، تالیف وتحریر میں، شیخ الہند کے دائمی معاون اور رفیق تھے، ترجمہ قرآن شریف کے مراحل ہوں، یا افادات اور مقدمہ کی تالیف کی بات، ہر ایک میں مولانا عزیر گل، پوری طرح شریک وکارفرمارہتے تھے۔

شاخ گل میں جس طرح بادسحر گاہی کانم

ممکن نہیں کہ اس تحریر وتالیف کا کوئی مرحلہ اور عمل، مولانا گل کی غیر موجودگی میں طے پایا ہو اور مولانا اس سے بے خبر رہے ہوں۔ مولانا گل کا اس مقدمہ کی طباعت کے لئے اہتمام بتارہاہے کہ یہی مقدمہ، جس کو شیخ الہند کی دختران محترم نے چھپوایا تھااور جس کے مولانا گل صاحب نگراں نیز منصرم طباعت بنائے گئے تھے، شیخ الہند کے ترجمۂ قرآن مجید کا اصل مقدمہ تھا۔ یہی مقدمہ شیخ الہند نے اپنے ترجمہ میں شامل کرنے کے لئے، مالٹا کی جیل میں تحریر فرمایا تھا، اسی لئے یہ مقدمہ شیخ الہند کی حیات میں چھپنے کے لئے، چلا گیا تھا۔

مگر شیخ الہند کی وفات کے بعد، جب اس مقدمہ کی پہلی طباعت پر، پانچ سال گزر گئے تھے، مدینہ پریس بجنور سے شیخ الہند کا ترجمۂ قرآن مجید چھپ کر آیا، تو اس کے ساتھ یہ مقدمہ ترجمہ قرآن مجید، شامل نہیں تھا، ترجمۂ قرآن مجید کی پہلی طباعت کے بعد بھی، مقدمۂ ترجمہ قرآن مجید کا یہ متن، جو دیوبند سے شائع ہو چکا تھا، ترجمۂ قرآن مجید شیخ الہند کی کسی اشاعت میں شامل نہیں کیا گیا۔ ترجمۂ شیخ الہند کے ساتھ ایک مقدمہ اور چھپا تھا، جس پر اگرچہ یہ صراحت نہیں کہ یہ تالیف ومقدمہ، حضرت شیخ الہند کے قلم سے ہے، مگر اس کو ترجمۂ شیخ الہند کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے یہی سمجھا اور خیال کیا جاتا ہے، کہ ترجمۂ قرآن مجید شیخ الہند کے ساتھ شامل، مقدمہ بھی، حضرت شیخ الہند کے مبارک قلم اور بصیرت قرآنی کی یادگار ہے۔ حالانکہ اگر دونوں مقدموں کو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے، تو صاف معلوم ہو جاتا ہے، کہ دونوں میں واضح

اور بڑا فرق ہے، بیسیوں جگہوں پر، دونوں کی عبارتیں مختلف ہیں، کوئی عبارت فقرہ یا پیراگراف پہلی طباعت میں موجود نہیں، کوئی دوسری سے غائب ہے، کئی موقعوں پر پوری بحث خاصی مختلف ہوگئی ہے۔ ترتیب مباحث والفاظ کا، عمومی اختلاف، تو جگہ جگہ محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے یہ سوال بالکل فطری اور طبعی ہے، کہ ترجمہ شیخ الہند کے ساتھ، چھپنے والے مقدمہ کی، حقیقت ونوعیت کیا ہے، اس سلسلہ میں کئی سوالات ہیں، جو جواب اور توجہ چاہتے ہیں:

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ جب اس ترجمہ کا وہ مقدمہ، جو نہایت معتبر تھا اور شیخ الہند کے حیات میں، طباعت کے لئے چلا گیا تھا، اس کو ترجمۂ قرآن مجید کے ساتھ، کیوں شائع نہیں کیا گیا؟ حالانکہ یہ مقدمہ، ترجمۂ قرآن مجید کی اشاعت (۱۳۳۹ھ) سے چھ سال پہلے شائع ہو چکا تھا، شیخ الہند سے وابستگی رکھنے والے اصحاب علم وذوق، اس سے پوری طرح واقف ہوں گے اور بہت سے، اس سے استفادہ بھی کر چکے ہوں گے، جس میں ترجمۂ قرآن مجید کے ناشر اور مدینہ پریس بجنور کے مالک، مولوی مجید حسن صاحب بھی یقیناً شامل ہوں گے، پھر کیا وجہ ہوئی کہ انہوں نے، شیخ الہند کا اصل مقدمہ، اپنے سامنے موجود ہوتے ہوئے، اس کو ترجمۂ قرآن مجید کے ساتھ، شائع نہیں کیا۔

(۲) شیخ الہند کا مقدمہ ترجمۂ قرآن مجید، جو شائع شدہ اور معتمد تھا، کسی وجہ سے اگر اس کو ترجمۂ قرآن مجید کے ساتھ، شائع نہیں کیا جارہا تھا، تو کیا ضرورت تھی کہ حضرت شیخ الہند کے نام سے، ایک نیا مقدمہ، ترجمہ کے آغاز پر شامل کیا جاتا؟

(۳) وہ کون عالم تھے، جنھوں نے ترجمہ شیخ الہند کا یہ نیا متن مرتب کیا، اور اس میں وہ چیزیں شامل کیں، جو شیخ الہند کی تحریر میں، موجود نہیں تھیں اور ایسی متعدد عبارتیں نکال دیں، حذف کر دیں، یا ان کو دوبارہ اپنی ترتیب کے مطابق لکھا، جو شیخ الہند کے مقدمہ میں، موجود اور شائع شدہ تھیں۔

(۴) اگر حضرت شیخ الہند کے، اصل مقدمہ قرآن مجید کو، ترجمہ قرآن مجید شیخ الہند کے ساتھ شامل نہیں کرنا تھا، تو اس میں کسی اور مقدمہ کی غالباً ضرورت ہی نہیں تھی۔ اگر کسی وجہ سے، اس طرح کے کسی مقدمہ کی شمولیت واشاعت ضروری سمجھی گئی، تو شیخ الہند کے مقدمہ کو کانٹ چھانٹ کر، ترمیم واضافہ کر کے شائع کرنا بے محل تھا۔ نیا مقدمہ شامل کر کے، اس مقدمہ کے مرتب کے نام کی صراحت ضروری تھی، بہتر ہوتا کہ اس مقدمہ کا، شیخ الہند کے حوالہ سے تعارف نہ ہوتا اور اس کی شیخ الہند سے نسبت نہ ہونے کی، ضاحت کر دی جاتی۔

(۵) ترجمہ شیخ الہند کے ساتھ شائع مقدمہ پر، اگرچہ شیخ الہند کا نام درج نہیں، لیکن اس کو ترجمہ کے آغاز پر، جس طرح شامل کیا گیا ہے، اس سے یہ خیال عین متوقع ہے، کہ یہ مقدمہ بھی شیخ الہند کا ہے۔

(۶) مقدمہ کی دونوں اشاعتوں کے حوالہ سے، ایک ایک سوال یا الجھن اور بھی سامنے آتی ہے، کہ جب ترجمۂ شیخ الہند، پہلی مرتبہ (۱۳۴۴ھ میں) چھپ کر آیا، جس میں یہ نیا مقدمہ شامل تھا، اس وقت شیخ الہند کے اکثر شاگرد حیات تھے، ان کے علاوہ، اور بھی ایسے سینکڑوں اشخاص ہوں گے، جنھوں نے شیخ الہند کے مقدمہ کی پہلی طباعت پڑھی، دیکھی

ہوگی، ان صاحبان کی، دونوں اشاعتوں کے اختلافات وترمیمات پر، کیوں نظر نہیں گئی، اس پر کوئی ردّعمل، تبصرہ وتنقید اور وضاحت کیوں سامنے نہیں آئی، کہ اس مقدمہ کا، شیخ الہند سے انتساب درست نہیں، اس میں فلاں فلاں مقامات پر، ترمیمات اور کثیر حذف واضافہ ہوا ہے؟

(۷) یہاں یہ خیال قابل قبول نہیں ہوسکتا، کہ یہ ترمیمات یا اضافے، خود حضرت شیخ الہند نے کئے ہوں گے، یا شیخ الہند کی اجازت یا مشورہ سے، شیخ کے کسی شاگرد و نیاز مند نے، اس پر مکمل نظر ثانی کی ہوگی، اگر ایسا ہوتا تو شیخ الہند کی صاحبزادیاں، اسی نسخہ کو چھاپتیں اور مولانا عزیر گل بھی اسی متن اور نسخہ پر توجہ فرماتے، جو شیخ الہند کا آخری ترمیم تصحیح کیا ہوا نسخہ تھا۔ اس صورت میں مقدمہ شیخ الہند کی پہلی طباعت میں، یہ وضاحت، یا اس کا اشارہ ہونا چاہئے تھا، کہ اس کا ترمیم وتصحیح سے مزین ایک نسخہ، یا ایک متن اور بھی ہے، جس کی بعد میں اشاعت متوقع ہے، لیکن ایسی کوئی عبارت یا وضاحت مقدمہ کی پہلی طباعت میں موجود نہیں، جس سے یہ بات بالکل صاف اور طے ہوجاتی ہے کہ ترجمۂ شیخ الہند کا اصل مقدمہ، وہی تھا جو شیخ الہند کے گھر سے، شیخ کی حیات میں چھپنے کے لئے چلا گیا تھا۔ اس لئے یہ سوال جوں کا توں باقی ہے، کہ شیخ الہند کے ترجمہ کے ساتھ، جو مقدمہ عموماً چھپتا ہے، وہ کس کا اثر یا تالیف ہے؟

(۸) شیخ الہند کے شاگردوں کو، حق وصداقت کے اظہار کا جس قدر احساس ومزاج تھا اور شیخ الہند سے ان سب کو جو دلی انسیت وارادت تھی، اس میں یہ بھی متوقع نہیں کہ شیخ الہند کے کسی شاگرد نے، شیخ کے مؤلفہ مقدمہ

یا اہم تالیف میں، شیخ کی اجازت واطلاع کے بغیر ترمیم وتنسیخ کی ہو، یا اس میں کثیر حذف واضافات کردیئے ہوں اور اس نئی تالیف کو شیخ الہند کے نام سے شائع کرنے پر تیار ہوگئے ہوں، یا مدینہ پریس والوں کو، اس کے چھاپنے کی اجازت دیدی ہو؟

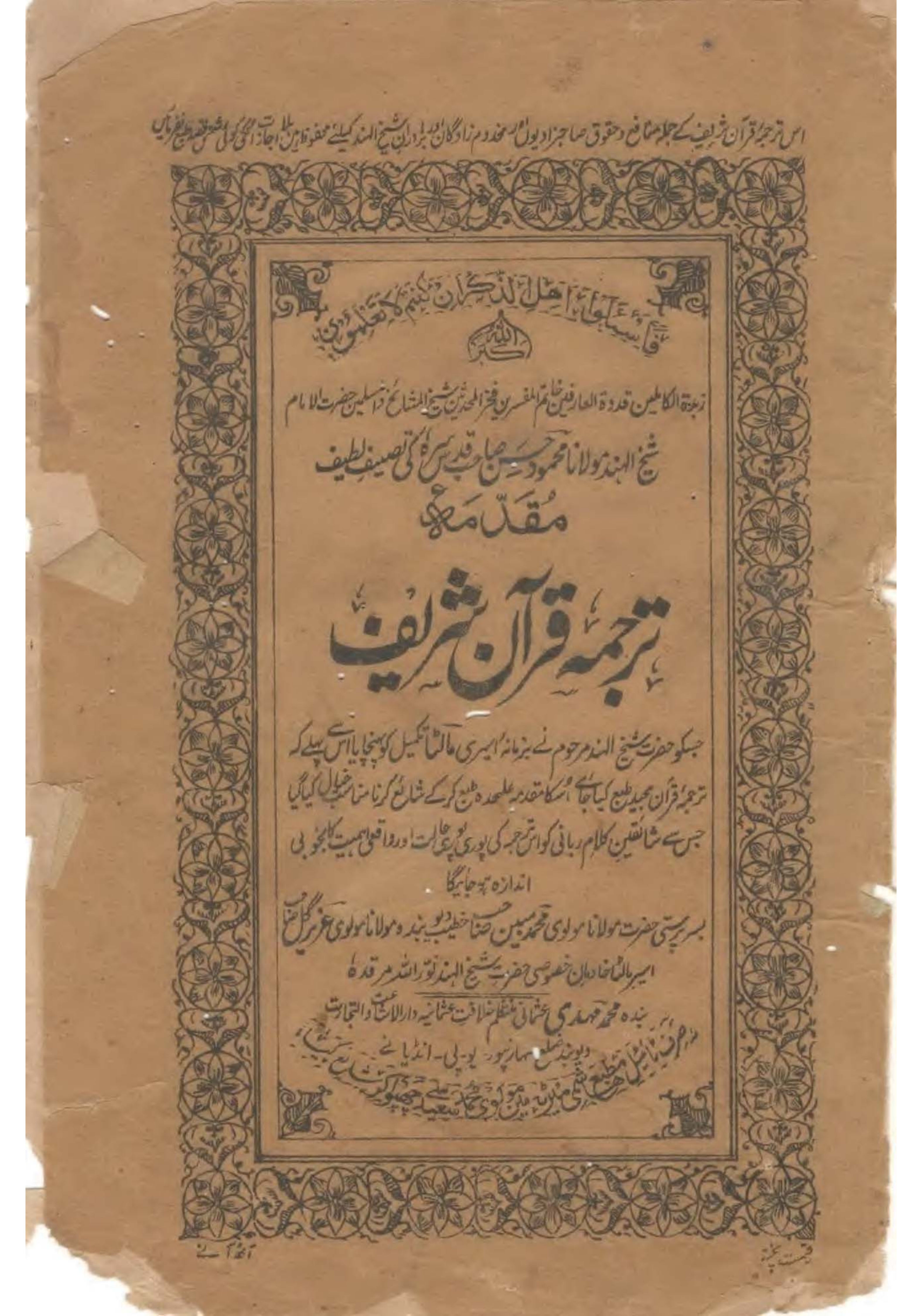
(۹) غور کیجئے تو خیال ہوتا ہے کہ مقدمہ شیخ الہند کی ترمیم وتنسیخ اور ترتیب نو کا کام غالباً مدینہ پریس بجنور کے مالک، مولوی مجید حسن صاحب نے، مدینہ پریس کے کسی ذی علم ملازم سے کرایا ہے، اور اس کو ترجمۂ شیخ الہند کے ساتھ شائع کردیا ہے۔

اس ترمیم واصلاح کی ایک وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے، کہ شیخ الہند کا مقدمہ کئی سال پہلے شائع ہوکر عام ہوچکا تھا اور اس ترجمہ کی پہلی طباعت کے وقت، مقدمۂ قرآن کی پہلی طباعت کے نسخے عام اور اکثر قارئین کے سامنے ہوں گے اور پہلی طباعت میں صاف اعلان ہے، کہ اس مقدمہ کی طباعت کے تمام حقوق، شیخ الہند کی صاحبزادیوں کے نام محفوظ ہیں۔ چونکہ مقدمہ کی پہلی طباعت کا قصہ تازہ تھا، اور صاحبزادیوں کے نام اس کے حقوق محفوظ ہونے کی وجہ سے، کوئی بھی شخص یا ادارہ، اس مقدمہ کو دوبارہ شائع نہیں کرسکتا تھا، مولوی مجید حسن صاحب بھی، اصل نسخہ کی طباعت کا ارادہ نہیں کرسکتے تھے، لیکن ترجمہ شیخ الہند کے ساتھ، اس مقدمہ کی طباعت کی بات ہی ہوئی، اور مقدمہ کے اس طباعت کے ساتھ شائع کرنے سے ترجمہ کی افادیت ومعنویت میں اضافہ ہونا بالکل واضح تھا، اس لئے مولوی مجید حسن صاحب نے جو قانونی پابندی کی جہ سے مطبوعہ مقدمہ کو، جوں کا توں ترجمۂ شیخ الہند کے ساتھ شامل وشائع نہیں کرسکتے تھے، انہوں نے چاہا کہ مقدمہ چھپے مگر وہ قانون اور حق طباعت کی گرفت میں آنے سے محفوظ رہیں، شاید اسی وجہ سے شائع مقدمہ کو کثیر ترمیمات اور حذف واضافہ

کے بعد، اس طرح مرتب کرالیا کہ، اس کو مقدمہ شیخ الہند بھی کہا جاسکے اور اس کی مقدمہ کی، پہلی طباعت سے یکسانیت اور کامل ہم آہنگی بھی نہ ہو کہ مدینہ پریس سے، اس کی طباعت پر، قانونی گرفت سے آزاد رہے۔ اس لئے ترجمہ شیخ الہند کی پہلی اور بعد کی تمام طباعتوں کے ساتھ، مقدمہ شیخ الہند کا ایک نیا ترمیم شدہ متن، شائع کر دیا گیا۔

اگر مقدمہ کی دونوں اشاعتوں کے ان پہلوؤں پر غور کیا جائے، ان کو سامنے رکھا جائے، تو اس میں شک نہیں رہتا، اصل مقدمہ وہی ہے، جو شیخ الہند کی حیات میں، اشاعت کے لئے پریس چلا گیا تھا، وہی شیخ الہند کی یادگار ہے، ترجمۂ شیخ الہند کے ساتھ، مدینہ پریس سے شائع مقدمہ کو، شیخ الہند سے وابستہ کرنا صحیح معلوم نہیں ہوتا، مگر افسوس ہے کہ اصل مقدمہ، پہلی طباعت کے بعد سے آج تک، دوبارہ کبھی نہیں چھپا، مجھے اس کی کسی اور اشاعت کا سراغ نہیں ملا، شیخ الہند پر لکھی گئی کتابوں، مضامین نیز ترجمۂ شیخ الہند کے متعلق مباحث میں بھی، مقدمہ کی اس پرانی طباعت کا، ضمناً بھی تذکرہ نہیں آیا۔ اس مقدمہ کو ایک بڑی دینی علمی یادگار کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔

اصل مقدمہ چند متعلقات کے ساتھ، عن قریب طباعت کے لئے جا رہا ہے، اس لئے اس کا عکس شائع نہیں کیا جا رہا لیکن پہلی طباعت اور موجودہ معروف طباعت کے اختلاف کا ایک مفصل جائزہ یا گوشوارہ آئندہ صفحات میں دیا جا رہا ہے، جس سے شیخ الہند کے اصل مقدمہ اور بعد میں ترجمہ شیخ الہند کے ساتھ شائع مقدمہ کے اختلافات کا مطالعہ اور ان کا علمی فنی تجزیہ آسان ہوگا۔ اصل مقدمہ معروف ومشہور مقدمہ اور ترجمہ شیخ الہند کی سب سے پہلی طباعت ۱۹۲۳ء چند اور مندرجات اور مشتملات عن قریب کتابی صورت میں اشاعت کے لئے جا رہے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ!



اس ترجمہ قرآن شریف کے جملہ منافع وحقوق صاحبزادیوں اور مخدوم زادگان برادران شیخ الہند کیلئے مخصوص ہیں بلا اجازت انکی کوئی شخص قصد طبع نہ فرمائیں

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

اللہ اکبر

زبدۃ الکاملین قدوۃ العارفین خاتم المفسرین فخر المحدثین شیخ المشائخ رأس المسلمین حضرت الامام

شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ کی تصنیف لطیف

مُقدّمہ

ترجمہ قرآن شریف

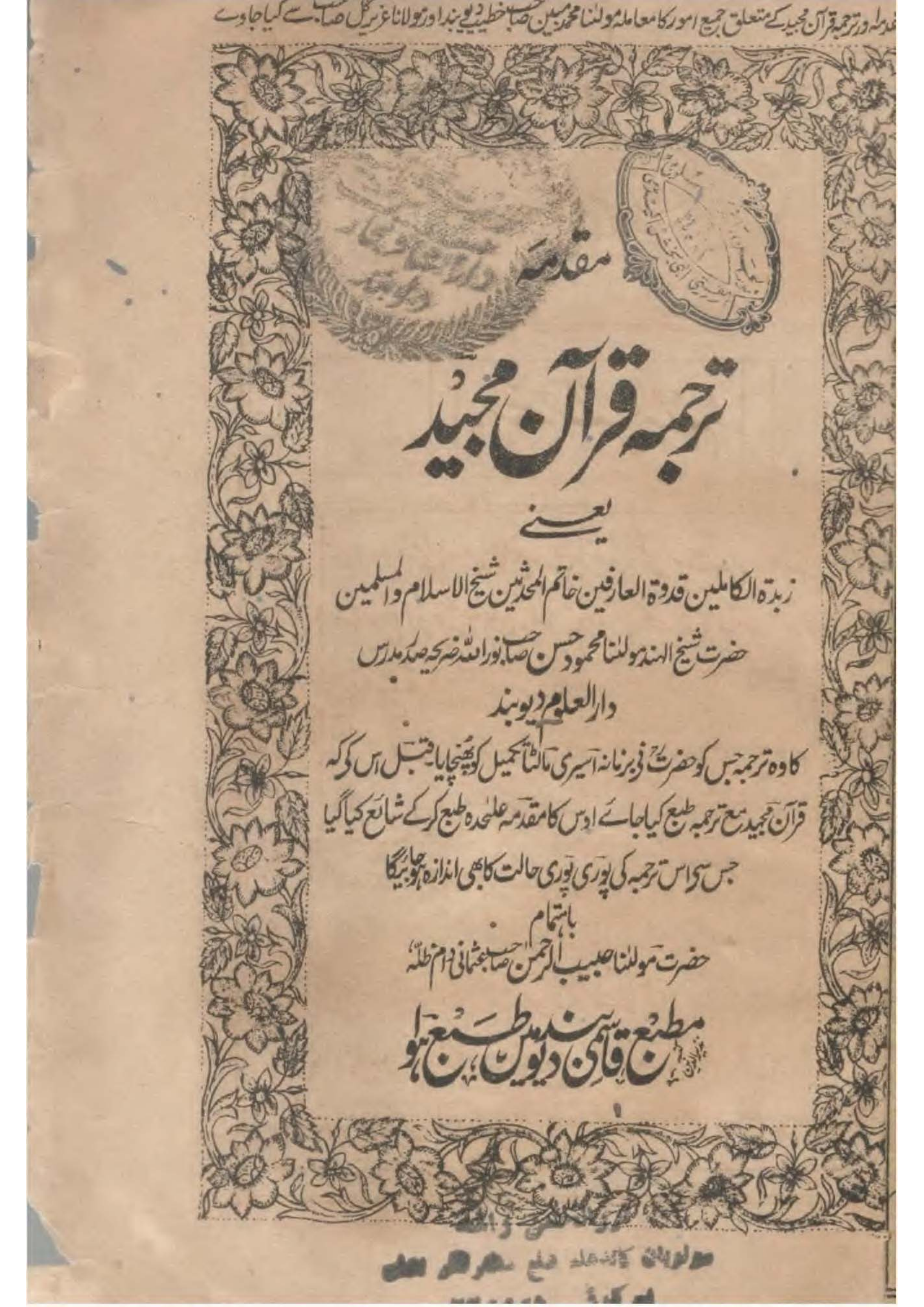
جسکو حضرت شیخ الہند مرحوم نے بزمانہ اسیری مالٹا تکمیل کو پہنچایا اس سے پہلے کہ
ترجمہ قرآن مجید طبع کیا جاے اُسکا مقدمہ علحدہ طبع کر کے شائع کرنا مناسب خیال کیا گیا
جس سے شائقین کلام ربانی کو اس ترجمہ کی پوری پوری حالت اور واقعی اہمیت کا بخوبی
اندازہ ہوجائیگا

بسرپرستی حضرت مولانا مولوی محمد مبین صاحب خطیب دیوبند و مولانا مولوی عزیز گل صاحب
اسیر مالٹا خادمان خصوصی حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ

بندہ محمد مہدی عثمانی منتظم خلافت عثمانیہ دارالاشاعت والتجارت
دیوبند ضلع سہارنپور یو-پی- انڈیا نے
در ماہ ... مطبع قاسمی مدرسہ دیوبند مولوی محمد سعید صاحب چھپوا کر شائع کیا

آٹھ آنے

قیمت



مقدمہ اور ترجمہ قرآن مجید کے متعلق جمیع امور کا معاملہ مولانا محمد مبین صاحب خطیب دیوبند اور مولانا عزیز گل صاحب سے کیا جاوے

مقدمہ

ترجمہ قرآن مجید

یعنے

زبدۃ الکاملین قدوۃ العارفین خاتم المحدثین شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت شیخ الہند مولٰنا محمود حسن صاحب نور اللہ ضریحہ صدر مدرس

دار العلوم دیوبند

کا وہ ترجمہ جس کو حضرتؒ نے بزمانہ اسیری مالٹا تکمیل کو پہنچایا قبل اس کے کہ

قرآن مجید مع ترجمہ طبع کیا جائے اوس کا مقدمہ علٰحدہ طبع کر کے شائع کیا گیا

جس سے اس ترجمہ کی پوری پوری حالت کا بھی اندازہ ہو جائیگا

باہتمام

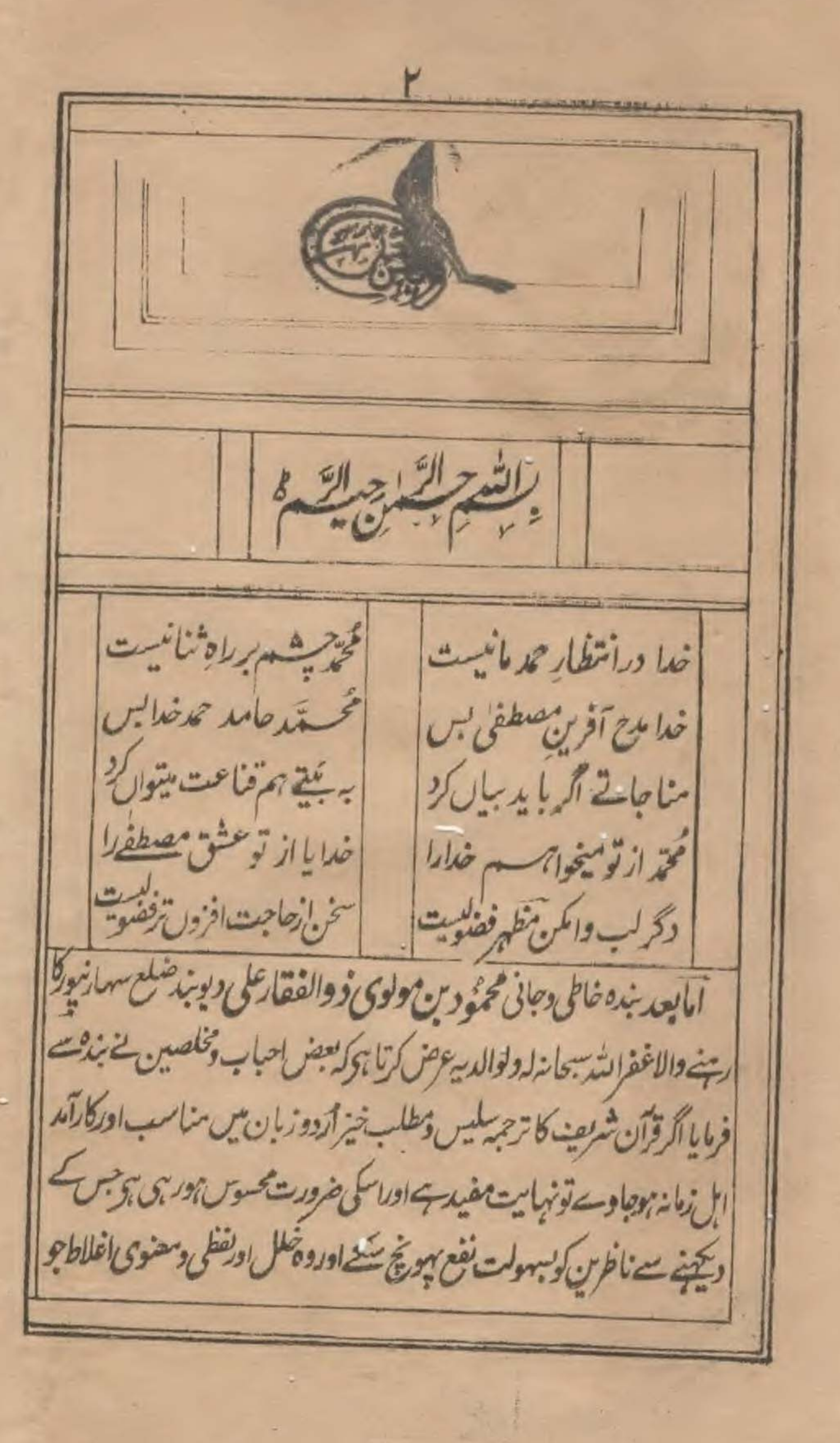
حضرت مولٰنا حبیب الرحمن صاحب عثمانی دام ظلہ

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہوا

مختصر فہرست کتب خلافتِ عثمانیہ دارالاشاعت والتجارت دیوبند ضلع سہارنپور یو۔پی انڈیا

خلافتِ عثمانیہ دارالاشاعت والتجارت دیوبند سے ہر قسم کی کتابیں اور سودیشی چیزیں مثلاً کھدر و چرخہ وغیرہ وغیرہ بکفایت مل سکتی ہیں ؞

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
عـه مہ۱	کوئی کتاب لکھی گئی اور نہ آئندہ اُمید ہو سکتی ہے قیمت باوجود ان خوبیوں کے کچھ بھی نہیں آپ خود کہہ اُٹھیں گے ؎ قیمتِ خود ہر دو عالم گفتی نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز ؎ محض رفاہِ عام کی غرض سے صرف **خطباتِ صدارت و نایاب تقاریر** مصنفہ اسیرِ مالٹا ثم کراچی حضرت مولانا حسین احمد صاحب اسیرِ مالٹا ثم محبوس کراچی یہ وہی مجموعہ نایاب تقریرات اور خطباتِ صدارت ہے جسکا شائقین کو عرصہ سے انتظار تھا اسمیں چیدہ چیدہ تقریریں تمام وکمال درج ہیں ۔ اگرچہ اسکے بعض حصص بعض باہمت لوگوں نے شائع کر دئے تھے لیکن ہم نے اس رسالہ کو بالکل مکمل شائع کیا ہے جو دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے قیمت چودہ آنہ **پہلا بیان کراچی** باجلاس سشن مجسٹریٹ اسمیں حضرت العلام مولانا		حق تعالیٰ جزائے خیر مرحمت فرمائے کہ دورانِ مقدمہ کراچی جیل میں بحالت نظر بندی اپنے قلم اعجاز رقم سے نہایت سلیس اور سلسل عام فہم چشم دید حوال قلمبند کر کے حضرت الامام شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے صحیح حالات قیام مکہ معظمہ، مدینہ منورہ مصر و مالٹا وغیرہ کے سچے واقعات شیخ الاسلام اور فخری پاشا احمد پاشا و اشرف بے وغیرہ وغیرہ ترکی افسروں کی ملاقات و درخواست بیعت وغیرہ بھی اسی کتاب میں درج ہیں اسمیں محض بازاری باتیں سُنے سنائے قصے رطب و یابس احوال بالکل درج نہیں بلکہ بالکل صحیح واقعات ہیں۔ البتہ نایاب موتی اور بیش بہا جواہرات کو فصاحت و بلاغت کی عام فہم لڑی میں پرو دیا اور مولانا مرحوم کے جذبات اسلامی و محسوسات ایمانی کو عالم آشکارا کر دیا سیاست حاضرہ میں آپکے اعلیٰ وارفع خیالات کو پوری پوری طرح ظاہر فرما دیا۔ اس موضوع پر اس سے بڑھکر اب تک	عصہ	**الابواب والتراجم** حضرت الامام شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ کی سب سے آخری تصنیف زمانہ اسیری مالٹا کا مذہبی مشغلہ ابتدائی ابواب و تراجم کے متعلق محققانہ و عالمانہ عجیب و غریب مضامین، مدرسین علما، طلبہ عربیہ اور اہلِ تحقیق ضرور طلب فرمائیں۔ اس کتاب بدایت انتساب کو شیخ الہند مرحوم نے تصنیف فرما کر اہلِ اسلام پر عموماً اور تمام علماء و طلبہ پر خصوصاً بہت بڑا احسانِ عظیم فرمایا ہر وہ پیچیدہ و مشکل مقام جسمیں بڑی بڑی علماء و فضلا حیران و پریشان رہتے ہیں اسکو پڑھکر بالکل سہل اور آسان ہو جاتے ہیں بہت ہی عجیب و غریب اور کارآمد و مفید اب نایاب ہے پسماندگان کی خدمت کے خیال سے قیمت ایک روپیہ **سفرنامہ اسیر مالٹا و حیاتِ محمود و سوانح شیخ الہند** مصنفہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مہاجر مدنی اسیر مالٹا کو



بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا در انتظارِ حمد ما نیست — محمد چشم بر راہِ ثنا نیست
خدا مدح آفرینِ مصطفیٰ بس — محمد حامد حمد خدا بس
مناجاتے اگر باید بیاں کرد — بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد
محمد از تو میخواہم خدارا — خدایا از تو عشق مصطفےٰ را
دگر لب وا مکن مظہر فضولیست — سخن از حاجت افزوں تر فضولیست

امابعد بندہ خاطی وجانی محمود بن مولوی ذوالفقار علی دیوبند ضلع سہارنپور کا رہنے والا غفر اللہ سبحانہ لہ ولوالدیہ عرض کرتا ہی کہ بعض احباب ومخلصین نے بندہ سے فرمایا اگر قرآن شریف کا ترجمہ سلیس ومطلب خیز اُردو زبان میں مناسب اور کارآمد اہل زمانہ ہوجاوے تو نہایت مفید ہے اور اسکی ضرورت محسوس ہورہی ہی جس کے دیکھنے سے ناظرین کو بسہولت نفع پہونچ سکے اور وہ خلل اور لفظی ومعنوی اغلاط جو

آزادی پسند صاحبوں کے ترجمہ سے لوگوں میں پھیل رہی ہیں اُن سے جو کوئی بچنا چاہے تو آسانی سے بچ سکے۔

اِس عاجز نے اپنی بے بضاعتی کے علاوہ عرض کیا کہ اوّل تو متقدمین اکابر کے فارسی۔ اُردو کے تراجم موجود ہیں ثانیاً علماء متدینین کے زمانہ حال میں متعدد تراجم یکے بعد دیگرے شائع ہو چکے ہیں جو اہل اسلام کو نفع پہونچانے اور مذکورہ بالا خرابیوں سے بچانے کے لئے بحمد اللہ کافی سے بھی زائد ہیں۔ منجملہ اُن کے دو ترجموں کو احقر نے بھی تفصیلی نظر سے دیکھا ہے۔ اوّل مولوی عاشق الٰہی صاحب ساکن میرٹھ کا۔ دوسرا مولنا اشرف علی صاحب کا جو عمدہ اور نافع ہونے کے علاوہ سلف صالحین کے مسلک کے موافق اور مذکورہ بالا خرابیوں سے پاک ہیں۔

پھر اب کسی جدید ترجمہ کی کیا حاجت ہے۔ مگر مخلصین نے اسپر بس نہ کی تو مجبور ہو کر یہ عرض کیا کہ واقعی اسوقت تک کوئی امر ایسا خیال میں نہیں آتا کہ جسکی وجہ سے جدید ترجمہ کی ہمت اور جرأت کروں مگر آپکے اصرار کی وجہ سے اب احقر تراجم معتبرہ قدیمہ و جدیدہ کو غور سے دیکھتا ہے اگر کوئی منفعت اور ضرورت سمجھ میں آگئی تو اُسکے موافق انشاء اللہ آپ صاحبوں کے فرمانے کی تعمیل میں سعی کرونگا ورنہ معذور ہوں۔

اِسکے بعد حضرت مولنا شاہ ولی اللہ اور مولنا شاہ رفیع الدین اور مولنا شاہ عبدالقادر قدس اللہ اسرارہم کے تراجم کے مطالعہ سے یہ تو خوب دل نشین ہو گیا کہ یہ اکابر مرحومین ہماری ضرورت کو احساس فرما کر اگر اُس کا انتظام نہ فرما جاتے تو

آج اس سہولت اور کثرت سے ہم کو تراجم کلام الٰہی اچھی سے اچھے اپنی زبان اور اپنے ملک مین نظر نہ آتے اور عجب نہ تھا کہ جیسے خود ہندوستان وسیع ملک مین بہت سی زبانین اور بہت سے اطراف اور نیز دیگر ممالک مین مسلمانون کی بڑی بڑی قومین اور مشہور اور ذو الاقتدار جماعتین اس عزت اور نعمت سے خالی یا بمنزلہ خالی نظر آتی ہین ہم بھی آج اوسی نکبت اور نحوست مین مبتلا ہوتے فجزاھم اللہ عنا احسن الجزاء وافضل الجزاء۔

جو محسن کش ان تراجم کی قدر نکرین اور اُنہین نکتہ چینی کو اپنے لئے موجب فخر و سرخروئی خیال کرین وہ بیشک ارشاد من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کو مصداق اور پیشین گوئی لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا او کما قال کے مصدق ہین ؎

واذا اتتک مذمتی من ناقص ÷ فھی الشھادۃ لی بانی کامل

اسی کے ساتھ یہ امر بھی اچھی طرح سمجھ مین آگیا کہ جو لوگ زبان عربی سے ناواقف ہین اون کے لئے اگرچہ ترجمہ تحت لفظی مین بعض مخصوص فائدے ہین جو با محاورہ ترجمہ مین نہین مگر ترجمہ سے جو بڑی غرض یہ ہے کہ عام اہل اسلام ہند کو قرآن شریف کا سمجھنا سہل ہوجاوے یہ غرض جسقدر با محاورہ ترجمہ سے حاصل ہوسکتی ہے تحت لفظی سے ممکن نہین چنانچہ حضرت شاہ عبد القادر رحمہ اللہ جو کہ با محاورہ اردو ترجمہ کے بانی اور امام ہین اونہون نے ترجمہ تحت لفظی کے چھوڑنے اور با محاورہ ترجمہ کو اختیار کرنیکی یہی وجہ بیان فرمائی ہے اور یہی وجہ ہے جو اون کے بعد جسنے اس میدان مین

قدم رکھا اوسنے جناب ممدوح کا اتباع کیا اور بامحاورہ ترجمہ کرنیکو اختیار کیا جسپر کسی کا قول یاد آتا ہے ؎

ہر مُرغ کہ پر زد بہ تمنائے اسیری   اوّل بشگون کرد طوافِ قفسِ ما

اسی ذیل مین حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کے ترجمہ بامحاورہ مین جو اہل زمان حال کو دو شکایتین ہین اونکا حال بھی معلوم ہوگیا کہ وہ شکایتین بے اصل تو نہین ہان زمانہ کی سہولت پسندی اگر خوردبین کا کام دے رہی ہو تو اُسکے انکار کی بھی حاجت نہین

الحاصل اسمین شبہ نہین کہ کہین کہین کوئی کلمہ ایسا پایا جاتا ہے کہ زمانہ حال مین قریب بمتروک یا متروک شمار ہوتا ہی اور چونکہ حضرت ممدوح نے شرائط ترجمہ کی رعایت پوری فرمائی ہی اور کلمات قرآنی کی لفظاً اور معنیً مطابعت اور مطابقت کا برابر لحاظ رکھا ہی تو اسلئے بعض مقامات مین بوجہ اختصارِ عبارت مطلب مین بھی ضرور کسیقدر دقّت پیش آتی ہی۔ بس یہ دو باتیں ہین جنکی وجہ سے ترجمہ موصوف کی عام نفع رسانی مین کوتاہی اور تنگی محسوس ہو رہی ہے مگر اسی کے ساتھ جب ہم نے تراجم جدیدہ معتبرہ پر نظر ڈالی تو اہل زمانہ کی دونون مذکورہ بالا شکایت کی پوری مکافات ان تراجم مین نظر آئی۔ منجملہ تراجم جدیدہ معتبرہ کے دو ترجمے جنکو احقر نے تفصیل سے دیکھا ہی اونکی تصریح پہلے عرض کرچکا ہون نہ انمین کلمات متروکۃ الاستعمال ہین نہ عبارت مین وہ تنگی۔

الغرض جو خلل بوجہ تغیر زمان وتبدل لسان پیدا ہوگیا تھا اوسکا دفعیہ بخوبی

ہوگیا اور اُسی کے ساتھ جو مفاسد و اغلاط کہ بعض غیر مقید اور قلیل الاستعداد صاحبوں کے تراجم سے ظاہر ہوئے تھے اُنکا بھی کفارہ ہوگیا فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَجَزَاھُمُ اللّٰہ۔

نظر بریں وجوہ ظاہر ہی کہ اب ہمکو ترجمہ جدید کی ہرگز حاجت نہیں کیونکہ مقصود اصلی ترجمہ سے صرف یہ ہی کہ کلام الٰہی کا صحیح مطلب سلف صالحین کے مسلک کے موافق اہلِ اسلامِ ہند عامۃً بسہولت سمجھ سکیں۔ سو تراجم موجودہ معتبرہ اِس ضرورت کے پورا کرنے کے واسطے کافی وافی ہیں۔

ہم فخر و مسرت کے ساتھ حق سبحانہ وتعالیٰ کا شکر کرتے ہیں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے معتبرین و متدینین علماء کی توجہ اور سعی سے تراجم صحیحہ مفیدہ قدیمہ وجدیدہ اِتنے نظر آتے ہیں کہ ایسے تراجم اور اتنے تراجم ہم کو کسی عجمی زبان میں باوجود تفتیش سُننے میں بھی نہیں آتے ذٰلِکَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ عَلَیْنَا۔

پھر ایسی حالت میں ہمارا ترجمہ جدیدہ انگلی کٹا کر بلکہ صرف لہو لگا کر شہیدوں میں ملنے سے زیادہ مفید اور باوقعت نہیں ہوسکتا اور جب ہم خیال کرتے ہیں کہ جدید ترجمہ کرنا گویا درپردہ اور زبانِ حال سے یہ دعویٰ کرنا ہی کہ تراجم موجودہ ناکافی ہیں یا کم سے کم ہمارے ترجمہ میں کوئی خوبی و منفعت ایسی ہی جو دیگر تراجم میں نہیں تو جدید ترجمہ کرنا فضول سے بڑھکر ہمارے لئے ایک شرمناک امر ہی نعوذ باللّٰہ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا۔

سو اب بلا کم و کاست اِس حالت کا مقتضےٰ یہ ہی کہ ہم ترجمہ کے خیال اور فکر سے خالی الذہن اور فارغ البال ہوکر مطمئن ہوجاویں مگر تراجم قدیمہ وجدیدہ کی دیکھ بھال

اور اُنکے موازنہ اور پڑتال میں حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کے ترجمہ کی بہت سی خوبیں اور لطافتیں اور نزاکتیں اور لفظی اور معنوی ہر طرح کی رعایتیں اتنی محسوس ہوئیں کہ جنہوں نے ترجمہ مذکور کی وقعت کو بدرجہا اُس سے زیادہ دلنشین کر دیا جو ہمیشہ سے تھی بلکہ اسکی وجہ سے اُردو زبان کی فصاحت و بلاغت اور وسعت و لطافت اسدرجہ ذہن میں آگئی کہ اُردو کی کسی نظم و نثر سے بھی نہ آئی تھی پھر جب خیال کیا کہ اس مفید بینظیر ترجمہ سے بوجہ ہر دو امر مذکورہ بالا چونکہ عام طبائع میں بے رغبتی آرہی ہو تو کچھ بعید نہیں کہ ترجمہ مذکورہ رفتہ رفتہ تقویم پارینہ ہو جاوے - تو نہایت افسوس اور اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر ایک سرسری عذر کی وجہ سے ایک ایسا ذخیرۂ صلاح و فلاح ہمارے ہاتھ سے نکلجاوے کہ جسکی مکافاۃ و تدارک ہماری طاقت سے باہر ہو تو یہ امر ہمارے حق میں کسقدر محرومی اور بدقسمتی کا باعث ہوگا اور عذر بھی وہ جسمیں ترجمہ کا کوئی قصور نہیں اگر قصور ہو تو ہماری طلب کا قصور ہو اگر ناظرین غور اور فکر میں بخل نکریں اور جہاں دریافت کرنیکی حاجت ہو تو دریافت کرنے سے نہ شرمائیں نہ گھبراویں تو بسہولت منتفع ہو سکتے ہیں اِنہیں وجوہ سے حضرت ممدوح نے شروع میں لکھدیا ہو کہ قرآن شریف کے معنی بغیر سند استاد نہ معلوم ہوتے ہیں نہ معتبر ہو سکتے ہیں علاوہ ازیں یہ دشواری تو سبھی تراجم میں موجود ہو معلم سے کونسا ترجمہ مستغنی کر سکتا ہو حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ میں کچھ زیادہ سہی -

الحاصل اس خیال سے قلق ہوا تو اسی قلق میں یہ بات ذہن میں آئی کہ دو شکایتیں

جبکہ یہ افسوسناک نتیجہ نظر آتا ہے اگر انکا تدارک اس طرح پر ہو جاوے کہ الفاظ متروکہ اور غیر مشہورہ کی جگہ الفاظ مستعملہ اور مشہورہ بدل دئے جاوین اور ابہام کے موقعہ پر کوئی مختصر لفظ بڑہا کر یا الفاظ مین کوئی تصرف مناسب کر کر واضح کر دیا جاوے تو باذن اللہ اس صدقہ جاریہ کی بقا کی صورت نکل سکتی ہے اور ہم بھی محرومی کی مضرت اور ناشکری کی نحوست سے بچ سکتے ہین۔

علماء کرام ہر زمانہ مین حسب حاجت اپنی ہمت اور توجہ سے "تراجم مستقلہ" اہل اسلام کی ہدایت اور نفع رسانی کے لئے مہیّا فرماتے رہتے ہین ہم اگر یہ نکر سکین تو آؤ ایک افضل اور مقبول و مفید ترجمہ کی برائے نام خدمت کر کے اُن حضرات سے کچھ مناسبت و مشابہت کی برکت و عزت ہی حاصل کر لین اور شاید اس حیلہ سے خدامِ کلام الٰہی کی فہرست کے کسی گوشہ پر جگہ ملجاوے بقول شخصے ؎

بوسم مِن بے برگ و نوا برگ حنارا تا بوسہ بہ پیغام دہم آن کف پارا

اس مضمون کو سوچ سمجھکر جب اپنے مخلصین اور مکرمین کے روبرو پیش کیا تو اُن حضرات نے بھی احقر کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا اور بالآخر یہی قرار پایا کہ بیشک مستقل ترجمہ سے زیادہ مفید اور کار آمد یہی امر ہے کہ ترجمہ موصوفہ کی خدمت گذاری مین سعی کیجائے خدا کرے کہ یہ سعی ٹھکانے لگ جاوے اور ہر دو خلجان مذکورہ بالا سے ترجمہ موصوف صاف ہو کر اپنی فصاحت و سلاست سے دور نہ جا پڑے اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِی رُشْدِی وَاَعِذْنِی مِنْ شَرِّ نَفْسِی۔

ان مراحل کے طے کرنے کے بعد یہ عاجز وضعیف ترجمہ موصوفہ کی خدمۃ گذاری کو اپنی سعادت سمجھکر بنام خدا مستعد ہوگیا اور کام شروع کردیا گویا اپنی تہیدستی اور بے مائگی کی وجہ سے ایک گراں بہا دوشالہ میں بوسیدہ کمبل سے رفو کرنیکا ارادہ کردیا خداوند ستار العیوب کی پردہ پوشی سے اگر ہماری ناچیز کلمات مصری کے ڈہاگوں اور غلہ کے سنگریزوں اور تنکوں کی طرح کسی حساب میں آجاویں تو کون مانع ہی۔ وَهُوَ الْمَلِكُ الْبَرُّ الرَّؤُفُ الرَّحِيْم۔ ؎

شنیدم کہ در روز اُمید و بیم　　بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

وگرنہ ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا۔

جب ایک ثلث قرآن کے ترجمہ کی خدمت اور درستی سے فارغ ہوگئے تو ایسا طویل وبعید حرج پیش آیا کہ ترجمہ موصوفہ کی تکمیل کا خیال فراموش شدہ خواب سے زیادہ باوقعت نہ تھا مگر باذن اللہ وہی حرج قیاس اور توقع کے خلاف سرمایۂ اطمینان بن گیا اور ارشاد عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ کی صداقت اور دعائے رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ کی اجابت گویا آنکھوں سے دیکھ لی اور گو سامان ناکافی تھا مگر اس پر بھی خدمت مذکور عرصۂ قلیل میں ١٣٣٦ھ کے اندر ایسے اطمینان سے پوری ہوگئی کہ جو اطمینان سامان کی حالت میں بھی نصیب نہ ہوا تھا۔ ؎

درخواب ندیدہ بود میلے　　آسودگئے کہ در لحد دید

اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

اب حق تعالیٰ شانہ کو منظور ہے تو کسی وقت جسکے علم سے ہم قاصر ہیں احباب و مکرمین

کی خدمت میں پہونچکر اپنی کوشش کو پیش کر دینگے اگر ہماری یہ پیوندکاری کسی درجہ میں مناسب اور مفید سمجھی گئی تو باذن اللہ شائع بھی ہو جاویگا ورنہ مجبوراً جہاں ہے وہیں رہیگا۔

گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ میں اثر   میں نے تو درگذر نکی جو مجھسے ہوسکا

اسکے بعد ضروری ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے اصل ترجمہ کی نسبت اور اپنی ناچیز ترمیم کے متعلق چند مختصر مفید باتیں عرض کردی جاویں جنسے بالاجمال دونوں کی حالت اور کیفیت بھی معلوم ہو جاوے۔ اور بعض شبہات جنکے پیش آنیکا کھٹکا ہوتا ہے وہ بھی رفع ہو جاویں سو دیکھ لیجئے حضرت ممدوح نے اپنے ترجمہ کی بابت اتنا مضمون تو خود تحریر فرمادیا ہے کہ ہندی اور عربی زبان کا محاورہ موافق نہیں اسلئے اگر قرآن شریف کی ترتیب کے ہر ہر لفظ کا جدا جدا ترجمہ کیا جاوے تو ہندیوں کی سمجھ میں آنا دشوار ہو سو اس وجہ سے ہمنے مجموعہ آیت کی پابندی کی ہے ہر ہر لفظ کی پابندی نہیں کی یعنی ہندی محاورہ کے موافق ترجمہ کیا ہے تحت لفظی نہیں کیا یہ حضرت ممدوح کے ارشاد کا خلاصہ ہے مگر اس میں اجمال بہت ہے کیونکہ اس ارشاد سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ حضرت ممدوح ہر ہر لفظ کی پابندی نکرینگے البتہ مجموعہ آیت کی پابندی کرنی ضرور ہے مگر یہ معلوم نہیں ہوا کہ ہر ہر لفظ کی عدم پابندی کی کیا حد ہے اور تقدیم و تاخیر یعنی خلاف ترتیب کو کس حد تک جائز رکھا ہے صرف بقدر ضرورت الفاظ کو کچھ آگے پیچھے کر لیا ہے یا مجموعہ آیت کے احاطہ میں محدود رہکر پھر کسی تقدیم و تاخیر کی پروا نہیں کی تھوڑی ہو یا بہت ضروری ہو یا غیر ضروری ایک تغیر ہو یا متعدد۔

علاوہ ازیں حضرت ممدوح نے اس امر کو اجمالاً اور اشارۃً بھی نہیں بتلایا کہ ہمنے اپنے

ترجمہ میں کس کس امر کی رعایت رکھی ہی اور کن کن فوائد کا لحاظ اور التزام کیا ہے سو احقر اِن دونوں باتوں کو مفید سمجھ کر اُن کی نسبت کچھ کچھ عرض کرنا چاہتا ہی مگر احتیاطاً اوّل یہ عرض کئے دیتا ہی کہ ان ہر دو امر کے متعلق جو کچھ عرض کیا جاویگا وہ موضح قرآن ہی سے مستنبط ہوگا۔ ظاہر ہی کہ اِسکے سوا ہمارے پاس ذریعہ علم اور کیا ہو اور اِسکی مثال بعینہ ایسی سمجھئے جیسا علماء کرام نے خاتم المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خود کتاب صحیح بخاری سے استنباط فرما کر اُنکے اصول و قواعد۔ شروط و قیود۔ اغراض و مقاصد کو بیان کر دیا ہے۔

البتہ صرف اِتنی بات ضروری ہی کہ ہم جس امر کو حضرت ممدوح کی طرف منسوب کریں اُس کا مأخذ موضح قرآن میں دکھلادیں اسکے بعد نہ کسی قسم کے خلجان کا موقعہ نہ کسی شُبہ کی گنجایش بہت سے بہت ممکن ہی تو یہ ہی کہ ہم اپنے فہم کے موافق حضرت ممدوح کے کسی خفیف اشارہ سے جو بات سمجھیں کسی کی رائے میں وہ ہمارا وَہم سمجھا جاوے۔

سو اوّل تو یہ امر نہ ہم سے مستبعد نہ ہم کو اس سے انکار بلکہ بشرط اطلاع و انصاف انشاءاللہ مشکوری کے ساتھ تسلیم کرنے کو حاضر ہیں۔

دوسرے چونکہ وہم انسان کے اوصاف لازمہ میں سے ہی اِدھر بوجہ اختلاف فہم و ذوق اشارات لطیفہ کے سمجھنے میں طبائع میں اختلاف ہی نیز بوجہ غلبۂ وَہم جب امر موہوم کسی کو محقق نظر آنے لگتا ہی اِسی طرح کسی کو امر محقق بوجہ قلّت تدبّر موہوم معلوم ہوتا ہی اِن وجوہ سے اس کھٹکے سے کسی کو بھی بالکل مطمئن ہونا ٹھیک نہیں وَالْاِنْصَافُ خَیْرٌ مِّنَ الْاِعْتِسَافِ۔

اِسکے بعد امر اوّل کی نسبت تو یہ عرض ہی کہ حضرت شاہ صاحب کو باوجود پابندی محاورات

ترتیب قرآنی کا ہر موقعہ پر لحاظ رہتا ہی اور اُسکی رعایت میں ہرگز تساہل نہیں فرماتے یہ نہیں کہ محاورات کے التزام کی وجہ سے ترتیب قرآنی کے اہتمام میں کوتاہی ہوجاوے کیونکہ اوّل تو ترجمہ کی اصل یہی ہی کہ حتی الامکان مطابق اصل ہو دوسرے حضرت ممدوح و مرحوم کا ارشاد جوابھی گذرا اُس سے بھی مترشح ہی کہ اصل اور ترجمہ میں موافقت ہونی چاہئے ورنہ عذر فرمانیکی حاجت کیا تھی اِن دونوں وجہوں کے بعد اس امر کی کھُلی اور قوی دلیل خود موضح قرآن سامنے ہی اسکے مطالعہ سے صاف نظر آتا ہی کہ حضرت ممدوح نے ترتیب قرآنی کی کس درجہ رعایت ہر جگہہ ملحوظ رکھی ہی اور اسمیں کتنے تغیر کو اور کس ضرورت سے روا رکھا ہی سو ترجمہ موصوف کے مطالعہ سے بالبداہتہ معلوم ہوتا ہی کہ حضرت ممدوح ترتیب قرآنی کے محفوظ رکھنے میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہیں فرماتے صرف اس ضرورت سے کہ بوجہ ضرورت مذکورہ بالا ترجمہ با محاورہ کا التزام فرمایا ہی تقدیم تاخیر کرنی ضروری ہی مگر جیسا کہ آٹے میں نمک اور اُردو پر سفیدی اور وہ بھی بقدر حاجت۔ یہ نہیں کہ آخر کا ترجمہ اوّل اور اوّل آیت کا آخر ہوجائے۔ فصل بعید سے بہت احتیاط رکھتے ہیں اِلَّا مَاشَاءَ اللہ کسی خاص ضرورت سے دو تین کلموں کا فصل ہوجاوے اور وہ بھی شاذ و نادر۔

یہ مختصر بات بھی ملحوظ رکھنے کے قابل ہی کہ حضرت ممدوح کو چونکہ محاورات کا بتلانا ہرگز مقصود نہیں بلکہ محاورات کے ذریعہ سے معنی اور مطلب قرآن کا بسہولت عوام کو سمجھانا مقصود ہی اسلئے موضح میں محاورات برابر ہر جگہہ معنے قرآن کے تابع نظر آتے ہیں اور بمقدار حاجت سے زاید بہ تکلف محاورات کو ٹھوسنا موضح میں کہیں نہ ملے گا اور جن کا مبلغ

پرواز اور مایۂ ناز یہی ہو اُن صاحبوں نے جا بیجا الفاظِ محاورات کو ٹھونس ٹھونس کر بعض مواقع میں تو بجائے سہولت اُلٹا اشکال بڑھا دیا ہو اور بعض مواقع میں یہ غضب کیا ہو کہ معنی اصلی اور واقعی ہی بالکل بدلکر کچھ کے کچھ ہو گئے اور محاورہ کے شوق میں اس قباحت وشناعت کی اُنکو کچھ پرواہ نہ ہوئی یا یوں کہو تمیز نہیں ہوئی فَالحَذَر اَلحَذَر -

بالجملہ بلا وجہ وجیہ مخالفت ترتیب سے احتراز فرماتے ہیں اور قدر حاجت سے زائد کو روا نہیں رکھتے مثلاً زبان عرب میں مضاف کو مقدم ذکر کرتے ہیں اور محاورہ اُردو میں مضاف الیہ کو پہلے لاتے ہیں وہ "غلامُ زیدٍ" کہتے ہیں تو یہ "زید کا غلام" بولتے ہیں سو ترتیب تو بدل گئی مگر اوّل تو محاورہ کی مجبوری دوسرے تغیرؔ نہایت قلیل جس سے اتصال زائل نہیں ہوا اور دونوں کلموں میں فاصلہ کچھ نہیں ہوا اسلئے حاجت کیوقت یہ خفیف اختلاف قابل لحاظ نہوگا اسکی مثالیں ترجمہ موصوف میں جگہ جگہ ملینگی اور تحت لفظی ترجمہ میں چونکہ یہ مجبوری نہیں اسلئے یہ تغیر ترجمہ لفظی میں نظر نہ آئیگا مگر سب جانتے ہیں کہ ایسے اختلافات جتنے بھی ہوں ترجمہ با محاورہ میں جائز بلکہ ضروری سمجھے جائینگے حتی کہ اگر با محاورہ ترجمہ میں یہ اختلافات نہوں تو وہ ترجمہ با محاورہ نہ سمجھا جاویگا اور با محاورہ ترجمہ میں اس قسم کے جتنے کثرت سے اختلافات ہونگے اسی قدر اسکے با محاورہ ہونے کی تصدیق اور اُسکی خوبی سمجھی جاویگی۔ مگر حضرت ممدوح اسپر بھی مضاف الیہ کو ہر جگہ مقدم نہیں لاتے بلکہ جہاں گنجائش مل جاتی ہو وہاں بوجہ عدم ضرورت اس قلیل تغیر کو بھی ترک فرما کر ترتیب قرآنی ہی کو قائم رکھتے ہیں مثلاً اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ میں چونکہ رَبِّ العٰلَمِینَ مضاف

اور مضاف الیہ صفت واقع ہیں تو اسکے ترجمہ میں یہ گنجائش نکل آئی کہ ترجمہ ترتیب قرآنی کے مطابق بھی رہی اور محاورہ کے خلاف بھی نہ ہوا اور ایسے نظائر بکثرت ملینگے۔

خلاصہ یہ کہ پابندی محاورہ تو ضروری ہی اور اس ضرورت سے جو خلافِ ترتیب کرنا پڑے وہ مستثنیٰ اور مستحسن اور ضروری ہی باقی اس ضرورت کے علاوہ خلاف ترتیب کو ہرگز اختیار نہیں فرماتے بلکہ مثل ترجمہ تحت لفظی موافقت ترتیب کو لازم وواجب سمجھتے ہیں

یہی حال ہی فعل اور مفعول اور دیگر متعلقات فعل اور صفت موصوف۔ حال۔ تمیز وغیرہ کا کہ اکثر مواقع میں ترتیب قرآنی کی متابعت فرماتے ہیں اور بعض مقامات میں بوجہ رعایت محاورہ وسہولت اسی تغیر خفیف مذکورہ بالا سے کام لیتے ہیں۔

اور لیجیے حروف ربط جنکو حروف جر کہتے ہیں جگہ جگہ بکثرت مستعمل ہیں جیسے لام۔ باء۔ کاف۔ علی۔ الی۔ من۔ عن۔ فی وغیرہ اور کلام عرب میں یہ حروف ہمیشہ اپنے معمول پر مقدم ہوتے ہیں لیکن ہماری زبان میں عموماً مؤخر بولے جاتے ہیں مگر قلیل و نادر سو ان حروف میں بعض حروف تو ایسے ہیں کہ ان کا ہماری زبان میں مؤخر ہونا ایسا ضروری ہی کہ مقدم لانیکی کوئی صورت ہی نہیں جیسے مِن اور عَن۔

کلام اردو میں ممکن نہیں کہ مِن اور عَن کا ترجمہ انکے معمول سے مقدم ہوسکے اور ترتیب قرآنی کی موافقت کرسکیں۔ اسی وجہ سے ترجمہ تحت لفظی میں بھی یہ تغیر اور اختلاف بمجبوری قبول کرنا پڑتا ہی باقی اکثر حروف ایسے ہیں کہ انکو ہماری زبان میں مقدم کرنا گو جائز ہی مگر محاورہ کے خلاف ہی جیسے الی۔ علی۔ فی وغیرہ سو ان کو ترجمہ

تحت لفظی میں تو نظم قرآنی کے موافق مقدم لاوینگے لیکن با محاورہ ترجمہ میں اُنکو بھی مثل قسم سابق مؤخر لانا پڑیگا۔ مگر اس برائے نام اختلاف کو بھی با محاورہ ترجمہ میں ایسا ہی مقبول سمجھنا چاہیے جیسا اختلاف سابق ہر ایک اُردو ترجمہ میں مقبول تھا کیونکہ یہ حروف اوّل تو فی نفسہ غیر مستقل اور تابع محض ہیں صرف اُنکا تقدم تاخر بھی کوئی مستقل اختلاف اور قابل اعتبار نہیں ہی۔ دوسرے بی وجہ نہیں بلکہ بوجہ ضرورت مسلمہ اختیار کرنا پڑا ہی جسنے کہ محاورہ اُردو میں اسکی مخالفت کی گنجائش ہی نہیں۔ تیسرے اتنا لطیف و خفیف اختلاف ہی کہ جس سے اتصال میں فرق نہیں آیا اور ان سب امور کے بعد پھر وہی بات ہی جو پہلے عرض کر چکا ہوں یعنی جہاں کچھ گنجائش ہوتی ہی وہاں اس خفیف تغیر کو بھی پسند نہیں کرتے بلکہ ترتیب قرآنی کی رعایت فرماتے ہیں اور ایسا ترجمہ اختیار کرتے ہیں جو ترتیب قرآنی اور محاورہ دونوں کے موافق ہو۔

اسکی مثالیں حروف مذکورہ کے متعلق جگہ جگہ موجود ہیں مثلاً اِلَّا عَلَی الْخَاشِعِیْن کا ترجمہ "مگر انہیں پر جنکے دِل پگھلے ہیں" فرمایا ہی جس میں لفظ "علیٰ" کا ترجمہ خاشعین کے ترجمہ سے مقدم ہی اور محاورہ کے بھی مطابق ہی۔

بالجملہ موضح قرآن میں جو جگہ جگہ وہ تغیرات نظر آتے ہیں جو ترجمہ تحت لفظی میں نہیں پائے جاتے اُنکی وجہ سے بشرط فہم و انصاف نہ موضح قرآن میں کسی خدشہ اور شبہ کی گنجائش ہی اور نہ انکو حجت بنا کر ترجمہ با محاورہ میں تقدیم و تاخیر کا دروازہ کھول دینا مناسب ہے جگہ جگہ تغیر اور اختلاف کا نظر آنا اہل فہم کے نزدیک ہرگز قابل لحاظ نہیں



قابل لحاظ ہی تو یہ ہی کہ حضرت ممدوح جو تغیر کرتے ہیں وہ نہایت نپا تُلا عند الحاجۃ اور بقدر ضرورت جسکی وجہ سے ترجمہ موضح قرآن جیسے التزام اور خوبی محاورات میں بی نظیر ہو ویسا ہی باوجود پابندی محاورات بعلّت تغیر اور خفتِ تبدّل بی عدیل ہی سو اب ہمکو یہ دیکھنا نہ چاہیے کہ حضرت ممدوح نے کتنے مواقع میں تغیّر کیا بلکہ اہل فہم کے دیکھنے کی بات یہ ہی کہ تغیّر کیوں کیا اور کتنا تغیّر کیا۔

البتہ اِن معمولی مذکورہ بالا اختلافات کے سوا بھی بعض بعض مقامات ایسے ہیں کہ وہاں محاورہ اُردو کے ساتھ ترتیب قرآنی کو قائم رکھنا دشوار ہی یا ترتیب کی رعایت سے معنی میں اِغلاق پیدا ہوتا ہی۔ سو حضرت ممدوح اُن مقامات میں بھی بہ نظر غائر ایسا اسلوب اختیار فرماتے ہیں کہ محاورہ اور ترتیب دونوں کی رعایت ہو یا فرق آوے تو خفیف۔ اور معنی بھی مُغلق نہوں اِنکے علاوہ بہت سے تصرفات خفیفہ اور بھی کر جاتے ہیں مثلاً بضرورت ایضاح کہیں مختصر لفظ ترجمہ میں بڑھا دیا یا کہیں مرجع ضمیر کو ظاہر کر دیا کہیں لفظ مقدر کی تصریح فرما دی علیٰ ہذا کبھی ترجمہ میں بعض الفاظ کو چھوڑ بھی جاتے ہیں مثلاً بعض جگہ "اِنَّ" کا ترجمہ نہیں کرتے "یَا اَبَتِ" کا ترجمہ "ای باپ" فرماتے ہیں "ای میرے باپ" نہیں فرماتے ایسے ہی "یَا بُنَیَّ" کا ترجمہ "ای میرے چھوٹے بیٹے" کی جگہ صرف "ای بیٹے" فرمایا ہی "یَا رَبِّ" کا ترجمہ متعدد مواقع میں "ای رب" ذکر کیا ہی کبھی ضمیر کا ترجمہ چھوڑ جاتے ہیں کبھی صیغہ مبالغہ کے ترجمہ میں مبالغہ کو ذکر نہیں فرماتے وغیرہ وغیرہ سو اس قسم کے خفیف تصرفات میں کوئی حرج نہیں۔ انمیں کے اکثر تصرفات تراجم لفظیہ تک میں موجود ہیں

اب باقی رہا امر ثانی یعنی حضرت ممدوح نے ترجمہ میں کس کس امر کا خیال رکھا ہی سو

ترجمہ موصوف کے مطالعہ سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ عامۃً ترجمہ میں چند امور کا التزام و لحاظ بہت ہی اختصار و سہولت و وضاحت اور الفاظ قرآنی کی لفظی و معنوی مطابقت۔ اور معنے مرادی یعنی غرض و مقصود کلام کی رعایت۔ جسکی وجہ سے مدعا کلام الٰہی کے سمجھنے میں اعانت ملتی ہے ان امور کے علاوہ ترجمہ میں کبھی ایسا لفظ لاتے ہیں جس سے کسی اجمال و ابہام کا کھولنا مقصود ہوتا ہے کبھی کسی اشکال و شبہ سے بچنے کی غرض سے کوئی لفظ اختیار فرماتے ہیں بسا اوقات ایک لفظ کا ترجمہ ایک جگہ کچھ فرماتے ہیں اور دوسری جگہ کچھ اور جسکی وجہ سے مطلب میں سہولت ہوجاتی ہے۔ کبھی کوئی فائدہ جدید ترجمہ سے زائد بتلاجاتے ہیں بغرض سہولت و وضاحت کبھی مضمون ایجابی کو عنوان سلبی میں ادا فرماتے ہیں۔ بہت سے مقامات میں نفی و اثبات کا جدا جدا ترجمہ نہیں کیا بلکہ حصر جو اس سے مقصود ہے اُسکو مختصر سلیس الفاظ میں محاورہ کے موافق ادا فرمادیتے ہیں حال و تمیز۔ بدل وغیرہ حتےکہ مفعول مطلق کے عنوان کی رعایت رکھتے ہیں اور محاورہ کے موافق۔ الغرض الفاظ و معانی دونوں کے متعلق ہر طرح سے غور اور اہتمام سے کام لیا ہے اور مقاصد کی تسہیل میں سعی۔ اور احتیاط میں کوتاہی نہیں کی اہل فہم کو بشرط توجہ ہمارے معروضات کی صداقت ہر جگہ انشاءاللہ ملیگی اس سے زیادہ عرض کرنیکی حاجت نہیں

— باقی ہمیں ہرگز ہرگز شبہ نہیں کہ حضرات علماء متدینین میں جس نے اس مبارک خدمت کو انجام دیا ہے اس نے اپنے فہم و مذاق کے موافق اس قسم کے فوائد کا پورا اہتمام کیا ہے اور ہر طرح کی خوبی اور احتیاط میں غور فرماکر اس امر مہتم بالشان کو انجام دیا ہے مگر بات یہ ہے

کہ فضائل وکمالات خداداد کے علاوہ حضرت ممدوح نے جس غور واہتمام سے اس خدمت کو انجام دیا ہی وہ بینظیر ہے ہر موقعہ میں چھوٹے بڑے لفظی معنوی امور کا اتنا خیال رکھتے ہیں اوراُن امور کی اسقدر رعایت فرماتے ہیں کہ اکثر مقامات میں بلا ارادہ کسی کا قول یاد آجاتا ہی کہ

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم　　　کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

اِسلئے کمّاً وکیفاً اس قسم کے چھوٹے بڑے فائدے موضح قرآن میں زیادہ نظر آتے ہیں اور بلا مبالغہ سہل ممتنع کہنے کو دل چاہتا ہی۔

اسی کے ساتھ جب ہم خیال کرتے ہیں کہ حضرت ممدوح کے اس علمی وعملی کمالات پر انکی تالیفات بجز موضح قرآن ہمکو نظر نہیں آتیں تو یہی دل میں آتا ہی کہ کسی قوی محرک نے حضرت ممدوح کو اس خدمۃ پر متوجہ کیا ہی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس خدمۃ کو اپنی آورد کے زور اور معمولی توجہ سے انجام نہیں دیا بلکہ جو کچھ کیا ہی وہ آمد کے جوش اور قلبی شوق سے کیا ہی چنانچہ احقر نے اپنے بعض مرحوم بزرگواروں سے سُنا ہی کہ حضرت شاہ صاحب اس خدمت سے فارغ ہوگئے تو کسی کا شعر کچھ تصرف فرماکر اس طرح پڑھتے تھے ؎

روزِ قیامت ہر کسے باخویش دارد نامۂ　　　من نیز حاضر میشوم تفسیر قرآں در بغل

اور مناسبات اور متعلقات ترجمہ ہی میں منحصر نہیں بلکہ بعض مقامات میں حضرات مفسرین اور شُرّاح حدیث کے مبسوط ارشادات کا خلاصہ ایک دو لفظ میں بسہولت بتلا جاتے ہیں بعض مواقع میں حضرت ممدوح کا ایک دو کلمہ مبسوط ارشادات سے احق بالقبول ہوتا ہے دفع التباس اور رفع اشکال کا بہت خیال رکھتے ہیں اور باوجود ان امور کے ترجمہ

اپنے محدود احاطہ سے ایک قدم آگے نہیں بڑہنے پاتا۔ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِلْعٰلَمِیْنَ

الحاصل تراجم معتبرہ میں غور کرنے سے اکرام فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ وَکُلًّا اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّعِلْمًا اور انعام اَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ کا نقشہ ضرور نظر آتا ہی بَارَکَ اللّٰهُ فِی حَسَنَاتِهِمْ وَاَفَاضَ عَلَیْنَا مِنْ فُیُوْضِهِمْ وَبَرَکَاتِهِمْ۔

۴ اِسکے بعد بیشک اِس امر کی ضرورت ہی کہ جیسے ہمنے یہ چند فوائد بلا دلیل عرض کر دئے ہیں ایسے ہی کسی موقعہ سے چند مثالیں بھی عرض کئے دیجاویں تاکہ ہماری معروضات کیلئے موجب تصدیق ہو اور بطور نمونہ ترجمہ موصوف کی کچھ حالت معلوم ہو کر ناظرین کیلئے باعث اطمینان ہو۔ سو شروع ہی سے لیجئے اور جو بات ہماری معروضات میں مجمل ہو اُسکو موضح قرآن میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

دیکھئے۔ بِسْمِ اللّٰهِ کا ترجمہ محاورہ کے موافق کیا ہی جسمیں توضیح۔ اور اختصار دونوں کی بقدر مناسب رعایت ملحوظ ہی اس سے بہتر اور سلیس وحسین ترجمہ اُردو میں نظر نہیں آتا۔ اور رحمٰن اور رحیم جو مبالغہ کے صیغے ہیں اُنکے مبالغہ کو بھی ظاہر فرما دیا اور دونوں کے فرق مراتب کی طرف بھی اشارہ لطیف کر دیا۔ تراجم سابقہ میں بوجہ عدم ضرورت مبالغہ سے تعرض نہیں فرمایا۔

اِسکے بعد سورہ فاتحہ میں بھی رحمٰن اور رحیم کا ترجمہ اسی کے مطابق کیا۔

یَوْمِ الدِّیْنِ کا ترجمہ اکثر حضرات نے "روز جزا" یا "دن جزا" فرمایا ہی مگر اول تو شاہ صاحبؒ نے فرما دیا ہی کہ میں نے عوام کی بول چال میں ترجمہ کیا ہی اور عوام کی بول

چال میں جزا کا لفظ شائع نہیں۔ دوسرے اہل لغت اور علماء مفسرین نے دِین کے معنے "جزا" اور "حساب" دونوں تحریر فرمائے ہیں ان وجوہ سے غالباً حضرت ممدوح نے "جزا" کے لفظ کو چھوڑکر اسکے بدلے میں "انصاف" کا لفظ اختیار فرمایا کہ یہ لفظ عوام میں مشہور ہی اور اس ایک لفظ میں "جزا" اور "حساب" دونوں آگئے۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ ہدایت کا ذکر کلام الٰہی میں جگہ جگہ آتا ہی سو حضرات مترجمین اسکے ترجمہ میں اکثر تو لفظ "ہدایت" ہی فرماجاتے ہیں کیونکہ یہ لفظ فارسی۔ اُردو دونوں میں شائع ہی اور کبھی اپنی زبان میں ترجمہ فرماتے ہیں تو فارسی والے "راہ نمائی" سے اور اُردو والے "رستہ دکھلانے" سے ترجمہ کرتے ہیں مگر حضرت ممدوح کی عادت ہی کہ اوّل تو عامۃً ترجمہ اپنی زبان میں فرماتے ہیں اِلّاماشاءاللہ۔ دوسرے چونکہ ہدایت کا استعمال دو معنے میں ہوتا ہی ایک صرف "رستہ دکھلانا" دوسرے منزل مقصود تلک پہونچا دینا اوّل کو "اراءۃ" دوسرے کو "ایصال" کہتے ہیں تو اسلئے حضرت شاہ صاحبؒ ہر موقعہ پر اس کا بھی لحاظ رکھتے ہیں کہ ہدایت کے کونسے معنے مراد اور اس موقعہ کے مناسب ہیں اور اسی کے مناسب "ہدایت" کے ترجمہ میں کوئی لفظ اختیار فرماتے ہیں۔ ہر جگہ اسکے ترجمہ میں "راہ دکھانا" ہی نہیں فرماتے سو اسی وجہ سے اور حضرات نے تو اھدنا کا ترجمہ "دکھا ہمکو" فرمایا اور حضرت ممدوح نے "چلا ہمکو" فرماکر ایصال کی طرف اشارہ کردیا۔ اسی طرح ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْن کے ترجمہ میں اور حضرات نے تو "راہ دکھاتی ہی" یا "رہنما" فرمایا اور حضرت ممدوح نے "راہ بتاتی ہی" پسند کیا چونکہ

اھدنا میں ہدایت حق تعالیٰ کا فعل ہے تو وہاں چلانے کا لفظ مناسب ہے، ھُدًی
للمتقین میں ہدایت قرآن کی صفت ہے تو یہاں بتانے کا لفظ چسپاں ہے ورنہ
دونوں جگہ ایصال کی طرف اشارہ مقصود معلوم ہوتا ہے فرحمہ اللہ مَا اَدَقَّ
نَظْرَہٗ وَاَرَقَّ اَلْفَاظُہٗ۔

اس کے بعد متقین میں حضرات مرحومین نے تقویٰ کا ترجمہ "پرہیزگاری" فرمایا ہے۔
جو شریعت میں مشہور اور ظاہر کے مطابق اور تفاسیر کثیرہ کے موافق ہے۔ پھر حضرات
مفسرین نے اسپر شبہ بیان فرمایا کہ ہدایت کے محتاج گمراہ ہیں نہ متقی و پرہیزگار
اسلئے "ھدًی للضالین" فرمانا مناسب تھا سو بعض حضرات نے متقین کے معنی
"صائرین الی التقویٰ" لیکر جواب دیا بعض نے دیگر جوابات سے شبہ مذکورہ کا قلع
قمع کیا مگر حضرت شاہ صاحبؒ کی نظر اس طرف گئی کہ تقویٰ کے اصطلاحی مشہور معنے چھوڑ
کر اصلی اور لغوی معنے اختیار کئے اور متقین سے وہ لوگ مراد لئے جنکے قلوب میں حقتعالیٰ
کا خوف ہو اسلئے ھُدًی للمتقین پر ظاہر اور معروف ترجمہ یعنی "راہ دکھاتی ہے پرہیزگاروں کو"
اسکو چھوڑ کر "راہ بتاتی ہے ڈر والوں کو" اختیار کیا۔ جسکی وجہ سے شبہ مذکور کا موقعہ ہی
نہ رہا جو کسی جواب کی حاجت ہو اور اگر ہدایت سے ایصال مراد لیویں جیسا کہ ترجمہ میں
حسب معروضات سابقہ اُسکی طرف لطیف اشارہ مفہوم ہوتا ہے تو پھر تو شبہ کیا
کسی وہمی کے توہم کا بھی وہم نہیں ہوتا۔

اسکے بعد یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کا ترجمہ "ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب کے" یا "غیب پر"

بالکل درست اور ظاہر کے موافق ترجمہ ہی اور لفظ ایمان اور غیب چونکہ مشہور و معروف
الفاظ ہیں اسلئے دوسرے لفظوں سے اُنکے ترجمہ کرنیکی حاجت نہیں۔
لیکن ایمان کا لفظ عرف شریعت میں دو معنی میں شائع ہی ایک نفس تصدیق و
یقین و تسلیم قلبی جو کہ امور دین اور احکام شریعت کے ساتھ متعلق ہو جسکو حقیقۃ ایمانی
سے بھی تعبیر کرتے ہیں اور معنے لغوی کے بھی موافق ہی۔ دوسرے تصدیق قلبی اور اعمال
ایمانی دونوں کا مجموعہ جسکو ایمان کامل بھی کہتے ہیں۔
اِدھر معروضات سابقہ سے معلوم ہو چکا ہی کہ مترجم رحمہ اللہ کی عام عادۃ ہی کہ عوام
کی بول چال میں ترجمہ کرتے ہیں اور جس لفظ کے معنے متعدد ہوتے ہیں وہاں ترجمہ میں ایسا لفظ
لانا پسند فرماتے ہیں جس سے وہ معنے معین ہو جاویں جو مطلوب اور مناسب مقام ہوں
اسکے بعد غیب کے معنے بیشک ظاہر ہیں مگر اسکی تصریح نہیں کہ کس چیز سے غائب ہونا مراد ہے
سو ان باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ مترجم ممدوح نے اُس صحیح اور مقبول ترجمہ کے
بدلے جسکو ابھی عرض کر چکا ہوں یہ ترجمہ اختیار کیا "یقین کرتے ہیں بن دیکھے" ترجمہ ہلکا
سلیس عام فہم ہونیکے سوا ظاہر ہو گیا کہ یہاں ایمان کے اوّل معنے مراد ہیں نہ ثانی اور یہ
بھی ظاہر ہو گیا کہ غیب کا یہ مطلب ہے کہ جو چیزیں اُنکی نظروں سے غائب ہیں یعنی اُن پر
اللہ اور رسول کے فرمانے سے یقین کرتے ہیں جیسے بہشت، دوزخ، پُل صراط، وزن اعمال،
عذاب قبر، فرشتے، جنات، شیاطین وغیرہ وغیرہ۔

تنبیہ۔ ایمان کا ذکر قرآن شریف میں ماضی، مضارع، اسم فاعل، امر، نہی،

مختلف صیغوں کے ساتھ بکثرت موجود ہیں سو حضرات مترجمین تو عام طور پر اسکا ترجمہ لفظ "ایمان" یا "اسلام" سے ذکر فرماتے ہیں کیونکہ دونوں لفظ معروف اور مشہور ہیں مگر حضرت ممدوح یقین، ماننا، اسلام، ایمان، جس لفظ کو کسی وجہ ظاہری یا مخفی سے مناسب مقام دیکھتے ہیں ہر جگہ اسکی رعایت فرماتے ہیں جسکی وجہ سے کارآمد اور مفید باتیں ترجمہ سے زاید بسہولت معلوم ہو جاتی ہیں جیسا ابھی عرض کر چکا ہوں اور انہیں چھوٹے چھوٹے فرقوں اور ہلکی ہلکی رعایتوں کی وجہ سے بڑی بڑے خلجان اور لمبی لمبی بحثیں بسہولت کبھی طے ہو جاتی ہیں اور تحقیقی بات معلوم ہو جاتی ہے مثلاً احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ جب آیۂ کریمہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ نازل ہوئی تو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر نہایت شاق ہوئی اور انکو خلجان شدید پیدا ہوا آخر آپکی خدمت میں عرض کیا "اَیُّنَا لَمْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ" یعنی یا رسول اللہ ہم میں ایسا کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو یعنی اس سے کوئی گناہ نہ ہوا ہو مطلب یہ کہ پھر اب تو ہم سب عذاب الٰہی سے غیر مامون اور ہدایت سے محروم ہو گئے آپنے فرمایا "لَیْسَ ذٰلِكَ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ اَلَمْ تَسْمَعُوْا قَوْلَ لُقْمَانَ لِابْنِهٖ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ" یعنی آیت میں ظلم سے ظلم عظیم مراد ہے جو شرک ہے مطلق گناہ مراد نہیں جو یہ خلجان پیش آوے تو اس ارشاد سے وہ اشکال تو مرتفع ہو گیا جو صحابہ کرام کو موجب پریشانی ہوا تھا اور آیت کا واقعی مطلب بالاجمال سمجھ میں آگیا مگر یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ ارشاد فیض بنیاد کا ماخذ آیت میں کیا ہے اور تقریر و تشریح جواب کی صورت کیا ہے اسلئے اسمیں حضرات علماء

کی تقریریں مختلف ہیں جو اہل علم پر مخفی نہیں ہرچند یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے مباحث ترجمہ کے احاطہ سے بہت اوپر ہیں اور اُنکے لئے اور مواقع ہیں مگر حضرت شاہ صاحبؒ کی وسیع و دقیق نظر چونکہ اُنکو بھی حتی المقدور اور حسب گنجائش ترک کر دینا پسند نہیں کرتی تو سب طرف نظر ڈالکر آیت مذکورہ کا یہ ترجمہ فرمایا "جو لوگ یقین لائے اور ملائی نہیں اپنے یقین میں کچھ تقصیر الخ" جس سے معلوم ہو گیا کہ آیت میں ایمان سے حقیقت ایمانی یعنی تصدیق قلبی مراد ہے معنے ثانی "تصدیق مع الاعمال" مراد نہیں جو باعث خلجان ہو سو اہل علم و فہم کو تو اتنا ہی اشارہ سب کچھ ہے مگر حضرت ممدوح نے ظُلم کا ترجمہ لفظ تقصیر سے بیان فرما کر جسکی نظیر غالباً کسی اور موقع پر نہ ملیگی مطلب کو اور بھی واضح کر دیا اب اسمیں غور کرنے سے بحمداللہ دوسرا خلجان بھی صاف ہو گیا۔ دیکھئے دو لفظوں میں ایسی محقق بات فرما گئے کہ لمبی بحثوں کی حاجت نہ رہی طُرفہ یہ کہ یہ تحقیق دو لفظی احق بالقبول معلوم ہوتی ہے جس سے حضرات صحابہ کے خلجان کا منشا اور ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ماخذ بھی سمجھ میں آتا ہے اور تقریر جواب میں جو بین العلماء خلاف ہے اُسکی کیفیت بھی سمجھ میں آتی ہے اور آیت کے ترجمہ میں جو لفظ "کچھ" ظاہر فرمایا ہے جو اور تراجم میں نظر نہیں آتا وہ صاف بتلا رہا ہے کہ حضرت ممدوح کو اقوال علماء پیش نظر ہیں اور اُسمیں جو بات راجح ہے اُسکو بتلانا چاہتے ہیں۔

تمثیلات کے ذیل میں چونکہ استطراداً یہ ذکر آگیا اسلئے بسط کا موقع نہیں البتہ اپنے موقع پر بسط نامناسب نہو گا۔

اِسکے بعد مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ کے ترجمہ میں "مِنْ" تبعیضیہ کا ترجمہ لفظ "کچھ" سے ظاہر فرماکر ممانعت اِسراف کی طرف اشارہ بتلا گئے جس سے اکثر تراجم خالی ہیں۔ جیسا کہ کتب تفسیر میں مصرح موجود ہے۔

یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں "دغابازی کرتے ہیں اللہ سے" جو سریع الفہم محاورہ کے موافق ترجمہ ہی۔ اور ظاہری اور مشہور ترجمہ میں جو خدشہ ہوسکتا ہی اور حضرات مفسرین کو اُسکے جواب کی ضرورت پڑتی ہی اُس سے بھی بچاؤ ہوگیا جیسا کہ تفاسیر میں موجود ہے۔

عَذَابٌ اَلِیْمٌ کا ترجمہ "دُکھ کی مار" فرماکر بتلا گئے کہ فَعِیْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ ہی جو شائع اور رائج استعمال ہی اور محاورہ اُردو بھی اُسکی مطابق ہے۔

بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ میں "یکذبون" کا ترجمہ "جھوٹ کہتے تھے" فرمایا "جھوٹ بولتے تھے" نہیں فرمایا جو ظاہر اور محاورہ کے موافق زیادہ نظر آتا ہی۔ سو اسکی وجہ انشاء اللہ یہی ہی کہ جب کسی شخص کا علی العموم کاذب ہونا اور اُسکا جھوٹ کا عادی ہونا بیان کرنا منظور ہوتا ہی تو کہتے ہیں۔ زید جھوٹ بولتا ہی اور جب اُسکے کسی خاص مقولہ کی تکذیب مدِّنظر ہوتی ہی تو کہتے ہیں زید جھوٹ کہتا ہی اور یہی امر محاورہ کے زیادہ موافق ہی اور ظاہر ہے کہ اس موقع میں اُن لوگوں کا علی العموم کاذب ہونا بتلانا منظور نہیں بلکہ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ جو کہا کرتے تھے جو اوپر مذکور ہی اس مقولہ خاص کی تکذیب فرمانی منظور ہے اور عَذَابٌ اَلِیْمٌ نفاق کی سزا ہی نہ کذب کی فَلِلّٰهِ دَرُّہٗ مَا اَلْطَفَ طَبْعَہٗ وَ

اَسْلَمَ ذَوْقَهٗ وَاحَدَّ نَظْرَهٗ۔

اور سُنئے مَا يَشْعُرُوْنَ اور لَا يَشْعُرُوْنَ جو ان آیات میں موجود ہی چونکہ یشعرون لفظ واحد ہو اسلئے اسکے ترجمہ میں بھی کسی نے فرق نہیں فرمایا مگر حضرت شاہ صاحب بال کی کھال نکال کر اول کا ترجمہ "نہیں بوجھتے" اور دوسرے کا ترجمہ "نہیں سمجھتے" فرماتے ہیں فرق کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہو کہ جہاں تأمل اور فکر کی حاجت ہوتی ہو اُسکے سمجھنے کو "بوجھنا" کہتے ہیں تو اس فرمانے سے ادھر اشارہ ہوگیا کہ امر اول یعنی منافقوں کا اپنے نفسوں کو دغا دینا اسکے سمجھنے میں تأمل کی حاجت ہو اور امر ثانی یعنی منافقوں کا مفسد ہونا ایسی کھلی بات ہو کہ ادنے تأمل کی حاجت نہیں۔

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے اس موقع میں لَا يَشْعُرُوْنَ اور لَا يَعْلَمُوْنَ کا فرق ارشاد فرمایا ہو۔ شاہ صاحب نے ایک لفظ یشعرون کو دو موقعوں پر بولنے سے بوجہ اختلاف محل جو باریک فرق نکلتا ہو اسکی طرف لطیف اشارہ فرما دیا جس سے فہم مطلب میں مدد ملتی ہو۔ اسکے بعد عرض ہو کہ ہمنے یہ چند نظائر چھوٹی بڑی جو شروع قرآن مجید کے کُل صفحہ ڈیڑھ صفحہ کے متعلق ہیں بلا قصد استیعاب موضح قرآن سے بطور نمونہ اور بغرض تنبیہ عرض کر دیے ہیں اسکو دیکھکر ترجمہ موصوف کی خوبی و لطافت اور اجمالی حالت معلوم ہوسکتی ہو اور ہماری عرض سابقہ کی تصدیق بھی انشاء اللہ بقدر کفایت سمجھ میں آسکتی ہو باقی ترجمہ مذکور کا اول سے آخر تک ایک رنگ ہو چنانچہ اہل علم و فہم پر روشن ہو۔

خلاصہ یہ ہو کہ بروئے فہم و انصاف حضرت رحمہ اللہ نے حقیقت میں ایک مفید تفسیر تحریر

فرمائی ہی مگر ترجمہ کے لباس میں۔ اگر اُسکے الفاظ کو دیکھیں تو ایک سریع الفہم جچا تلا ترجمہ نظر آتا ہی اور معنی میں غور کیجئے تو ایک لطیف مفید تفسیر معلوم ہوتی ہی جس سے حضرت ممدوح کا بے نظیر کمال ظاہر ہوتا ہی جیسا کہ اُسکے برعکس بعض بلند خیال حضرات نے ترجمہ بلباس تفسیر لکھا ہی۔ جو حقیقت میں ترجمہ ہی نہ تفسیر۔ پھر اُسپر طرّہ یہ کہ اس نام کے ترجمہ کو بڑھانے سے اور موضح قرآن کو گھٹانے سے باوجود کثرت موانع ایک چیز بھی مانع نہیں ہوئی مگر موشے بخواب آ مدشتر شد۔ سچ ہی شعر

گر از بسیط زمین عقل منعدم گردد	بخود گماں نبرد ہیچکس کہ نادانم

باقی یہ ظاہر ہی کہ ترجمہ موصوف کے تمام فوائد چھوٹے بڑے کے بیان کرنیکی نہ حاجت اور نہ گنجایش البتہ جو بات قابل تنبیہ ہوگی اپنے موقع پر بالاجمال یا بالتفصیل فوائد کے ذیل میں انشاء اللہ عرض کردینگے اور اہل فہم کو ایک دو جزو غور سے دیکھ لینے کے بعد اس قسم کے امور کے سمجھنے میں خود سہولت نظر آنے لگے گی۔

احتیاطاً یہ بھی عرض کئے دیتے ہیں کہ موضح قرآن کے مختلف نسخوں کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ بعض مواقع میں محاورہ معلوم نہونیکی وجہ سے کچھ کا کچھ سمجھکر بعض نسخوں میں بالقصد تصحیف ہوئی ہی اور بعض جگہ کسی لفظ کو غیر مانوس دیکھکر دوسرا لفظ جو مناسب سمجھا اُسکی جگہ بدل دیا ہی مگر حضرت ممدوح کے لفظ کو بدلنا چونکہ نظر سرسری کا کام نہیں اسلئے ایسے الفاظ کی وجہ سے موضح قرآن میں یا ہمارے کسی تصرف میں کسی قسم کا خدشہ ٹھیک نہوگا۔

فوائد کے متعلق یہ عرض ہی کہ حضرت حجۃ اللہ علی العٰلمین و للعٰلمین شاہ ولی اللہ قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے جب اوّل قرآن شریف کا ترجمہ "فتح الرحمٰن" بزبان فارسی تحریر

فرمایا تو ضروری ضروری فوائد بھی اُسپر اضافہ فرمائے مگر بہت کم مواقع میں اور نہایت مختصر جس سے عام اہل اسلام نفع اُٹھانے میں قاصر ہیں اُسکے بعد حضرت شاہ صاحب نے جب **موضح قرآن** اُردو میں ترجمہ کیا تو حضرت ممدوح نے فوائد کو بھی ایک کافی مقدار تک بڑھایا جو نہایت کارآمد اور مفید ہیں مگر سادہ بول چال اور مختصر الفاظ میں کہ بعض مواقع میں ہر کوئی بسہولت نہیں سمجھ سکتا سو اسلیئے اور نیز بوجہ اختلاف حاجت و مذاق اہلِ زمانہ اُن میں بھی زیادتی کمًّا وکیفًا مناسب اور مفید معلوم ہوتی ہے۔

— امور متعلقہ موضح قرآن کے عرض کرنے کے بعد اب اپنی ناچیز ترمیم اور بے حقیقت کوشش کی حقیقت کہ جسکے مناسب در مناسب کسی کا یہ شعر دل سے بے تکلف زبان پر آتا ہے۔ ع

مثال ہے مری کوشش کی کہ مرغ اسیر کرے قفس میں فراہم خس آشیاں کیلیئے

گوش گذار ہے۔ اتنی بات تو پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ ترمیم صرف دو امر میں ہوگی لفظ متروک کو بدل دینا اور حسب ضرورت اجمال و ابہام کو کھولدینا اسی کے متعلق اتنا اور عرض ہے کہ ہمنے جس موقع میں کوئی تصرف کیا ہے تو یہ نہیں کیا کہ اپنی رائے محض سے سرسری طور پر جو مناسب دیکھا بدل دیا یا بڑھا دیا نہیں بلکہ حضرات اکابر کے تراجم میں سے حتی الوسع لینے کی کوشش کی ہے خود موضح قرآن میں دوسرے موقع پر کوئی لفظ ملگیا یا حضرت ممدوح کی اُردو کی تفسیر میں یا حضرت مولانا شاہ **رفیع الدین** کے ترجمہ میں یا **"فتح الرحمن"** میں ان میں سے لینے کو پسند کیا ہے البتہ کچھ مواقع ایسے بھی ہیں کہ جہاں ہمنے کوئی لفظ اپنی طرف سے کسی ضرورت سے داخل کردیا ہے مگر جہاں ہمنے ایسا کیا ہے تو وہاں لفظ و معنے دونوں کا خیال رکھا ہے یعنی

لفظ سلیس اور محاورہ کے موافق ہو اور مطابق غرض اور مناسب مقام بھی ہو اور اگر کہیں ایسا لفظ ہمکو ہاتھ نہیں آیا تو وہاں رعایت معنے کو ترجیح دی ہی یعنی ایسا لفظ اختیار کیا ہی جو موافق مراد اور مناسب مقام پورا ہو گو اُس میں کچھ طول ہو یا ٹھیٹ محاورہ نہو۔

اور جہاں ہمنے کسی وجہ سے اصلی ترجمہ کی ترتیب کو کچھ بدلا ہی یا اور کوئی تغیر کیا ہی تو یہ ضرور خیال رکھا ہی کہ اُسکی نظیر حضرات اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے تراجم میں موجود ہو ایسا تغیر جسکی نظیر تراجم موصوفہ میں نہو ہمنے جائز نہیں رکھا اتفاق سے اگر کوئی موقعہ ہماری اس غرض کے مخالف نظر آوے تو وہ یقیناً ہمارا سہو ہی یا خطا۔ بالقصد جان بوجھکر ہمنے ایسا نہیں کیا۔

یہ بات بھی عرض کر دینے کے قابل ہی کہ موضح قرآن کی عبارت میں جو ہمنے چھوٹے چھوٹے تصرفات کئے ہیں وہ جگہ جگہ نظر آوینگے مگر نہایت صغیر اور حقیر برائے نام اور جس مصلحت کیلئے ترمیم کی گئی ہی انشاء اللہ اُسکے موافق ہونگے۔

خلاصہ یہ ہی کہ تغیرات موضح قرآن کی نسبت جو ہم اوپر عرض کر آئے ہیں وہی حال بعینہ ہمارے تصرفات کا سمجھنا چاہیئے۔ علاوہ ازیں ہماری تمام سعی کا مقصود تو یہی تغیر ہی پھر اس کار خدمت میں کون ہمتا مل ہو سکتا ہی ہم جسقدر تغیر کرینگے اپنی خدمت واجبہ بجا لائینگے البتہ قابل لحاظ یہ ہی کہ موضح کی عبارت میں تغیر و تبدل یا زیادتی کیوں کی اور کیسی کی اور کتنی کی۔

بعض کلمات قرآنی کے ترجمہ اور مراد میں علماء کرام کی رائے مختلف ہی اور بعض آیات کے مطلب میں باہم گفتگو ہی سو ایسے موقع میں ہمنے علی العموم موضح قرآن کا اتباع کیا ہی اتنی بات پر موضح قرآن کے ترجمہ کو بدلنا پسند نہیں کیا مگر شاذ و نادر کہ وہاں کسی خاص ضرورت اور مصلحت سے

شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کی متابعت اختیار کی ہی۔

فوائد کے متعلق یہ عرض ہی کہ موضح قرآن کے جملہ فوائد کو لینے کا التزام کیا ہی اِلّا ماشاء اللہ کہ کسی وجہ سے کسی فائدہ کے بیان کرنیکی حاجت نہیں سمجھی اور فوائد میں چونکہ ہر طرح سے گنجائش اور وسعت ہی ترجمہ کی طرح قید اور تنگی نہیں تو اسلئے ہمنے اکثر یہ کیا ہی کہ حضرت ممدوح کے فوائد کو اپنی عبارت میں بیاں کیا ہی اور تقدیم و تاخیر اجمال و تفصیل وغیرہ کی پرواہ نہیں کی اور بہت سے فوائد بالاستقلال جو مفید نظر آئے مختلف معتبر موقعوں سے لیکر بڑھا دئے اور حضرت ممدوح رحمہ اللہ کی تقلید کے باعث اگر ترجمہ میں کہیں قدرے تنگی رہگئی تو اُس کے بدلے میں مکافات سے بھی زائد فوائد میں اُسکی توضیح کردی ہی ؎

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد

یہ تو ظاہر ہی کہ ہمارا مبلغ سعی صرف ترجمہ موصوف کی خدمتگذاری ہی جو سب کو معلوم ہی اور یہ بات بھی روشن ہی کہ اتنی بات سے کہ ترجمہ موصوف میں ہمنے کچھ الفاظ وہ بھی اکثر اِدھر اُدھر سے لیکر شامل کردئے اس ترجمہ کو ہماری طرف منسوب کرنا اس سے زیادہ نہیں کہ دوشالہ میں کمبل سے رفو کرکے اُسکو کمنبل کہنے لگیں بہت سے بہت وہ دوچار مٹھی الفاظ ہماری طرف منسوب ہوسکیں و بس۔ سو اسلئے ترمیم کے بعد اس ترجمہ کا مستقل دوسرا نام تجویز کرنا ہرگز مناسب نظر نہیں آتا کیونکہ کہیں کچھ الفاظ شامل کرنے سے یہ مستقل دوسرا نہیں ہوگیا لیکن صرف رفع اشتباہ اور دفع التباس کی ضرورت سے خیال ہوتا ہی کہ اصل ترجمہ کے نام کے سوا اسکا بھی کوئی نام مخصوص ہو تو اختلاط و التباس سے پورا بچاؤ رہیگا سو "موضح قرآن" کی مناسبت سے اِسکا

نام "موضح فرقان" مناسب معلوم ہوتا ہی۔ مگر موضح قرآن میں یہ خوبی زائد ہی کہ تاریخی بھی ہی
"موضح فرقان" تاریخی نہیں ہاں گھٹا بڑھا کر کچھ تکلف کے بعد تاریخی ہو سکتا ہی۔ قطعہ

یادگار شہ عبد القادر را	ترجمہ موضح قرآن مجید
وہ کہ آن مجمع صد خوبی را	کردہ ترمیم اقل العبید

بے شش و پنج بگفتہ محمود
سال او موضح فرقان حمید
۱۳۳۶ھ

واجب الاظہار

اسکے بعد یہ عرض ہی کہ مسلمانوں پر فرض ہی کہ اپنے رب کو پہچانیں اور اسکی صفات اور اسکے احکام کو معلوم کریں اور تلاش کریں کہ حق تعالیٰ کونسی بات سے خوش ہوتا ہی اور کونسی بات پر غصہ ہوتا ہی اور اسکی خوشی کے کاموں کو کرنا اور ناخوشی کے کاموں سے بچنا اسی کا نام بندگی ہے اور جو بندگی نکرے وہ بندہ نہیں۔

سب جانتے ہیں کہ آدمی جب پیدا ہوتا ہی سب چیزوں سے ناواقف اور انجان ہوتا ہے پھر سکھلانے سے سب کچھ سیکھ لیتا ہی اور بتلانے سے ہر چیز جان لیتا ہی اسی طرح حق تعالےٰ کا پہچاننا اور اسکی صفات اور احکام کا جاننا بھی سکھلانے اور بتلانے سے آتا ہی لیکن ان باتوں کو جیسا حق تعالیٰ نے اپنے کلام میں خود بتلایا ہی ایسا کوئی نہیں بتلا سکتا اور جو اثر اور برکت اور ہدایت حق تعالیٰ کے کلام پاک میں ہی وہ کسی کے کلام میں نہیں

اِسلئے عام وخاص اہل اسلام پر لازم ہی کہ اپنے اپنے درجہ اور لیاقت کے موافق کلام اللہ کے پڑہنے اور سمجہنے میں غفلت اور کوتاہی نکریں قرآن شریف کے اوپر کے درجہ کے مطالب اور خوبیاں تو عالموں کے سمجہنے کی باتیں ہیں مگر جو لوگ علم عربی سے ناواقف ہیں اُنکو بھی کم سے کم اتنا ضرور ہی کہ علماء دین نے جو صحیح اور سلیس ترجمے اُنکی زبان میں کر دئے ہیں اُنکے ذریعہ سے اپنے معبود کے مقدس کلام کے سمجہنے میں غفلت اور کم ہمتی نکریں اور اس نعمت عظمیٰ سے محروم نرہیں کہ بڑی بدبختی اور خسارہ کی بات ہی۔ مگر ہمیں یہ اندیشہ ضرور ہی کہ صرف فارسی خواں یا اُردو داں جو کلام عرب سے ناواقف ہے اُردو ترجمہ کو دیکھکر کچھ کا کچھ سمجھ جاوے کیونکہ پچھلی بات کا پہلی بات سے ملنا یا جدا ہونا اکثر مواقع میں بدون بتلائے ناواقف کی سمجھ میں نہیں آتا ایسے ہی کسی مضمون مجمل اور مبہم میں غلطی ہو جانی ناواقف سے بعید نہیں حتی کہ بعض جگھ ضمیر کے مرجع میں غلطی کھاکر خرابی میں پڑنے کا ڈر ہی اسی کے ساتھ یہ بھی خیال کرنیکی بات ہے کہ کلام اللہ کے معنے بدون سند معتبر نہیں سلف صالحین حضرات صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے مخالف کلام اللہ کے معنے لینے سراسر جہل اور گمراہی ہی اللہ سب کو اس سے بچائے سو ان وجوہ سے لازم ہی کہ اُستاد سے سیکھنے میں کاہلی نکریں اور محض اپنی رائے سے کچھ کا کچھ سمجھکر ثواب کے بدلے اللہ کا غصہ نکماویں واللہ ولی التوفیق وھو یھدی السبیل۔

یہ مضمون حضرت شاہ صاحب کا ہی جسکو کچھ تغیر اور تفصیل کے ساتھ ہمنے عرض کر دیا ہی۔ کاش اہل اسلام ہند اس مفید مہتم بالشان ارشاد کا اتباع کرتے تو آج ترجمہ موضح قرآن میں دقت اور دشواری کی شکایت نفرماتے۔ ؂

تا کے ملامتِ مژۂ اشکبار من　　یکبار ہم نصیحت چشم کبود خویش

بلکہ جو حضرات ترجمہ موصوف کے سمجھنے مین آج سُستت نظر آتے ہین وہ دوسرونکے سمجھانے مین چُستت دکھلائی دیتے۔ حضرات علماء کے نئے نئے ترجمے عام اہل اسلام کی نفع رسانی کی غرض سے شائع ہوتے رہتے ہین مگر بروئے انصاف باوجود کثرت تراجم عام طور پر انکا نفع محسوس نہین ہوتا جب تک خود اہل اسلام ضروری اور مفید سمجھکر اپنے شوق سے ترجمہ قرآن مجید کو سیکھنا اور سمجھنا نچاہینگے اوسوقت تک صرف کثرت تراجم سے کیا نفع ہو سکتا ہے بقول شیخ علیہ الرحمۃ۔

قطعہ

فہم سخن تا نکند مستمع	قوت طبع از متکلم مجوئے
فسحت میدان ارادت بیا	تا بزند مرد سخنگوئے گوئے

اور شوقیہ اور اتفاقیہ دیکھ لینے سے مقصود حاصل نہین ہوتا۔ اسی ضرورت کیوجہ سے اہل علم اور خادمان اسلام کیخدمتمین بھی عرض ہے کہ عام اور خاص دونو طریقہ سے اہل اسلام کو ترجمہ قرآن اور فہم کلام الٰہی کیطرف متوجہ فرمانیکی نہایت ضرورت ہے بلکہ اسکی بھی حاجت ہے کہ خاص ایسے سلسلے مختصر قائم ہون کہ ہر کوئی اپنی حالت اور فرصت کیموافق اپنی ضرورت سہولت سے پوری کر سکے اور معانی کلام الٰہی سے واقف ہو سکے اور اسی طریقہ سے جملہ احکام الٰہی کانون تک تو پہنچ جائین۔ اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ارشاد کی بھی تعمیل ہو جاوے واللہ الموفق والمعین وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین

التماس اخیر

جملہ معروضات سے فراغت کے بعد عرض ہے کہ ترجمہ موضح قرآن کے احسن التراجم ہونمین تو انشاء اللہ اہل فہم کیطرف سے کسی تأمل و تردد کا اندیشہ نہین البتہ اس امر کا فکر ضرور ہے کہ اپنے حوصلہ کیموافق بغرض نفع و اصلاح جو اوسکی خدمتگذاری کی ہے خدا کرے وہ نادان دوست کی خدمتگذاری نہو سو اسلیئے اہل علم و انصاف کیخدمتمین التماس ہے کہ اگر ہماری خامہ فرسائی کا نتیجہ شائع ہوکر کسیوقت آپ حضرات تلک پہنچے تو ملاحظہ فرماکر جو امور قابل اصلاح سمجھے جاوین اونسے بے تکلف مطلع فرمانیمین دریغ نہو۔
اور اگر کوئی صاحب ہماری ترمیم کی اصلاح فرمانیسے اس خدمت کو بالاستقلال انجام دینا زیادہ مفید سمجھین تو وہ بالاستقلال اس خدمت کو انجام دین۔ ہمارا مقصود صرف یہ ہے کہ یہ بےنظیر ترجمہ جو اہل علم اور عوام دونون کو مفید تر ہے ایک سرسری عذر کیوجہ سے تقویم پارینہ نکر دیا جاوے اور جو کوئی اور جس طرح اوسکی تلافی اور تدارک بہتر سے بہتر کر سکے وہ اسمین کوتاہی نکرے مصرع صلائے عام ہے یاران نکتہ دان کیلیئے۔

الحمد للہ کہ رسالہ ہذا تمام ہوا لیکن افسوس ہے کہ ہم نے حضرتؒ کی حیات میں اسکو طبع کرنا شروع کیا تھا مگر پورا نہ ہوسکا اور ۱۸ ربیع الاول روز سہ شنبہ ۱۳۳۲ھ کو آپ اس عالم کو خیرباد کہکر رفیق اعلےٰ سے جا ملے۔
انا للہ وانا الیہ راجعون۔ محمد عماد الدین انصاری ناظم مطبع قاسمی دیوبند ضلع سہارنپور



مختصر فہرست مطبوعات مطبع قاسمی دیوبند

کتبخانہ تجارتی مطبع قاسمی دیوبند میں ہر قسم کی کتابیں مطبع ہذا و دیگر مطابع ہند کی تجارت کیلئے موجود رہتی ہیں جنکی فہرست علیحدہ ہے

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
التراجم والابواب حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب محدث دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے آخری تصنیف زمانہ اسیری کا شغلہ نہایت سلیس اردو بخاری شریف کی ابتدائی ابواب و تراجم کے متعلق نہایت عالمانہ محققانہ دقیق و عجیب مضامین بیان فرمائی ہیں مدرسین و علماء و اہل تحقیق طلب فرماویں ستر صفحہ کا رسالہ ہے پس ماندگان کی خدمت کے خیال سے قیمت ایکروپیہ ہے	عصہ	بزرگوں کے مختصر حالات	عمر	طرف اشارہ درس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ اشارہ فرماتے تھے اسمیں مفصل موجود ہیں قضائے قاضی کے نفاذ ظاہراً و باطناً کی بسیط تقریر پر الہام من عند اللہ کا دعویٰ ہو تو بجا ہے اس کتاب کا مطالعہ ہر ذی علم کے لئے مفید ہے اور شائقین حدیث کے لئے ضروری ہے اور جو لوگ حدیث شریف نہیں پڑھے اُن کو حضرت کی بامحاورہ سلیس اردو عبارت اور برمحل اشعار و امثال گرویدہ کر لیتی ہیں اور بہت سے اعتراضات کا جواب بھی بمقدار فہم ذہن میں آجاتا ہے حجم چار سو صفحہ بار دوم کاغذ سفید عمدہ	عـــہ	مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۴ر
حیات شیخ الہند عام فہم سیدھی سادھی زبان میں حضرت شیخ الہند کی ستر سال کے حالات تعلیم و تعلم کا ذکر اسیری و نظر بندی کے حالات دلچسپ واقعات مرض اور وفات آپکے اساتذہ وغیرہ		کلیات شیخ الہند جسمیں تمام منظوم کلام کو جمع کر دیا ہے	سہر	ادلہ کاملہ ۔ اہلحدیث کے دس اعتراضات کا جواب نہایت عالمانہ اور پھر اپنی طرف سے گیارہ اعتراض تالیف حضرت فخر المحدثین		اعمال قرآنی ہر سہ حصص حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ العالی نے ہر قسم کے اعمال حصول مقاصد دینی و دنیوی کے لئے تحریر فرمائے ہیں اور قرآن مجید کی آیات کی خواص درج کر کے اجازت عمل کرنے کی فرمادی ہے مطبوعہ قاسمی میں بعض اعمال بزرگان دار العلوم دیوبند کے اضافہ کر کے ہر حصہ کو جدا جدا طبع کیا ہے۔	۵ر
		ایضاح الادلہ مخدوم العالم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی خاص توجہ اور باطنی فیوض سے خاتم المحدثین حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو تحریر فرما کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا اور خوشنودی اور مبارک دعاؤں کا خلعت حاصل فرمایا نام کو تو یہ کتاب اہلحدیث کے اعتراضات متعلقہ آمین رفع یدین قرات فاتحہ ۔ قضائے قاضی وغیرہ کا جواب ہے لیکن حقیقت میں اثبات مذہب محققانہ تردید مخالف ۔ توضیح مطالب تشریح احادیث تطبیق بین الروایات کا ایک بہا مخزن ہے وہ بے نظیر تقریرات و مضامین جن کی				اسرار قرآنی حضرت قاسم العلوم والخیرات سیدنا و مولانا محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند کے چند خطوط بعض آیات قرآن مجید کی تفسیر میں قیمت	۱ر

قیمت	نام کتاب

تعلیم۔ مولانا حبیب الرحمن صاحب مددگار مہتمم دار العلوم دیوبند و مدیر القاسم والرشید کا رسالہ جسمیں اول تمہید میں بہت سی مذہبی معلومات خصوصاً متعلقہ تعلیم بہت سے نتائج اخذ کرکے ظاہر کیا ہے کہ ہر زمانہ میں ایک مجدد اور مصلح کی ضرورت ہوتی ہے آخر میں بناء دار العلوم کی کیفیت اور اس کا مختصر نظام ظاہر کیا ہے کاغذ چکنا ۱ر

تصفیۃ العقائد جسمیں دلچسپ مراسلت جو شمس العلوم والمعارف حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند اور سی۔ایس۔آئی سر سید احمد خان صاحب بانی علیگڈہ کالج کے درمیان عقائد ملۃ اسلام اور اصول شریعۃ حنفیہ کی تحقیق و تنقیح کے متعلق چند روز تک رہی اور جس نے نہ صرف یہ کہ انصافاً تمام مختلف فیہ مسائل کا مختصر پیرایہ میں فیصلہ کر دیا بلکہ بہت سے متفقہ علیہ مسائل کی حقیقت فہمی میں بھی اہل اسلام کو قیمتی مدد پہنچائی کاغذ سفید عمدہ دبیز ۳ر

جواب ترکی بترکی۔ یہ رسالہ آریہ سماج کے ان اعتراضات کا جواب ہے جو آریہ سماج کے رسالہ میں تحفہ میں حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند کے زمانہ میں ہوئے تھے مولانا مرحوم کے ارشاد سے انہیں کے طرز میں یہ رسالہ جناب مولانا عبد العلی صاحب مدظلہ نے تحریر فرمایا جوابات وہی عقلی اور اسی طرز میں ہیں اور مزاح کا جواب مزاح سے دیا گیا ہے۔ یہ رسالہ مولانا مرحوم کی حیات میں ایک دفعہ طبع ہو کر رہ گیا تھا اب مطبع قاسمی نے نہایت عمدہ طبع کیا ہے۔ کاغذ سفید عمدہ ۳ر

العقل والنقل مصنفہ جامع العلوم العقلیہ والنقلیہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مدرس دار العلوم دیوبند اس کتاب میں مصنف مدفیضہ نے نہایت معقولیت اور متانت سے دکھلایا ہے کہ عقل سلیم اور نقل صحیح میں کبھی تعارض ہو سکتا ہے یا نہیں اگر عقل کی سلامتی میں نقصان ہو تو وہ کس طرح محسوس کیا جا سکتا ہے اور اسکا علاج کیا ہے ایک مبسوط بحث کے بعد یہ ثابت کیا گیا ہے کہ شریعت حقہ کے احکام سر مو بھی عقل سلیم کے اقتضا سے تجاوز نہیں کر سکتے اسکے متعلق مختلف نامور اور برگزیدہ علماء محققین (مثل شیخ اکبر۔ امام غزالی۔ شاہ ولی اللہ صاحب اور مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ اسرارہم کی معرکۃ الآراء تقریریں نہایت دل آویز پیرایہ میں نقل کی ہیں متکلمین اور مورخین کی کتابوں سے اقتباسات درج کئے ہیں کتاب حسن معنوی کے اعتبار سے ہر طبقہ کیلئے خصوصاً نوجوانوں اور نئی روشنی والوں کے شبہات اور اعتراضات کا ازالہ کرکے انکے دلوں کو اپنی طرف مائل کر لیتی ہے اسی طرح اپنی ظاہری دلاویز و دلکش حسن سے ناظرین کو بغیر مطالعہ کرائے نہیں چھوڑتی ۱۰ر

میزان الشریعت۔ یہ نئی تصنیف ہے جسکے کل تیس حصے ہونگے اور ایسے طرز پر لکھی گئی ہیں کہ تھوڑی استعداد والا بھی با آسانی سمجھ سکتا ہے ہر مسئلہ پہلے قرآن مجید کی آیت پھر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت فصاحت اور آسان طریقہ سے سمجھا کر بیان کیا ہے جو حصہ اسکا چھپکر تیار ہوتا ہے فوراً فروخت ہو جاتا ہے اسوقت تک پندرہ حصے تیار ہو چکے ہیں۔ مجموعہ کی قیمت ڈہائی روپیہ علاوہ محصول ڈاک ہے یہ کتاب ہر قصبہ اور گاؤں میں کم از کم مسجد کے امام کے پاس ہونا ضروری ہے تاکہ تمام نمازیوں کو سنا دی جاوے ایکدفعہ سنکر ہر شخص یہ خواہش کریگا کہ یہ کتاب میرے پاس بھی موجود ہو۔ اب صرف ہمارے پاس ڈیڑھ سو نسخے سے کم ہی باقی ہیں اشتہار کو دیکھتے طلب فرمائیے اگر ناپسند ہو واپس کر دیجیے ۲ر۸

مجموعہ شجرات چشتیہ جسمیں اپنے تمام حضرات اکابر کے منظوم شجرے یکجا جمع کرئے ہیں ۳ر

ملنے کا پتہ (مولوی) محمد عماد الدین انصاری ناظم مطبع قاسمی دیوبند ضلع سہارنپور یو۔پی

نام کتاب	قیمت
مولوی حسین احمد صاحب اسیر قید فرنگ نہاجر مدنی کا وہ بیان درج ہے جسکو حضرت مولانا نے سٹی مجسٹریٹ کے [illegible]لاس میں مجمع عام میں علمی قابلیت [illegible]ساتھ بلا خوف و خطر سُنایا جسکو [illegible]کہ ایوانِ حکومت میں لرزہ پڑ گیا۔ ذرا [illegible]و اگر ملاحظہ کیجیے پڑھکر سلف صالحین [illegible] یاد تازہ ہو جائیگی مردہ دل زندہ ہو جائیں گے اسکی تعریف صرف اسقدر [illegible]ہی کہ اسکے اختتام پر رئیس الاحرار [illegible]نا محمد علی صاحب جیسے سچے [illegible]سلمہ لیڈر نے بیساختہ حضرت مولانا [illegible]مدوح کے قدم چوم لئے اور تمام [illegible]ضرین نے فوراً جزاک اللہ و مرحبا [illegible]د آواز سے کہا قیمت تین آنہ	۳
[illegible]وسرا بیانِ کراچی یعنی باجلاس سیشن جج معرکۃ الآرا	
اور بے مثل دوسرا بیان حضرت العلامہ مولانا مولوی حسین احمد صاحب مد ظلہ العالی اسیر مالٹا ثم محبوس کراچی ہی جسکو سنکر تمام حکام دم بخود اور حیران و پریشان رہگئے اسکو پڑھکر حیرت انگیز دلیری و بہادری ہمت ایمانی و جرات اسلامی پیدا ہو جانا ایک لازمی امر ہے سائل حاضرہ پر بہت ہی دلچسپ بحث کی ہے	

نام کتاب	قیمت
جس مسئلہ پر قلم اُٹھایا شک و شبہ تک باقی نہیں رہا ایک مرتبہ منگوا کر ہماری صدق قیمت آزمائیے عجیب کتاب ہے قیمت چار آنہ	۴
مکتوباتِ عمل خطوط کراچی معہ فتویٰ مال بدیسی — اس مختصر کتاب میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مد ظلہ العالی کے وہ قیمتی خطوط ہیں جسمیں نہایت کار آمد باتیں اور مفید نصیحتیں درج ہیں جسکو پڑھکر ہر شخص راہ عمل و طریق نجات معلوم کر سکتا ہے۔ حضرت العلامہ مفتی مولانا محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند کا فتویٰ متعلقہ بدیسی مال بھی اسی مختصر میں ملیگا۔ ہم اسکی حقیقت دریافت نہ کیجیے بلکہ خود ملاحظہ فرما کر ہمکو بھی دعائے خیر سے یاد کیجیے قیمت دو آنہ	۲
تصانیف حضرت مولانا ابو الکلام صاحب آزاد	
خطبہ صدارت تقریری لاہور	۶
" تحریری "	۶
تازہ مضامین ابو الکلام	۱۰
جہاد اور اسلام	۶
صدائے حق	۸
دعوتِ حق	۶
حزب اللہ	۱۴
بائیکاٹ	۱
دعوتِ عمل	۸

نام کتاب	قیمت
خطباتِ سیاست	۸
الحریت فی الاسلام	۱۲
اتحادِ اسلامی	۳
ہندوستان پر حملہ	۳
مضامینِ ابو الکلام آزاد حصہ اول	۱۰
تقاریر مولانا محمد علی صاحب حصہ اول	۸
" " " دویم	۸
خطبہ صدارات دہلی و لکھنؤ	۵
تقریر مولانا محمد علی [illegible]	
جذباتِ جوہر نظ[illegible]	
خطوط جیل[illegible]	
درس خلا[illegible]	
الاظہار[illegible]	
المکتو[illegible]	
تقاریر[illegible]	
[illegible]	
مکمل مقدمہ کراچی	۴
خلافت اور انگلستان از ڈاکٹر سید محمود صاحب	۴
اسیرِ مالٹا کا پیغام	۹
دنیائے اسلام اور خلافت از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی	۳
خطبہ صدارت از مولانا آزاد سبحانی	۶
ترکِ موالات و دیگر ممالک میں	۱۲
سمرنا کی خونین داستان	۳
واقعہ نجف اشرف	۲

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وحضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی و مولانا ابوالکلام صاحب، و مولانا عبدالباری صاحب و مولانا آزاد سبحانی صاحب و حضرت العلام مولانا محمد کفایت اللہ صاحب و مولانا عبدالماجد صاحب وغیرہ وغیرہ

اور دیگر علماء کرام و لیڈران عظام حضرات دیوبند کی تمام تصانیف نیز ہر قسم کی دینی و مذہبی و سیاسی ہر قسم کے فتاوی و مشہور تنظیں اور درسی وغیرہ درسی کتابیں بکفایت ہم سے طلب کیجئے۔ نیز بہت ہی عجیب و غریب کتابیں ہیں جو نہایت مفید ہیں زیر طبع ہیں اگر آپ تحریر فرمائیں گے تو بلا پیشگی جمع کرنے پر آپ کا نام درج رجسٹر کر لیا جائیگا اور ہم وقتاً فوقتاً روانہ کرتے رہا کرینگے۔ بہ نظر ثواب مفت تقسیم کرنے والے حضرات اور تاجران کتب بکمشت زیادہ خریداری کا معاملہ خط و کتابت سے طے فرمادیں۔ جواب کیلئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے ✣ محمد مہدی

سودیشی کھدر و چرخہ وغیرہ

[illegible] کی ترقی اُسوقت تک ناممکن ہے جبتک کہ ملکی مصنوعات کو ترقی نہ دیجائے اور چرخہ نہ چلایا جائے۔ [illegible] لہذا ضرورت ہے کہ اپنے دیس اور وطن کی بنی ہوئی چیزیں ہی جہانتک ممکن ہو استعمال [illegible] طریقہ سے ہاتھ کا بُنا ہوا اور ہاتھ کا کتا ہوا کھدر تیار کرایا ہے جسقدر مطلوب ہو روانہ [illegible] ہندوستان بھر میں مشہور ہے۔ عرض چودہ گرہ طول ۲۲ گز۔ اس سے کم اور زیادہ [illegible] نہایت سستا دیسی سادہ جوتہ بھی یہاں تیار ہو کر دور دور جاتا ہے ہم بکفایت روانہ کرینگے۔ جسقدر زیادہ مال منگوایا جاویگا اُسی قدر کفایت رہیگی۔ قیمت ہمیشہ دس فیصدی پیشگی آنی چاہیئے۔ ورنہ تعمیل ارشاد نہ ہوگی۔ صفائی اور ایمانداری سے معاملہ کیا جائیگا۔ اسی طرح چرخے عمدہ سے عمدہ اور نفیس ہر قسم اور ہر قیمت کے تیار ہوتے ہیں۔ جس قدر بھی فرمائش کیجائیگی تعمیل کیجائیگی

نوٹ (۱) پتہ صاف اور خوشخط تحریر کیجئے۔ (۲) ایک روپیہ سے کم کا وی پی روانہ نہ ہوگا۔ (۳) محصول ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوگا (۴) دیگر امور کے لئے بذریعہ خط و کتابت معاملہ طے فرمالیا جائے ✣ کتب اور جملہ اشیاء ذیل کے پتہ سے طلب فرمائیے۔

ملنے کا پتہ

محمد مہدی عثمانی منتظم خلافت عثمانیہ دارالاشاعت والتجارت دیوبند ضلع سہارنپور۔ یو۔ پی۔ (انڈیا)

مقدمہ ترجمہ قرآن مجید، شیخ الہند

سب سے پہلی اور معروف طباعت میں اختلاف الفاظ ومباحث

ص:۲ خدا ''مدح'' آفرین مصطفیٰ بس	ص:۵ خدا ''مدح'' آفرین مصطفیٰ بس
// خاطی وجانی	// آثم وعاجز
// سبحانہ	// تعالیٰ
// احباب ومخلصین	// احباب اور مکرمین
// فرمایا اگر	// درخواست کی کہ
// ومطلب	// مطلب
// مناسب اور کار آمد اہل زمانہ ہو جاوے	// مناسب حال اہل زمانہ کیا جاوے
// تو نہایت مفید ہے	// جس سے دیکھنے والوں کو فائدہ پہنچے
// اور اس کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے جس کے دیکھنے سے ناظرین کو بسہولت نفع پہنچ سکے۔	// یہ عبارت نہیں ہے۔
// اور وہ خلل اور لفظی	// اور وہ نقصان اور خلل اور لفظی
ص:۳ جو آزادی پسند	// جو بعض آزادی پسند
// ان سے جو کوئی بچنا چاہے تو آسانی سے بچ سکے۔	// ان سے بچاؤ کی صورت نکل آوے

// اس عاجز نے اپنی بے بضاعتی کے علاوہ عرض کیا	// اس عاجز نے اس درخواست کے جواب میں اپنی بے بضاعتی کے علاوہ یہ عرض کیا
ص:۳۰ اردو کے تراجم موجود ہیں۔	ص:۵ اردو کے متعدد تراجم موجود ہیں۔
// ثانیاً علماء متدینین کے زمانۂ حال میں	// اس کے علاوہ علماء متدیّنین زمانۂ حال کے
// متعدد تراجم یکے بعد دیگرے	// متعدد تراجم یکے بعد دیگرے بحمد اللہ
// جو اہل اسلام کو نفع پہنچانے اور مذکورہ بالا خرابیوں سے بچانے کے لئے بحمد اللہ کافی سے بھی زائد ہیں۔	// جو لوگوں کو مذکورہ بالا خرابیوں سے بچانے کے لئے کافی ووافی وشافی ہیں۔
// منجملہ ان کے دو ترجموں کو احقر نے بھی تفصیلی نظر سے دیکھا ہے، اول مولوی عاشق الٰہی صاحب ساکن میرٹھ کا۔ دوسرا مولانا اشرف علی صاحب کا جو عمدہ اور نافع ہونے کے علاوہ سلف صالحین کے مسلک کے موافق اور مذکورہ بالا خرابیوں سے پاک ہیں	// چنانچہ بندہ کے احباب میں بھی اول مولوی عاشق الٰہی صاحب سلمہ ساکن میرٹھ نے ترجمہ کیا اس کے بعد مولانا اشرف علی صاحب سلمہ اللہ نے ترجمہ کیا، احقر نے دونوں ترجموں کو تفصیل سے دیکھا ہے، جو ان خرابیوں سے پاک صاف ہیں اور عمدہ ترجمے ہیں۔
// پھر اب کسی جدید ترجمہ کی کیا حاجت ہے۔	// پھر اب کسی جدید اردو ترجمہ کی کیا حاجت ہے۔
// مگر مخلصین نے اس پر بس نہ کی تو مجبور ہوکر یہ عرض کیا کہ واقعی اس وقت تک کوئی امر	// بجز اس کے کہ اسماء مترجمین میں ایک نام اور زیادہ ہوجاوے اور کوئی نفع

// ایسا خیال میں نہیں آتا کہ جس کی وجہ سے جدید ترجمہ کی ہمت اور جرأت کروں مگر آپ کے اصرار کی وجہ سے اب احقر تراجم معتبرہ قدیمہ وجدیدہ کو غور سے دیکھتا ہے۔	// نہیں معلوم ہوتا مگر مکرمین احباب نے اس پر بھی بس نہ کی اور اسی اصرار پر قائم رہے تو مجبور ہو کر مجھ کو یہ عرض کرنا پڑا کہ اس وقت تک میرے خیال میں کوئی ایسا نفع نہیں آیا کہ جس کی وجہ سے جدید ترجمہ کی جرأت اور ہمت کروں، اب آپ کے اصرار پر احقر تراجم قدیمہ اور جدیدہ کو بنام خدا غور سے دیکھتا ہے۔
ص:۳۰ اگر کوئی منفعت اور ضرورت سمجھ میں آ گئی تو اس کے موافق انشاء اللہ آپ صاحبوں کے فرمانے کی تعمیل میں سعی کروں گا ورنہ معذور ہوں۔	// اس کے بعد اگر کوئی نفع سمجھ میں آیا تو اس کے موافق آپ صاحبوں کے فرمانے کی تعمیل کا ارادہ کروں گا، ورنہ معذور ہوں۔
ص:۳۰-۴ اور مولانا شاہ عبدالقادر قدس اللہ اسرارہم کے تراجم کے مطالعہ سے یہ تو خوب دلنشیں ہو گیا کہ یہ اکابر مرحومین ہماری ضرورت کو احساس فرما کر اگر اس کا انتظام نہ فرما جاتے تو [ص:۳۰] آج اس سہولت اور کثرت سے ہم کو تراجم کلام الٰہی اچھے سے اچھے اپنی زبان اور اپنے ملک میں نظر	// اور مولانا شاہ عبدالقادر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے تراجم کو جو غور سے دیکھا تو یہ امر تو بے تأمل معلوم ہو گیا کہ اگر یہ مقدسین اکابر قرآن شریف کی اس ضروری خدمت کو انجام نہ دے جاتے تو اس شدت ضرورت کے وقت میں ترجمہ کرنا بہت دشوار ہوتا، علماء کو صحیح اور معتبر

نہ آتے اور عجب نہ تھا کہ جیسے خود ہندوستان وسیع ملک میں بہت سی زبانیں اور بہت سے اطراف اور نیز دیگر ممالک میں مسلمانوں کی بڑی بڑی قومیں اور مشہور اور ذوالاقتدار جماعتیں اس عزت او رنعمت سے خالی یا بمنزلہ خالی نظر آتی ہیں، ہم بھی آج اسی نکبت اور نحوست میں مبتلا ہوتے۔ فجزاهم الله عنا احسن الجزاء و افضل الجزاء.

ترجمہ کرنے کے لئے متعدد تفاسیر کا مطالعہ کرنا پڑتا اور بہت ہی فکر کرنا ہوتا اور ان دقتوں کے بعد بھی شاید ایسا ترجمہ نہ کر سکتے جیسا اب کر سکتے ہیں، پھر بھی کوئی اللہ کا بندہ ایسا ہوتا تو ہوتا کہ کمال علم وتدین کے ساتھ اس مشقت کو گوارا کر کے اس خدمت کو کماینبغی انجام دینے کے لئے موفق ہوتا، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھئے کہ اس بے نظیر علمی و عملی کمالات پر جو انہوں نے اپنے اوپر حق سبحانہ تعالیٰ کے انعامات متعدد رسالوں میں بیان فرمائے ہیں ان انعامات عظیمہ میں یہ ترجمہ مسمیٰ به فتح الرحمن بھی داخل ہے، اور عاجز نے اپنے بعض مرحوم بزرگواروں سے سنا ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جب موضح قرآن لکھ چکے تو فارسی کا ایک شعر تھوڑا سا تصرف کر کے اس طرح پڑھتے تھے۔ شعر...

روز قیامت ہر کسے با خویش دارد نامۂ
من نیز حاضر میشوم تفسیر قرآن در بغل

اس سے ان حضرات مرحومین کا کمال علم

		وتدین تو معلوم ہوتاہی ہے اسی کے ساتھ قرآن شریف کے صحیح تراجم کی عظمت اور ضرورت بھی ظاہر ہوتی ہے، بالجملہ اگر اکابر مرحومین ہماری ضرورت اور منفعت کواحساس فرما کر پہلے ہی سے اس کاانتظام نہ کرجاتے تو آج اس کثرت اور سہولت کے ساتھ ہم کوتراجم کلام الٰہی اچھے سے اچھے ہرگز میسر نہ ہوتے، اورکچھ عجب نہ تھا کہ جیسے خود ہندوستان میں بہت سی زبانیں اوردیگر ممالک میں مسلمانوں کی بڑی بڑی قومیں اس نعمت اورعزت سے خالی یا مثل خالی کے ہیں، ہم بھی اسی نکبت میں مبتلا ہوتے۔فجزاهم الله عنا وعن جميع المسلمين احسن الجزاء وافضل الجزاء والحمدلله.
ص:۴۰ جو محسن کش ان تراجم کی قدر نہ کریں اوران میں نقطہ چینی کواپنے لئے موجب فخر وسرخروئی خیال کریں وہ بے شک	//	یہ عبارت نہیں ہے۔

ارشاد من لم یشکر الناس لم یشکر الله کے مصداق اور پیشین گوئی لعن آخر ھذہ الامۃ أولھا او کماقال کے مصدّق ہیں۔

واذاتتك مذمتی من ناقص
فھی الشھادۃ لی بأنی کامل

ص:۴ اسی کے ساتھ یہ امر بھی اچھی طرح سمجھ میں آ گیا کہ جو لوگ زبان عربی سے ناواقف ہیں ان کے لئے اگرچہ ترجمہ تحت لفظی میں بعض مخصوص فائدے ہیں جو بامحاورہ ترجمہ میں نہیں، مگر ترجمہ سے جو بڑی غرض یہ ہے کہ عام اہل اسلام ہند کو قرآن شریف کا سمجھنا سہل ہوجاوے یہ غرض جس قدر بامحاورہ ترجمہ سے حاصل ہوسکتی ہے تحت لفظی سے ممکن نہیں۔

// اسی کے ساتھ یہ بات بھی دل نشیں ہوگئی کہ ہر چند ترجمہ تحت لفظی میں بعض خاص فائدے ہیں مگر ترجمہ سے جو اصلی فائدہ اور بڑی غرض یہ ہے کہ ہندوستانیوں کو قرآن شریف کا سمجھنا آسان ہوجاوے یہ غرض جس قدر بامحاورہ ترجمہ سے حاصل ہوسکتی ہے، تحت لفظی ترجمہ سے کسی طرح ممکن نہیں۔

ص:۴-۵ چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ جو کہ بامحاورہ اردو ترجمہ کے بانی اور امام ہیں انہوں نے ترجمہ تحت لفظی کے

// چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ جو بامحاورہ ترجمہ کے بانی اور امام ہیں، انہوں نے بامحاورہ ترجمہ کو اختیار فرمانے

چھوڑنے اور بامحاورہ ترجمہ کو اختیار کرنے
کی یہی وجہ بیان فرمائی ہے اور یہی وجہ
ہے جو ان کے بعد جس نے اس میدان
میں [ص:۴۰] قدم رکھا اس نے جناب
ممدوح کا اتباع کیا۔

ص:۵ اسی ذیل میں حضرت شاہ عبدالقادر
رحمہ اللہ کے ترجمہ بامحاورہ میں جو اہل
زمان حال کو دو شکایتیں ہیں، ان کا حال
بھی معلوم ہو گیا کہ وہ شکایتیں بے اصل
تو نہیں ہاں زمانہ کی سہولت پسندی اگر
خوردبیں کا کام دے رہی ہو تو اس کے
انکار کی بھی حاجت نہیں۔

کی یہی وجہ بیان کی ہے، اور یہی وجہ ہے
جو اسلاف ممدوحین کے بعد اس زمانہ میں
جس نے اس میدان میں قدم رکھا اس نے
جناب شاہ صاحب ممدوح کا اتباع کیا۔

ص:۵ اور یہ امر بھی خوب معلوم ہو گیا کہ
جیسے حضرت شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ کا یہ
کمال ہے کہ تحت لفظی ترجمہ کا التزام
کر کے ایک ضروری حد تک سہولت اور
مطلب خیزی کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے
دیا، ایسے ہی حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ
اللہ علیہ کا یہ کمال ہے کہ بامحاورہ ترجمہ کا
پورا پابند ہو کر پھر نظم و ترتیب کلمات
قرآنی اور معانی لغویہ کو اس حد تک نباہا
ہے کہ زیادہ کہتے ہوئے تو ڈرتا ہوں مگر
اتنا ضرور کہتا ہوں کہ ہم جیسوں کا ہرگز
کام نہیں، اگر ہم ان کے کلام کی خوبیوں
کو اور ان اغراض اور اشارات کو جو ان کے
سیدھے سیدھے مختصر الفاظ میں ہیں سمجھ
جاویں تو ہم جیسوں کے فخر کے لئے یہ امر
بھی کافی ہے، اس کے بعد اب ہم کو ضرور

ہوا کہ خاص طور پر حضرت شاہ مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کے ترجمہ بامحاورہ مسمی بہ موضح قرآن کو دیکھ کر اول یہ سمجھیں کہ جناب شاہ صاحب ممدوح کا ترجمہ جس کا اپنی نوعیت میں اول وافضل ہونا جملہ اہل علم وفہم اور ارباب انصاف ودیانت کو مسلم ہے اس میں ایسے امور کیا ہیں جن کی وجہ سے ہم کو دوسرے کسی ترجمہ کی ضرورت ہو پھر یہ دیکھیں کہ جو تراجم جدیدہ اس زمانہ میں شائع ہو چکے ہیں ان سے ہماری وہ ضرورت پوری ہوگئی یا اب تک کچھ باقی ہے کہ جس کے پورا کرنے کے لئے اور ترجمہ کی ابھی تک [ص:۵] حاجت چلی جاتی ہے۔ امر اول کی بابت جہاں تک ہم نے ملاحظہ کیا اور دیگر حضرات نے بھی اس کی تصدیق فرمائی۔

ص:۵ الحاصل اس میں شبہ نہیں کہ کہیں کہیں کوئی کلمہ ایسا پایا جاتا ہے کہ زمانہ حال میں قریب بمتروک یا متروک شمار

ص:۶ کل دو باتیں ایسی پائیں جس کی وجہ سے عام طور پر لوگ ترجمہ موصوف سے نفع اٹھانے میں قاصر ہیں اول بعض

ہوتا ہے اور چونکہ حضرت ممدوح نے شرائط ترجمہ کی رعایت پوری فرمائی ہے اور کلمات قرآنی کی لفظاً اور معنیً متابعت اور مطابقت کا برابر لحاظ رکھا ہے تو اس لئے بعض مقامات میں بوجہ اختصار عبارت مطلب میں بھی ضرور کسی قدر دقت پیش آتی ہے بس یہ دو باتیں ہیں جن کی وجہ سے ترجمہ موصوف کی عام نفع رسانی میں کوتاہی اور تنگی محسوس ہو رہی ہے، مگر اسی کے ساتھ جب ہم نے تراجم جدیدہ معتبرہ پر نظر ڈالی تو اہل زمانہ کی دونوں مذکورہ بالا شکایت کی پوری مکافات ان تراجم میں نظر آئی۔ منجملہ تراجم جدیدہ معتبرہ کے دو ترجمے جن کو احقر نے تفصیل سے دیکھا ہے ان کی تصریح پہلے عرض کر چکا ہوں نہ ان میں کلمات متروکۃ الاستعمال ہیں نہ عبارت میں وہ تنگی۔

کلمات اور محاورات کا اس زمانہ میں متروک یا قریب بمتروک ہو جانا۔ دوسرے چونکہ حضرت شاہ صاحب مرحوم کلمات قرآنی کی موافقت اور مطابقت کا خیال زیادہ فرماتے ہیں اور شرائط ترجمہ کی پابندی بہت کرتے ہیں، اس لئے بعض مواقع میں بوجہ اختصار عبارت آج کل کی سہولت پسند طبائع کو مطلب سمجھنے میں بہت دقت معلوم ہوتی ہے، باقی رہا امر ثانی تو یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں اردو با محاورہ طرز پر بکثرت تراجم یکے بعد دیگرے شائع ہو چکے ہیں ،سوان میں بالیقین بعض ایسے تراجم بھی ہیں جو علمائے معتبر اہل علم و دیانت کی لوجہ اللہ سعی کا نتیجہ ہے اور بعض بعض کو ہم نے بھی تفصیلی نظر سے دیکھا ہے، ہمارے نزدیک وہ تراجم بیشک ہماری اس حاجت کے پورا کرنے کے لئے کافی ہیں جو اس زمانہ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ

ص:۵-۶ الغرض جوخلل بوجہ تغیر زمان وتبدل لسان پیدا ہوگیا تھا اس کا دفعیہ بخوبی [ص:۵] ہوگیا اوراسی کے ساتھ جو مفاسد واغلاط کہ بعض غیر مقید اور قلیل الاستعداد صاحبوں کے تراجم سے ظاہر ہوئے تھے ان کا بھی کفارہ ہوگیا۔ فالحمدلله وجزاهم الله نظیریں وجوہ ظاہر ہے کہ اب ہم کوترجمہ جدید کی ہرگز حاجت نہیں کیونکہ مقصود اصلی ترجمہ سے صرف یہ ہے کہ کلام الٰہی کا صحیح مطلب سلف صالحین کے مسلک کے موافق اہل اسلام ہند عامۃً بسہولت سمجھ سکیں سوتراجم موجودہ معتبرہ اس ضرورت کے پورا کرنے کے واسطے کافی وافی ہیں۔

کے بے نظیر ترجمہ میں اہل زمانہ کو پیش آرہی تھی، **جزاهم الله سبحانه عنا وعن جميع مسلمي الهندخيراً.**

// اوران اغلاط ومفاسد سے بچانے کے لئے بھی مفید ہیں جو بعض آزاد خیال صاحبوں کے تراجم میں موجود ہیں، اس لئے امر ثانی کی بابت اس عاجز کی یہ رائے ہے کہ وہ نزاکت ولطافت اوروہ ہر امر کی رعایت جو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ترجمہ کے امتیازات اور خصوصیات میں شمار ہوتی ہیں ان کا تو ذکر نہیں باقی وہ امر جو ترجمہ سے مقصود اصلی اورغرض ضروری ہے یعنی کلام الٰہی جل جلالہ کا صحیح مطلب سلف صالحین کے ارشادات کے موافق سہولت کے ساتھ مسلمانانِ ہند کی سمجھ میں آسکے، اس امر کے لئے تراجم جدیدہ جو اہل علم ودیانت کی توجہ سے شائع ہوچکے ہیں وہ بالکل کافی اور وافی ہیں ہم کوکسی جدید ترجمہ کی اس وقت حاجت نہیں رہی،

ص:۶ شکر کرتے ہیں۔

〃 ہمارے معتبرین ومتدیّنین علماء کی توجہ اور سعی سے تراجم صحیحہ مفیدہ قدیمہ وجدیدہ اتنے نظر آتے ہیں کہ ایسے تراجم اور اتنے تراجم ہم کو کسی عجمی زبان میں باوجود تفتیش سننے میں بھی نہیں آتے۔

〃 پھر ایسی حالت میں ہمارا ترجمہ جدیدہ انگلی کٹا کر بلکہ صرف لہو لگا کر شہیدوں میں ملنے سے زیادہ مفید اور باوقعت نہیں ہوسکتا اور جب ہم خیال کرتے ہیں کہ جدید ترجمہ کرنا گویا درپردہ اور زبان حال سے یہ دعوی کرنا ہے کہ تراجم موجودہ ناکافی ہیں یا کم سے کم ہمارے ترجمے میں کوئی خوبی ومنفعت ایسی ہے جو دیگر تراجم میں نہیں تو جدید ترجمہ کرنا فضول سے بڑھ کر ہمارے لئے ایک شرمناک امر ہے۔

شکر اللہ تعالی مساعیھم.

ص:۶ شکرادا کرتے ہیں۔

〃 ہمارے معتبر علماء کی حسن سعی سے تراجم مفیدہ قدیمہ وجدیدہ اتنے شائع ہوچکے ہیں کہ ایسے اور اتنے تراجم ہم کو کسی عجمی زبان میں نظر نہیں آتے۔

〃 اب اس کے بعد یہ بات تو بحمد للہ ہم کو خوب محقق اور منقح ہوگئی کہ تراجم موجودہ صحیحہ معتبرہ کے ہوتے ہمارا جدید ترجمہ کرنا لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونا ہے، جس سے نہ مسلمانوں کو کوئی نفع معتبر پہنچ سکتا ہے نہ ہم کو بلکہ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا جدید ترجمہ کرنا گویا زبان حال سے یہ کہنا ہے کہ تراجم موجودہ میں کوئی خلل ہے جس کا تدارک کیا جاتا ہے یا ہمارے ترجمہ میں کوئی خوبی اور منفعت زائد ہے جس کی وجہ سے جدید ترجمہ کی حاجت ہوئی تو، تو ہم

ص:۶-۷ سواب بلاکم وکاست اس حالت کا مقتضی یہ ہے کہ ہم ترجمہ کے خیال اور فکر سے خالی الذہن اور فارغ البال ہوکر مطمئن ہوجاویں مگر تراجم قدیمہ وجدیدہ کی دیکھ بھال[ص:۶] اوران کے موازنہ اور پڑتال میں حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کے ترجمہ کی بہت سی خوبییں اور لطافتیں اور نزاکتیں اور لفظی او رمعنوی ہرطرح کی رعایتیں اتنی محسوس ہوئیں کہ جنہوں نے ترجمہ مذکور کی وقعت کو بدرجہا اس سے زیادہ دلنشیں کردیا جو ہمیشہ سے تھی بلکہ اس کی وجہ سے اردو زبان کی فصاحت وبلاغت اور وسعت ولطافت اس درجہ ذہن میں آگئی کہ اردو کی کسی نظم ونثر سے بھی نہ آئی تھی پھر جب خیال کیا کہ اس مفید بے نظیر ترجمہ سے بوجہ ہر دوامر مذکورہ بالا چونکہ عام کو جدید ترجمہ کرنا فضول سے بڑھ کر نہایت مذموم اور مکروہ تک نظر آتا ہے۔

خیر یہ بات تو خوب دلنشیں ہوگئی اور ظاہر ہے کہ اس کا مقتضی یہ تھا کہ ترجمہ کلام الٰہی کے متعلق اب ہم کچھ ارادہ نہ کرتے مگر اس چھان بین اور دیکھ بھال میں تقدیر الٰہی سے یہ بات دل میں جم گئی کہ حضرت شاہ صاحب کا افضل ومقبول ومفید ترجمہ رفتہ رفتہ تقویم پارینہ ہوجاوے یہ کس قدر ناقدردانی اور بدقسمتی بلکہ کفران نعمت ہے اور وہ بھی سرسری عذر کی وجہ سے اور عذر بھی وہ جس میں ترجمہ کا کوئی قصور نہیں اگر قصور ہے تو لوگوں کی طلب کا قصور ہے، اگر دیکھنے والے غور سے دیکھیں اور جو غور کے بعد بھی سمجھ میں نہ آوے اس کو جاننے والوں سے دریافت کریں تو پھر سب کام سہل ہوجاوے، چنانچہ حضرت ممدوح نے خود شروع میں لکھ دیا ہے کہ قرآن شریف

طبائع میں بے رغبتی آ رہی ہے تو کچھ بعید نہیں کہ ترجمہ مذکورہ رفتہ رفتہ تقویم پارینہ ہو جاوے۔ تو نہایت افسوس اور اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر ایک سرسری عذر کی وجہ سے ایک ایسا ذخیرۂ صلاح وفلاح ہمارے ہاتھ سے نکل جاوے کہ جس کی مکافات وتدارک ہماری طاقت سے باہر ہے تو یہ امر ہمارے حق میں کس قدر محرومی اور بدقسمتی کا باعث ہوگا اور عذر بھی وہ جس میں ترجمہ کا کوئی قصور نہیں اگر قصور ہے تو ہماری طلب کا قصور ہے اگر ناظرین غور اور فکر میں بخل نہ کریں اور جہاں دریافت کرنے کی حاجت ہو تو دریافت کرنے سے نہ شرمائیں نہ گھبراویں تو بسہولت منتفع ہو سکتے ہیں انہیں وجوہ سے حضرت ممدوح نے شروع میں لکھ دیا ہے کہ قرآن شریف کے معنی بغیر سند استاذ نہ معلوم ہوتے ہیں نہ معتبر ہو سکتے ہیں علاوہ ازیں یہ دشواری تو سبھی تراجم میں

کے معنی بغیر سند کے معتبر نہیں، اور بغیر استاد کے معلوم نہیں ہوتے۔ علاوہ ازیں عوام کو یہ دشواری تو سب ترجموں میں پیش آتی ہے حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ میں کچھ زیادہ سہی۔

موجود ہے معلم سے کونسا ترجمہ مستغنی کرسکتا ہے حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ میں کچھ زیادہ سہی۔

ص:۷-۸-۹ الحاصل اس خیال سے قلق ہوا تو اسی قلق میں یہ بات ذہن میں آئی کہ دوشکایتیں [ص:۷] جن کا یہ افسوسناک نتیجہ نظر آتا ہے اگر ان کا تدارک اس طرح پر ہوجاوے کہ الفاظ متروکہ اور غیر مشہورہ کی جگہ الفاظ مستعملہ اور مشہورہ بدل دیے جاویں اور ابہام کے موقعہ پر کوئی مختصر لفظ بڑھا کر یا الفاظ میں کوئی تصرف مناسب کرکر واضح کردیا جاوے تو باذن اللہ اس صدقہ جاریہ کی بقا کی صورت نکل سکتی ہے اور ہم بھی محرومی کی مضرت اور ناشکری کی نحوست سے بچ سکتے ہیں۔ علماء کرام ہر زمانہ میں حسب حاجت اپنی ہمت اور توجہ سے ''تراجم مستقلہ'' اہل اسلام کی ہدایت اور نفع رسانی کے لئے مہیا فرماتے رہتے ہیں، ہم اگر یہ نہ کرسکیں تو آؤ

اس لئے اس ننگ خلائق کو یہ خیال ہوا کہ حضرت شاہ صاحب ممدوح کے مبارک مفید ترجمہ میں لوگوں کو جو کل دو خلجان ہیں یعنی ایک بعض الفاظ ومحاورات کا متروک ہوجانا۔ دوسرے بعض بعض مواقع میں ترجمہ کے الفاظ کا مختصر ہونا جو اصل میں تو ترجمہ کی خوبی تھی مگر ابنائے زمانہ کی سہولت پسندی اور مذاق طبیعت کی بدولت اب یہاں تک نوبت آگئی کہ جس سے ایسے مفید وقابل قدر ترجمہ کے متروک ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے سو اگر غور واحتیاط کے ساتھ ان الفاظ متروکہ کی جگہ الفاظ مستعملہ لے لئے جاویں اور اختصار واجمال کے موقعوں کو تدبر کے ساتھ کوئی لفظ مختصر زائد کرکے کچھ کھول دیا جاوے تو پھر انشاء اللہ حضرت شاہ

ایک افضل اور مقبول ومفید ترجمہ کی برائے نام خدمت کر کے ان حضرات سے کچھ مناسبت ومشابہت کی برکت وعزت ہی حاصل کرلیں، اور شاید اس حیلہ سے خدام کلام الٰہی کی فہرست کے کسی گوشہ پر جگہ مل جاوے بقول شخصے.....

بوسم من بے برگ ونوا برگ حنارا
تابوسہ بہ پیغام دہم آن کف پارا

// اس مضمون کو سوچ سمجھ کر جب اپنے مخلصین اور مکرمین کے روبرو پیش کیا تو ان حضرات نے بھی احقر کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا اور بالآخر یہی قرار پایا کہ بیشک مستقل ترجمہ سے زیادہ مفید اور کارآمد یہی امر ہے کہ ترجمہ موصوفہ کی خدمت گذاری میں سعی کی جائے خدا کرے کہ یہ سعی ٹھکانے لگ جاوے اور ہردو خلجان مذکورہ بالا سے ترجمہ موصوف صاف ہوکر اپنی فصاحت وسلاست سے دور نہ جا پڑے۔ اللھم

صاحب کا یہ صدقہ فاضلہ بھی جاری رہ سکتا ہے اور مسلمانان ہند بھی اس کے فوائد مخصوصہ سے خالی نہ رہ جاویں گے۔

// اس مضمون کو سوچ سمجھ کر جو اپنے مکرمین مخلصین کی خدمت میں پیش کیا تو ان حضرات نے بھی اس عاجز کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا۔ اور یہی بات دلنشیں ہوگئی کہ مستقل ترجمہ سے یہ امر زیادہ مناسب اور مفید ہے کہ موضح قرآن میں جو شکایت پیدا ہوگئی ہے اس کے رفع کرنے میں کوشش کی جاوے جب یہاں تلک نوبت پہنچ چکی تو یہ عاجز بنام خدا اس خدمت کے انجام دینے کے لئے تیار ہو بیٹھا گویا دوشالہ میں کمبل

الھمنی رشدی واعذنی من شر نفسی. [ص:۸] ان مراحل کے طے کرنے کے بعد یہ عاجز وضعیف ترجمہ موصوفہ کی خدمت گذاری کواپنی سعادت سمجھ کر بنام خدا مستعد ہوگیا اورکام شروع کردیا گویا اپنی تہی دستی اور بے مائیگی کی وجہ سے ایک گراں بہادوشالہ میں بوسیدہ کمبل سے رفو کرنے کاارادہ کردیاخداوندستارالعیوب کی پردہ پوشی سے اگر ہماری ناچیز کلمات مصری کے دہاگوں اور غلہ کے سنگریزوں اور تنکوں کی طرح کسی حساب میں آجاویں تو کون مانع ہے۔ وھو الملك البر الرؤف الرحیم.

شنیدم کہ در روز امید وبیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

وگرنہ ہم کیاہیں جوکوئی کام ہم سے ہوگا۔ جب ایک ثلث قرآن کے ترجمہ کی خدمت اور درستی سے فارغ ہوگئے تو ایسا سے جگہ جگہ رفو کرنے کاارادہ کردیاجب ایک ثلث قرآن کاترجمہ کرچکا تو بوجہ بعض عوارض ایسا طول طویل حرج پیش آیاکہ ترجمہ کی تکمیل کی توقع بھی دشوار ہوگئی، مگر بتوفیق الٰہی عین ایام حرج میں اتنا اطمینان نصیب ہوگیا کہ ترجمہ موصوف باطمینان ۱۳۳۶ھ میں پورا کرلیا۔ ”إِنَّ رِبِّىْ لَطِيْفٌ لِّمَايَشَاءُ“ وَالْحَمْدُ لله.

طویل وبعید حرج پیش آیا کہ ترجمہ موصوفہ
کی تکمیل کا خیال فراموش شدہ خواب سے
زیادہ باوقعت نہ تھا مگر باذن اللہ وہی جرح
قیاس اور توقع کے خلاف سرمایۂ اطمینان
بن گیا اور ارشاد **وَعَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ** [سورة التوبه
الآية: ٢١٦] کی صداقت اور دعائے
رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ[سورة
يوسف الآية:٣٣] کی اجابت گویا
آنکھوں سے دیکھ لی اور گو سامان ناکافی تھا
مگر اس پر بھی خدمت مذکور عرصۂ قلیل
میں ۱۳۳۶ھ کے اندر ایسے اطمینان سے
پوری ہوگئی کہ جو اطمینان سامان کی
حالت میں بھی نصیب نہ ہوا تھا۔

درخواب ندیدہ بود میلے
آسود گئے کہ درلحد دید

"اِنَّ رَبِّیْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاءُ"
[سوره يوسف الآية: ١٠٠]

والحمدُ لِلّٰہِ.

ص:۹-۱۰ اب حق تعالیٰ شانہ کومنظور ہے تو کسی وقت جس کے علم سے ہم قاصر ہیں احباب ومکرمین[ص:۹] کی خدمت میں پہونچ کر اپنی کوشش کوپیش کردیں گے اگر ہماری یہ پیوندکاری کسی درجہ میں مناسب اور مفید سمجھی گئی توباذن اللہ شائع بھی ہوجاوے گا ورنہ مجبوراً جہاں ہے وہیں رہے گا۔	ص:۶ اب حق تعالیٰ کو منظور ہے تو انہی احباب مکرمین کی خدمت میں اس ترجمہ کوپیش کرکر تفصیلی نظر کی درخواست کریں گے اگر ہماری یہ پیوندکاری ان حضرات کے نزدیک مفید ومناسب سمجھی گئی تو انشاء اللہ شائع بھی ہوجاوے گا ورنہ مجبوراً جہاں ہے وہیں رہے گا۔شعر گونالہ نازسا ہونہ ہو آہ میں اثر میں نے تو درگزر نہ کی جو مجھ سے ہوسکا
ص:۱۰ اس کے بعد ضروری ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے اصل ترجمہ کی نسبت اور اپنی ناچیز ترمیم کے متعلق چند مختصر مفید باتیں عرض کردی جاویں جن سے بالاجمال دونوں کی حالت اورکیفیت بھی معلوم ہوجاوے۔	ص:۶ اب اس کے بعد مناسب ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے اصل ترجمہ کی بابت اور نیز اپنی ترمیم کے متعلق چند ضروری مفید باتیں عرض کردی جاویں جن سے دیکھنے والوں کوبالاجمال دونوں ترجموں کی حالت اورکیفیت بھی معلوم ہوجاوے۔
ص:۱۰ رفع ہوجاویں۔	ص:۶ دفع ہوجاویں۔
〃 سودیکھ لیجئے حضرت ممدوح نے اپنے ترجمہ کی بابت اتنا مضمون تو خودتحریر	〃 سوحضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے شروع میں اپنے ترجمہ کی نسبت اتنا

فرمادیا ہے کہ ہندی او رعربی زبان کا
محاورہ موافق نہیں اس لئے اگر قرآن
شریف کی ترتیب کے ہر ہر لفظ کا جدا جدا
ترجمہ کیا جاوے تو ہندیوں کی سمجھ میں آنا
دشوار ہو، سواس وجہ سے ہم نے مجموعۂ آیت
کی پابندی کی ہے ہر ہر لفظ کی پابندی نہیں
کی یعنی ہندی محاورہ کے موافق ترجمہ کیا
ہے تحت لفظی نہیں کیا۔

ص:۱۰-۱۱ کیونکہ اس ارشاد سے یہ تو معلوم
ہوگیا کہ حضرت ممدوح ہر ہر لفظ کی
پابندی نہ کریں گے البتہ مجموعہ آیت کی
پابندی کرنی ضرور ہے مگر یہ معلوم نہیں
ہوا کہ ہر ہر لفظ کی عدم پابندی کی کیا حد
ہے اور تقدیم وتاخیر یعنی خلاف ترتیب کو
کس حدتک جائز رکھا ہے صرف بقدر
ضرورت الفاظ کو کچھ آگے پیچھے کرلیا ہے
یا مجموعۂ آیت کے احاطہ میں محدود رہ کر
پھر کسی تقدیم وتاخیر کی پرواہ نہیں کی تھوڑی
ہو یا بہت ضروری ہو یا غیر ضروری ایک تغیر

مضمون تو خود فرمادیا ہے کہ ہندی اور
عربی زبان کا محاورہ ہرگز موافق نہیں، اس
لئے اگر قرآن شریف کی ترتیب کے
موافق ہر ہر لفظ کا جدا جدا ترجمہ کیا جاوے
یعنی تحت لفظی تو ہندیوں کی سمجھ میں آنا
دشوار ہو اس لئے ہم نے مجموعۂ آیت کی
پابندی کی ہے ہر ہر لفظ کی پابندی نہیں کی
یعنی ہندی محاورہ کے موافق ترجمہ کیا ہے
تحت لفظی نہیں کیا۔

ص:۶ اس ارشاد سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ
حضرت ممدوح اپنے ترجمہ میں ہر ہر لفظ
کی پابندی نہ کریں گے ہاں آیت کی
پابندی ضروری ہے مگر یہ معلوم نہیں ہوا
کہ اس عدم پابندی کی کیا حد ہے
اور کہاں تک اس عدم پابندی کو حضرت
ممدوح نے اپنے ترجمہ میں اختیار
اور استعمال فرمایا ہے اور کتنی تقدیم وتاخیر کو
جائز رکھا ہے یعنی بقدر ضرورت وحاجت
کسی لفظ کو آگے یا پیچھے کرلیا ہے، یا
صرف آیت کے احاطہ میں رہ کر پھر کسی

ہو یا متعدد۔ علاوہ ازیں حضرت ممدوح نے اس امر کو اجمالاً اور اشارۃً بھی نہیں بتلایا کہ ہم نے اپنے [ص:١٠] ترجمہ میں کس کس امر کی رعایت رکھی ہے اور کن کن فوائد کا لحاظ اور التزام کیا ہے سوا حقر ان دونوں باتوں کو مفید سمجھ کر ان کی نسبت کچھ کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

ص:١١ مگر احتیاطاً اول یہ عرض کئے دیتا ہے کہ ان ہر دو امر کے متعلق جو کچھ عرض کیا جاوے گا وہ موضح قرآن ہی سے مستنبط ہوگا، ظاہر ہے کہ اس کے سوا ہمارے پاس ذریعۂ علم اور کیا ہے۔

ص:١١ اور اس کی مثال بعینہٖ ایسی سمجھئے جیسا علماء کرام نے خاتم المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خود کتاب صحیح بخاری سے استنباط فرما کر ان کے اصول وقواعد، شروط وقیود، اغراض ومقاصد کو بیان کر دیا ہے۔

تقدیم وتاخیر کی پرواہ نہیں کی تھوڑی ہو یا زیادہ ضروری ہو یا غیر ضروری ایک تغیر ہو یا متعدد۔ اس کے سوا حضرت شاہ صاحب نے یہ امر اجمالاً بھی نہیں بیان کیا کہ ہم نے اپنے ترجمہ میں کس کس امر کا خیال رکھا ہے اور اس میں کیا کیا خوبیاں اور فوائد ہیں سوا حقر ان دونوں باتوں کو مفید سمجھ کر ان کی نسبت کچھ کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

ص:٦ سو یہ بات تو سب پر ظاہر ہے کہ احقر اس کے متعلق جو کچھ بھی عرض کرے گا وہ موضح قرآن ہی کی عبارت سے مستنبط ہوگا۔ اس کے سوا ہمارے لئے اور کیا امر ذریعۂ علم ہوسکتا ہے۔[ص:٦]

ص:٧ بعینہٖ جیسا کہ حضرات علماء کرام نے امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی خود کتاب صحیح بخاری سے استنباط کر کے ان کی شروط وقیود واغراض کو بیان فرما دیا ہے۔

// البتہ صرف اتنی بات ضروری ہے کہ ہم جس امر کو حضرت ممدوح کی طرف منسوب کریں اس کا مأخذ موضح قرآن میں دکھلا دیں اس کے بعد نہ کسی قسم کے خلجان کا موقعہ نہ کسی شبہ کی گنجائش، بہت سے بہت ممکن ہے تو یہ ہے کہ ہم اپنے فہم کے موافق حضرت ممدوح کے کسی خفیف اشارہ سے جو بات سمجھیں کسی کی رائے میں وہ ہمارا وہم سمجھا جاوے۔ سواول تو یہ امر نہ ہم سے مستبعد نہ ہم کو اس سے انکار بلکہ بشرط اطلاع وانصاف انشاءاللہ مشکوری کے ساتھ تسلیم کرنے کو حاضر ہیں۔ دوسرے چونکہ وہم انسان کے اوصاف لازمہ میں سے ہے ادھر بوجہ اختلاف فہم وذوق اشارات لطیفہ کے سمجھنے میں طبائع میں اختلاف ہے نیز بوجہ غلبہ وہم جب امر موہوم کسی کو محقق نظر آنے لگتا ہے اسی طرح کسی کو امر محقق بوجہ قلت تدبر موہوم	// یہ عبارت نقل میں نہیں ہے۔

معلوم ہوتا ہے ان وجوہ سے اس کھٹکے سے کسی کو بھی بالکل مطمئن ہونا ٹھیک نہیں والانصافُ خیرٌ من الاعتساف.

ص:۱۱-۱۲ اس کے بعد امر اول کی نسبت تو یہ عرض ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کو باوجود پابندی محاورات[ص:۱۱] ترتیب قرآنی کا ہر موقع پر لحاظ رہتا ہے اور اس کی رعایت میں ہرگز تساہل نہیں فرماتے یہ نہیں کہ محاورات کے التزام کی وجہ سے ترتیب قرآنی کے اہتمام میں کوتاہی ہوجاوے کیوں کہ اول تو ترجمہ کی اصل یہی ہے کہ حتی الامکان مطابق اصل ہو، دوسرے حضرت ممدوح ومرحوم کا ارشاد جو ابھی گذرا اس سے بھی مترشح ہے کہ اصل اور ترجمہ میں موافقت ہونی چاہئے، ورنہ عذر فرمانے کی حاجت کیا تھی ان دونوں وجہوں کے بعد اس امر کی کھلی اور قوی دلیل خود موضح قرآن سامنے ہے

ص:۷ سوا امر اول کی نسبت یہ عرض ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ ترتیب قرآنی کا بہت خیال رکھتے ہیں اور اصل اور ترجمہ کی مطابقت میں بہت زیادہ سعی فرماتے ہیں مگر چونکہ ترجمہ بامحاورہ کا التزام کیا ہے اس لئے بضرورت توضیح وتسہیل بعض مواقع میں تقدیم وتاخیر لازم ہے مگر جیسا کہ آٹے میں نمک یہ نہیں کہ آخر کا ترجمہ اول اور اول کا آخر ہوجاوے الغرض فصل بعید سے احتراز رکھتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ، کسی خاص ضرورت کے وقت میں دو تین کلموں کا فصل ہوجاوے اور وہ بھی النادر کالمعدوم.

اس کے مطالعہ سے صاف نظر آتا ہے کہ حضرت ممدوح نے ترتیب قرآنی کی کس درجہ رعایت ہر جگہ ملحوظ رکھی ہے اوراس میں کتنے تغیر کواور کس ضرورت سے روا رکھا ہے سو ترجمہ موصوف کے مطالعہ سے بالبداہہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ممدوح ترتیب قرآنی کے محفوظ رکھنے میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہیں فرماتے صرف اس ضرورت سے کہ بوجہ ضرورت مذکورہ بالا ترجمہ بامحاورہ کاالتزام فرمایا ہے تقدیم تاخیر کرنی ضروری ہے مگر جیسا کہ آٹے میں نمک اوراُرد پر سفیدی اوروہ بھی بقدر حاجت۔ یہ نہیں کہ آخرکا ترجمہ اول اوراول آیت کا آخر ہوجائے۔ فصل بعید سے بہت احتیاط رکھتے ہیں اِلّا ماشاء اللہ کسی خاص ضرورت سے دوتین کلموں کافصل ہوجاوے اوروہ بھی شاذ ونادر۔

ص:۱۲-۱۳ا یہ مختصر بات بھی ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت ممدوح کو چونکہ محاورات کا

ص:۷ یہ عبارت نقل میں نہیں ہے۔

بتلانا ہرگز مقصود نہیں بلکہ محاورات کے ذریعہ سے معنی اور مطلب قرآن کا بسہولت عوام کو سمجھانا مقصود ہے اس لئے موضح میں محاورات برابر ہر جگہ معنی قرآن کے تابع نظر آتے ہیں اور مقدار حاجت سے زائد بہ تکلف محاورات کو ٹھوسنا موضح میں کہیں نہ ملے گا اور جن کا مبلغ [ص:۱۲] پرواز اور مایۂ ناز یہی ہے اُن صاحبوں نے جابجا الفاظ محاورات کو ٹھونس ٹھونس کر بعض مواقع میں تو بجائے سہولت الٹا اشکال بڑھا دیا ہے اور بعض مواقع میں یہ غضب کیا ہے کہ معنی اصلی اور واقعی ہی بالکل بدل کر کچھ کے کچھ ہو گئے اور محاورہ کے شوق میں اس قباحت وشناعت کی ان کو کچھ پرواہ نہ ہوئی یا یوں کہو تمیز نہیں ہوئی۔ فالحذر، الحذر.

ص:۱۳-۱۴ بالجملہ بلاوجہ مخالفت ترتیب سے احتراز فرماتے ہیں اور قدر حاجت سے زائد کو روا نہیں رکھتے مثلاً زبان عرب میں

ص:۷ دیکھئے عربی زبان میں مضاف کو مقدم ذکر کرتے ہیں اور اردو کا محاورہ یہ ہے کہ مضاف الیہ کو مقدم کرتے ہیں وہ

مضاف کومقدم ذکر کرتے ہیں اور محاورہ اردو میں مضاف الیہ کو پہلے لاتے ہیں وہ ”غلام زید ” کہتے ہیں تو یہ ”زید کا غلام“ بولتے ہیں سو ترتیب تو بدل گئی مگر اول تو محاورہ کی مجبوری دوسرے تغیر نہایت قلیل جس سے اتصال زائل نہیں ہوا، اور دونوں کلموں میں فاصلہ کچھ نہیں ہوا اس لئے حاجت کے وقت یہ خفیف اختلاف قابل لحاظ نہ ہوگا اس کی مثالیں ترجمہ موصوف میں جگہ جگہ ملیں گی اور تحت لفظی ترجمہ میں چونکہ یہ مجبوری نہیں اس لئے یہ تغیر ترجمہ لفظی میں نظر نہ آئے گا۔ مگر سب جانتے ہیں کہ ایسے اختلافات جتنے بھی ہوں ترجمہ بامحاورہ میں جائز بلکہ ضروری سمجھے جائیں گے حتی کہ اگر بامحاورہ ترجمہ میں یہ اختلافات نہ ہوں تو وہ ترجمہ بامحاورہ نہ سمجھا جاوے گا اور بامحاورہ ترجمہ میں اس قسم کے جتنے کثرت سے اختلافات ہوں گے اسی قدر اس کے

”غلام زید“ کہتے ہیں تو ان کے محاورہ میں زید کا غلام کہیں گے سو ترتیب تو بدل گئی مگر دونوں کلمے متصل ہی رہے فاصلہ اور فرق کچھ نہیں ہوا۔ اس لئے حاجت کیوقت یہ تغیر کچھ تغیر نہیں سمجھا جاتا۔ اس قسم کی مثالیں شاہ صاحب کے ترجمہ میں کثرت سے ملیں گی مثلاً **عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وعَلٰٓی اَبْصَارِهِمْ**[سورۃ البقرہ الآیۃ:۷] کا ترجمہ بامحاورہ کریں گے تو ان کے دل پر اور ان کے کان پر اور ان کی آنکھوں پر کیا جاوے گا اور ترجمہ تحت لفظی میں اوپر دلوں ان کے کے اور اوپر کانوں ان کے کے اور اوپر آنکھوں ان کی کے کہنا پڑے گا۔ مگر سب جانتے ہیں کہ ایسے اختلاف جتنے بھی ہوں ان میں کوئی حرج نہیں بلکہ ضروری ہیں بامحاورہ ترجمہ کرنے والے کو اس سے مفر نہیں لیکن حضرت شاہ صاحب کی احتیاط

بامحاورہ ہونے کی تصدیق اوراس کی خوبی سمجھی جاوے گی۔مگر حضرت ممدوح اس پربھی مضاف الیہ کو ہر جگہ مقدم نہیں لاتے بلکہ جہاں گنجائش مل جاتی ہے وہاں بوجہ عدم ضرورت اس قلیل تغیر کو بھی ترک فرما کر ترتیب قرآنی ہی کو قائم رکھتے ہیں،مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [سورۃ الفاتحۃ الآیۃ:۱] میں چوں کہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مضاف [ص:۱۳۰] اورمضاف الیہ صفت واقع ہیں تواس کے ترجمہ میں یہ گنجائش نکل آئی کہ ترجمہ ترتیب قرآنی کے مطابق بھی رہے اورمحاورہ کے خلاف بھی نہ ہواور ایسے نظائر بکثرت ملیں گے۔

قابل تحسین اورلائق قدر ہے کہ اس پر بھی ہر جگہ مضاف الیہ کومقدم نہیں کرتے بلکہ جہاں ترجمہ میں ذرا گنجائش مل جاتی ہے وہاں اتنے قلیل تغیر کو بھی پسند نہیں کرتے ترتیب قرآنی ہی کو اختیار فرماتے ہیں دیکھو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [سورۃ الفاتحۃ، الآیۃ:۱] میں چونکہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت واقع ہوئے ہیں اس کے ترجمہ میں یہ گنجائش نکل آئی کہ ترجمہ محاورہ کے خلاف بھی نہ ہواور کلام الٰہی کی ترتیب بھی باقی رہے اس لئے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا ترجمہ اصلی ترتیب پر رکھااور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ [سورۃ الفاتحۃ، الآیۃ:۳] بھی صفت واقع ہوا ہے مگراس میں دو اضافتیں مجتمع ہیں اول اضافت میں اصلی ترتیب باقی رکھنے کی گنجائش ہے دوسری اضافت میں نہیں اس لئے ترجمہ میں مالک کا ترجمہ اصل

	کے موافق مقدم رکھا اور یوم کے ترجمہ کو محاورۂ اردو کے موافق ''دین'' سے مؤخر کردیا چنانچہ سب پر ظاہر ہے اس میں کسی کو تردد نہیں صرف توضیح اور تسہیل کی غرض سے ہم نے عرض کردیا، لیکن بعض مقامات ایسے بھی ہیں کہ وہاں محاورہ اردو کے ساتھ ترتیب قرآنی کالحاظ رکھنا دشوار ہے، حضرت شاہ صاحب ان مقامات میں بھی اپنی غائر اور باریک بیں نظر سے ایسا اسلوب اختیار فرماتے ہیں کہ محاورہ کی پابندی کے ساتھ ترتیب بھی باقی رہے یا فرق آوے تو خفیف ولطیف۔
ص:۱۴ خلاصہ یہ کہ پابندی محاورہ تو ضروری ہے اور اس ضرورت سے جو خلاف ترتیب کرنا پڑے وہ مستثنٰی اور مستحسن اور ضروری ہے باقی اس ضرورت کے علاوہ خلاف ترتیب کو ہرگز اختیار نہیں فرماتے بلکہ مثل ترجمہ تحت لفظی موافقت ترتیب کو لازم وواجب سمجھتے ہیں۔	ص:۷ یہ عبارت نقل نہیں ہے۔

ص:۱۴-۱۵ یہی حال ہے فعل اور مفعول اور دیگر متعلقات فعل اور صفت، موصوف، حال، تمیز وغیرہ کا کہ اکثر مواقع میں ترتیب قرآنی کی متابعت فرماتے ہیں اور بعض مقامات میں بوجہ رعایت محاورہ وسہولت اسی تغیر خفیف مذکورہ بالا سے کام لیتے ہیں۔ اور لیجئے حروف ربط جن کو حروف جر کہتے ہیں جگہ جگہ بکثرت مستعمل ہیں، جیسے لام، با، کاف، علیٰ، الی، من، عن، فی وغیرہ اور کلام عرب میں یہ حروف ہمیشہ اپنے اپنے معمول پر مقدم ہوتے ہیں لیکن ہماری زبان میں عموماً مؤخر بولے جاتے ہیں مگر قلیل ونادر۔ سوان حروف میں بعض حروف تو ایسے ہیں کہ ان کا ہماری زبان میں مؤخر ہونا ایسا ضروری ہے کہ مقدم لانے کی کوئی صورت ہی نہیں جیسے من اور عن۔ کلام اردو میں ممکن نہیں کہ من اور عن کا ترجمہ ان کے معمول سے مقدم ہو سکے، اور ترتیب قرآنی کی موافقت کرسکیں۔ اسی

ص:۷ بعینہٖ یہی حال ہے فعل، اور فاعل اور مفعول اور جمیع متعلقات فعل کا اور صفت، موصوف، حال، تمیز وغیرہ کا کہ اکثر مواقع میں ترتیب کی موافقت فرماتے ہیں اور بہت سے مواقع میں اسی تغیر لطیف مذکورہ بالا سے کام لیتے ہیں، اور سنئے حروف روابط جن کو حروف جر بھی کہتے ہیں جیسے: لام، با، علی، الیٰ، من، عن، فی، بہت کثرت سے مستعمل ہیں مگر کلام عرب میں یہ حروف ہمیشہ اپنے معمول پر مقدم ہوتے ہیں اور ہمارے محاورہ میں علی العموم مؤخر بولے جاتے ہیں مگر شاذ ونادر لیکن ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ ان کا مؤخر ہونا ضروری ہے ہماری زبان میں ان کو مقدم لانے کی کوئی صورت ہی نہیں جیسے: من اور عن سب کو معلوم ہے کہ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ [سورة البقرة، الآية:۳] کے ترجمہ میں اردو زبان کے اندر ممکن نہیں کہ من کا ترجمہ

وجہ سے ترجمہ تحت لفظی میں بھی یہ تغیراوراختلاف بہ مجبوری قبول کرنا پڑتا ہے باقی اکثر حروف ایسے ہیں کہ ان کو ہماری زبان میں مقدم کرنا گو جائز ہے مگر محاورہ کے خلاف ہے جیسے: الیٰ، علیٰ، فی وغیرہ، سو ان کوترجمہ [ص:۱۴۰] تحت لفظی میں تو نظم قرآنی کے موافق مقدم لاویں گے لیکن بہ محاورہ ترجمہ میں ان کو بھی مثل قسم سابق مؤخر لانا پڑے گا، مگر اس برائے نام اختلاف کو بھی بامحاورہ ترجمہ میں ایسا ہی مقبول سمجھنا چاہئے جیسا اختلاف سابق ہرایک اردو ترجمہ میں مقبول تھا کیونکہ یہ حروف اول تو فی نفسہٖ غیر مستقل اور تابع محض ہیں صرف ان کا تقدم تاخر بھی کوئی مستقل اختلاف اور قابل اعتبار نہیں ہے، دوسرے یہ بے وجہ نہیں بلکہ بوجہ ضرورت مسلمہ اختیار کرنا پڑا ہے حتی کہ محاورہ اردو میں اس کی مخالفت کی گنجائش ہی نہیں تیسرے اتنا لطیف وخفیف اختلاف ہے

مقدم ہوسکے اورترتیب قرآنی کی موافقت کی جاسکے۔ ایسے ہی **لَاتَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ** [سورة البقرة، الآية:٤٨] کے ترجمہ میں کوئی صورت نہیں کہ عن کا ترجمہ نفس کے ترجمہ سے مقدم ہوسکے اسی وجہ سے تحت لفظی ترجمہ میں بھی یہ تغیر گوارا کرنا ہوتا ہے اوراس میں کسی کوتامل نہیں ہوسکتا۔ اور بعض ایسے ہیں کہ ان کو مقدم کرنا تو درست ہے مگر محاورہ کے خلاف ہے سوتحت لفظی ترجمہ میں ان کو نظم قرآنی کے موافق مقدم لاسکتے ہیں، مگر بامحاورہ ترجمہ کیلئے ان کو بھی مؤخر کرنا ضرور ہوگا، جیسے: علی، الیٰ وغیرہ حروف مذکورہ ۔ دیکھئے **خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ** [سورة البقرة، الآية:٧] کے تحت لفظی ترجمہ میں ''مہر کردی اللہ نے اوپر دلوں ان کے کے'' کہنا مناسب ہوگا اور بامحاورہ ترجمہ میں ''مہر کردی اللہ نے ان کے دلوں

کہ جس سے اتصال میں فرق نہیں آیا اوران سب امور کے بعد پھر وہی بات ہے جو پہلے عرض کرچکاہوں یعنی جہاں کچھ گنجائش ہوتی ہے وہاں اس خفیف تغیر کو بھی پسند نہیں کرتے بلکہ ترتیب قرآنی کی رعایت فرماتے ہیں اورایسا ترجمہ اختیا رکرتے ہیں جو ترتیب قرآنی او رمحاورہ دونوں کے موافق ہو۔ اس کی مثالیں حروف مذکورہ کے متعلق جگہ جگہ موجود ہیں مثلاً اِلَّا عَلٰی الخٰشِعِیْنَ [سورة البقرة، الآية:٤٥] کا ترجمہ ''مگران ہی پر جن کے دل پگھلے ہیں'' فرمایاہے جس میں لفظ ''علیٰ'' کا ترجمہ خاشعین کے ترجمہ سے مقدم ہے اورمحاورہ کے بھی مطابق ہے۔

پر'' کہنا ٹھیک سمجھا جاوے گا، پہلی صورت میں لفظ ''علٰی'' اپنی اصلی ترتیب پر رہا دوسری صورت میں تھوڑا سا بقدرضرورت اپنی جگہ سے ہٹ گیا اسی پر دیگر حروف کو قیاس فرمالیجئے سواول تو یہ حروف فی نفسہٖ غیرمستقل اوردوسروں کے تابع ہیں ان کا تقدم تاخرچنداں قابل اعتبار نہیں دوسرے بے وجہ نہیں بلکہ ضرورت اور حاجت اورنفع کی وجہ سے کرنا ہوا تیسرے اتنا لطیف وخفیف کہ ترجمہ تحت لفظی میں بھی بعض مواقع میں قابل قبول اورضروری سمجھا جاتا ہے ان سبب کے بعد پھر وہی بات ہے جو پہلے عرض کرچکا ہوں یعنی جہاں کچھ گنجائش نکل آتی ہے وہاں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ اس خفیف قابل قبول تغیر کو بھی چھوڑ کر اصلی ترتیب کو قائم رکھتے ہیں اورایسا ترجمہ کرتے ہیں جو ترتیب قرآنی کی پابندی کے ساتھ محاورہ کے بھی مخالف نہ

ہونے پاوے اس کی مثالیں حروف مذکورہ کے متعلق جگہ جگہ موجود ہیں مثلاً **إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِينَ** [سورة البقرة،الآية:٤٥] کا ترجمہ یہ فرمایا "مگر ان ہی پر جن کے دل پگھلے ہیں" یعنی اللہ سے ڈرتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں دیکھ لیجئے لفظ علی کے ترجمہ کو مقدم رکھا خاشعین پر اور محاورہ کے مخالف بھی نہیں ہوا۔

ص:۱۵-۱۶ بالجملہ موضح قرآن میں جو جگہ جگہ وہ تغیرات نظر آتے ہیں جو ترجمہ تحت لفظی میں نہیں پائے جاتے ان کی وجہ سے بشرط فہم وانصاف نہ موضح قرآن میں کسی خدشہ اور شبہ کی گنجائش ہے اور نہ ان کو حجت بنا کر ترجمہ بامحاورہ میں تقدیم وتاخیر کا دروازہ کھول دینا مناسب ہے جگہ جگہ تغیر اور اختلاف کا نظر آنا اہل فہم کے نزدیک ہرگز قابل لحاظ نہیں[ص:۱۵] قابل لحاظ ہے تو یہ ہے کہ........

ص:۷ یہ عبارت نہیں ہے۔

ص:۱۶ حضرت ممدوح جو تغیر کرتے ہیں وہ نہایت

" الحاصل حضرت شاہ صاحب جگہ جگہ ترتیب

بجا تلا عند الحاجۃ اور بقدر ضرورت جس کی وجہ سے ترجمہ موضح قرآن جیسے التزام اور خوبی محاورات میں بے نظیر ہے ویسا ہی باوجود پابندی محاورات علت تغیر اور خفت تبدل میں بیعدیل ہے سواب ہم کو یہ دیکھنا نہ چاہئے کہ حضرت ممدوح نے کتنے مواقع میں تغیر کیا بلکہ اہل فہم کے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ تغیر کیوں کیا اور کتنا تغیر کیا۔

البتہ ان معمولی مذکورہ بالا اختلافات کے سوا بھی بعض بعض مقامات ایسے ہیں کہ وہاں محاورہ اردو کے ساتھ ترتیب قرآنی کو قائم رکھنا دشوار ہے یا ترتیب کی رعایت سے معنی میں اِغلاق پیدا ہوتا ہے۔ سو حضرت ممدوح ان مقامات میں بھی بہ نظر غائر ایسا اسلوب اختیار فرماتے ہیں کہ محاورہ اور ترتیب دونوں کی رعایت ہو یا فرق آوے تو خفیف، اور معنی بھی مغلق نہ ہوں ان کے علاوہ بہت سے تصرفات خفیفہ اور بھی کر جاتے ہیں مثلاً بضرورت ایضاح کہیں میں تصرف کرتے ہیں مگر بجا تلا بقدر ضرورت اور عند الحاجت نہایت غور اور احتیاط کے ساتھ جس کی وجہ سے حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کا ترجمہ جیسے استعمال محاورات میں بے نظیر سمجھا جاتا ہے ویسا ہی باوجود پابندی محاورہ قلت تغیر اور خفت تبدل میں بھی بے مثل ہے، **فللّٰہ درہ ثم للّٰہ درہ**.اس کے سوا بعض بعض تصرفات خفیفہ مفیدہ اور بھی کر جایا کرتے ہیں مثلاً ترجمہ میں کوئی لفظ مختصر بڑھا دیتے ہیں جس سے مطلب واضح ہو جاوے یا مراد خداوندی معین ہو جاوے سو یہ امر ایسا ہے کہ ترجمہ تحت لفظی میں بھی اس کی نظائر موجود ہیں ایسا ہی ترجمہ میں بعض الفاظ کو چھوڑ بھی جاتے ہیں مثلاً بعض مواقع میں ''اِنَّ'' کا ترجمہ نہیں کرتے ''یـــا اَبـــت'' کے ترجمہ میں ''اے میرے باپ'' نہیں کہتے، صرف ''اے باپ'' پر قناعت کر جاتے

مختصر لفظ ترجمہ میں بڑھادیا یا کہیں مرجع ضمیر کو ظاہر کردیا کہیں لفظ مقدر کی تصریح فرمادی علی ہذا کبھی ترجمہ میں بعض الفاظ کو چھوڑ بھی جاتے ہیں، مثلاً بعض جگہ ''اِنَّ'' کا ترجمہ نہیں کرتے ''یاابت'' کا ترجمہ ''اے باپ'' فرماتے ہیں ''اے میرے باپ'' نہیں فرماتے ایسے ہی ''یٰبُنَیَّ'' کا ترجمہ ''اے میرے چھوٹے بیٹے'' کی جگہ صرف ''اے بیٹا'' فرمایا ہے ''یارب'' کا ترجمہ متعدد مواقع میں ''اے رب'' ذکر کیا ہے کبھی ضمیر کا ترجمہ چھوڑ جاتے ہیں کبھی صیغہ مبالغہ کے ترجمہ میں مبالغہ کو ذکر نہیں فرماتے وغیرہ وغیرہ۔ سو اس قسم کے خفیف تصرفات میں کوئی حرج نہیں۔
ان میں کے اکثر تصرفات تراجم لفظیہ تلک میں موجود ہیں۔

ص:۱۶-۱۷ اب باقی رہا امر ثانی یعنی حضرت ممدوح نے ترجمہ میں کس کس امر کا خیال رکھا ہے سو [ص:۱۶] ترجمہ موصوف کے

ہیں ''یٰبُنَیَّ'' کا ترجمہ ''اے میرے چھوٹے بیٹے'' کی جگہ فقط ''اے بیٹے'' فرمایا ہے ایسا ہی یَارَبِّ کا ترجمہ ''اے رب'' متعدد مواقع میں اختیار فرمایا ہے۔
سو اس قسم کے تصرفات میں کچھ حرج نہیں ترجمہ لفظی تلک میں ان کی گنجائش ہے۔

ص:۷ اب باقی رہی دوسری بات کہ حضرت شاہ صاحب نے اپنے ترجمہ میں کن کن امور کا خیال رکھا ہے اور اس میں کیا کیا

مطالعہ سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ علامہؒ ترجمہ میں چند امور کا التزام ولحاظ بہت ہے اختصار سہولت ووضاحت اور الفاظ قرآنی کی لفظی ومعنوی مطابقت اور معنی مرادی یعنی غرض ومقصود کلام کی رعایت جس کی وجہ سے مدعی کلام الٰہی کے سمجھنے میں اعانت ملتی ہے ان امور کے علاوہ ترجمہ میں کبھی ایسا لفظ لاتے ہیں جس سے کسی اجمال وابہام کا کھولنا مقصود ہوتا ہے کبھی کسی اشکال وشبہ سے بچنے کی غرض سے کوئی لفظ اختیار فرماتے ہیں بسا اوقات ایک لفظ کا ترجمہ ایک جگہ کچھ فرماتے ہیں اور دوسری کی جگہ کچھ اور جس کی وجہ سے مطلب میں سہولت ہوجاتی ہے کبھی کوئی فائدہ جدید ترجمہ سے زائد بتلا جاتے ہیں بغرض سہولت ووضاحت کبھی مضمون ایجابی کو عنوان سلبی میں ادا فرماتے ہیں بہت سے مقامات میں نفی واثبات کا جدا جدا ترجمہ نہیں کیا بلکہ حصر جو اس سے فائدے ہیں، سو یہ بات تو ظاہر نظر آتی ہے کہ حضرت ممدوح علامہؒ چند باتوں کا بہت لحاظ رکھتے ہیں، ترجمہ میں اختصار وسہولت اور الفاظ قرآنی کی لفظی اور معنوی موافقت اور صرف لغوی معنی پر بس نہیں بلکہ معنی مرادی اور غرض اصلی کا ہر موقع میں بہت لحاظ رکھتے ہیں اور ترجمہ میں کبھی ایسا لفظ لاتے ہیں جس کی وجہ سے اگر کسی قسم کا اجمال اور اشکال ہو تو زائل ہوجاتا ہے۔ بسا اوقات ایک لفظ کا ترجمہ ایک جگہ کچھ فرماتے ہیں دوسری جگہ کچھ اور حالانکہ معنی لغوی اس لفظ کے ایک ہی ہیں مگر ہر مقام کے مناسب جدے جدے عنوان سے بیان فرماتے ہیں جس سے قرآن کی غرض اور مراد سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اسی سہولت اور وضاحت کی رعایت سے کبھی مضمون ایجابی کو عنوان سلبی میں ادا کرتے ہیں اور اکثر مواقع میں نفی اور استثناء کا جدا

مقصود ہے اس کو مختصر سلیس الفاظ میں محاورے کے موافق ادا فرما دیتے ہیں۔ حال وتمیز وبدل وغیرہ حتی کہ مفعول مطلق کے عنوان کی رعایت رکھتے ہیں اور محاورہ کے موافق۔ الغرض الفاظ ومعانی دونوں کے متعلق ہر طرح سے غور اور اہتمام سے کام لیا ہے اور مقاصد کی تسہیل میں سعی۔ اور احتیاط میں کوتاہی نہیں کی اہل فہم کو بشرط توجہ ہمارے معروضات کی صداقت ہر جگہ انشاء اللہ ملے گی اس سے زیادہ عرض کرنے کی حاجت نہیں۔

جدا ترجمہ نہیں کرتے بلکہ حصر جو اس سے مقصود ہے اس کو مختصر ہلکے لفظوں میں محاورہ کے موافق بیان کر جاتے ہیں۔ حال، تمیز، بدل وغیرہ حتی کہ مفعول مطلق کے عنوانات کی رعایت رکھتے ہیں اور خوبی یہ ہے کہ اردو [ص:۷] کے محاورے کے موافق بالجملہ الفاظ اور معانی دونوں کے متعلق بوجوہ متعددہ بہت غور اور رعایت سے کام لیا گیا ہے اور مطالب ومقاصد کی تسہیل اور توضیح میں پورے خوض اور احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے ہم بغرض تنبیہ یہ چند باتیں مختصر طور سے عرض کر دی ہیں، اہل فہم توجہ فرماویں گے تو انشاء اللہ ان کو ہماری عرض کی صداقت جگہ برابر ملے گی ہم کو کسی طول کی حاجت نہیں اور حاشا وکلا ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فوائد مذکورہ کا اور کسی نے خیال نہیں فرمایا۔

ص:۱۷-۱۹ باقی ہمیں ہرگز ہرگز شبہ نہیں کہ حضرات علماء متدینین میں جس نے اس

ص:۸ فضلائے معتبرین مشہورین وغیرہ علماء کے تراجم میں ہر ایک نے اس قسم

مبارک خدمت کوانجام دیا ہے اس نے اپنے فہم ومذاق کے موافق اس قسم کے فوائدکاپورا اہتمام کیاہے اور ہر طرح کی خوبی اوراحتیاط میں غور فرما کراس امرمہتم بالشان کو انجام دیا ہے مگر بات یہ ہے [ص:۱۷۱] کہ فضائل وکمالات خداداد کے علاوہ حضرت ممدوح نے جس غور واہتمام سے اس خدمت کوانجام دیاہے وہ بے نظیر ہے ہرموقعہ میں چھوٹے بڑے لفظی معنوی امور کا اتناخیال رکھتے ہیں اوراُن امورکی اس قدررعایت فرماتے ہیں کہ اکثر مقامات میں بے ارادہ کسی کاقول یاد آجاتاہے۔

زفرق تا بقدم ہرکجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جاایں جااست

اس لئے کماً وکیفاً اس قسم کے چھوٹے بڑے فائدے موضح قرآن میں زیادہ نظر آتے ہیں اور بلامبالغہ سہل ممتنع کہنے کودل چاہتا ہے۔

کے فوائدکا اپنی اپنی فہم اور رائے اور مصلحت اور گنجائش کے موافق ضرور خیال فرمایا ہے مگر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب ممدوح نے چونکہ ہر موقع پر ان چھوٹے بڑے فوائد متعددہ کی طرف پوری توجہ فرمائی ہے اورترجمہ میں ہرموقع پر ان کااہتمام رکھا ہے۔ اس لئے کماً اور کیفاً دونوں طرح یہ امورموضح قرآن میں زائد ہیں جن کی وجہ سے ترجمہ موصوف جملہ تراجم میں ممتاز اور مفیدتر نظر آتاہے اور بنظر فہم وانصاف اس کا مستحق ہے کہ سہل ممتنع کے ساتھ ملقب ہو یہ حضرت ممدوح کا کمال ہے کہ ہرموقع پر جملہ امور پیش نظر رہتے ہیں اور ترجمہ میں حسب حاجت ان کی رعایت کرتے ہیں اوراسی کے مطابق الفاظ بھی ان کو بسہولت مل جاتے ہیں گویا محاورات ولغات اردو بھی سب سامنے رہتے ہیں جس کومناسب

اسی کے ساتھ جب ہم خیال کرتے ہیں کہ حضرت ممدوح کے اس علمی وعملی کمالات پر ان کی تالیفات بجز موضح قرآن ہم کو نظر نہیں آتیں تو یہی دل میں آتا ہے کہ کسی قوی محرک نے حضرت ممدوح کو اس خدمت پر متوجہ کیا ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس خدمت کو اپنی آورد کے زور اور معمولی توجہ سے انجام نہیں دیا بلکہ جو کچھ کیا ہے وہ آمد کے جوش اور قلبی شوق سے کیا ہے چنانچہ احقر نے اپنے بعض مرحوم بزرگواروں سے سنا ہے کہ حضرت شاہ صاحب اس خدمت سے فارغ ہو گئے تو کسی کا شعر کچھ تصرف فرما کر اس طرح پڑھتے تھے۔

روز قیامت ہر کسے باخویش دارد نامۂ
من نیز حاضر میشوم تفسیر قرآں در بغل

اور مناسبات اور متعلقات ترجمہ ہی میں منحصر نہیں بلکہ بعض مقامات میں حضرات مفسرین اور شراح حدیث کے سمجھا بے تکلف لے لیا۔ اور اس پر ترجمہ اپنے محدود احاطہ سے ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا۔ **فبارك الله فی حسناته وافاض علینا من برکاته.** یہ بات کس قدر قابل قدر اور مفید ہے کہ حضرات مفسرین اور شراح حدیث کے مبسوط ارشادات کا خلاصہ بسہولت ہر درجہ کے مسلمانوں کو ایک لفظ سے سمجھ میں آسکے بلکہ بعض مواقع میں تو حضرت شاہ صاحب کا ایک دو لفظ وہ کام دیتا ہے کہ مبسوط ارشادات سے احق بالقبول معلوم ہوتا ہے، **اِنَّ فِی ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلَمِینَ** [سورة الروم الآیة:۲۲] اس موقع پر ارشاد خداوندی **فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا** [سورة الانبیاء، الآیة:۷۹] کا نقشہ اور نمونہ ناخواستہ سامنے آ گیا۔ دیکھئے حضرت سلیمان علیہ السلام لڑکے تھے مگر حق سبحانہ نے اپنی رحمت سے ان کو وہ بات سمجھا

مبسوط ارشادات کا خلاصہ ایک دولفظ میں بسہولت بتلا جاتے بعض مواقع میں حضرت ممدوح کا ایک دوکلمہ مبسوط ارشادات سے احق بالقبول ہوتا ہے۔ دفع التباس اور رفع اشکال کا بہت خیال رکھتے ہیں اور باوجود ان امور کے ترجمہ [ص:۱۸] اپنے محدود احاطہ سے ایک قدم آگے نہیں بڑھنے پاتا، **اِنَّ فِــی ذٰلِكَ لاٰيٰتٍ لِّـلْـعٰلِمِينَ.** [سورة الروم الآية: ۲۲]

الحاصل تراجم معتبرہ میں غور کرنے سے اکرام **فَـفَهَّمْنٰهَاسُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُـكْـمًـا وَّعِلْمًا** [سورة الانبياء، الآية: ۷۹] اور انعام **وَاَلَــنَّــالَـــهُ الْـحَدِيْدَ** [سورة سبا، الآية: ۱۰] کا نقشہ ضرور نظر آتا ہے، **بـارك اللّـه فـی حسـنـاتهم و افاض علينا من فيوضهم و بر كاتهم.**

ص:۱۹-۲۶ اس کے بعد بیشک اس امر کی دی کہ حضرت داوٗد علیہ السلام نے بھی تسلیم فرمالیا اور اپنے حکم کو واپس کرلیا اور اس سے کسی کے علم وفہم میں کوئی نقصان اور اعتراض بھی نہ ہوا۔

شعر:....

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حق تعالیٰ کے غیر متناہی خزانے ہیں جس کو جس میں سے چاہتے ہیں حصہ معین عنایت فرمادیتے ہیں۔ **وَاِنْ مِّـنْ شَـیْءٍ اِلَّا عِـنْـدَنَاخَزَآئِنُهُ وَمَانُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ.** [سورة الحجر، الآية: ۲۱].

〃 اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ چند

ضرورت ہے کہ جیسے ہم نے یہ چند فوائد بلادلیل عرض کردیئے ہیں ایسے ہی کسی موقعہ سے چند مثالیں بھی عرض کردی جاویں تاکہ ہماری معروضات کے لئے موجب تصدیق ہو اور بطور نمونہ ترجمہ موصوف کی کچھ حالت معلوم ہوکر ناظرین کے لئے باعث اطمینان ہو۔ سو شروع ہی سے لیجئے اور جو بات ہماری معروضات میں مجمل ہو اس کو موضح قرآن میں ملاحظہ فرمالی جائے۔

دیکھئے بسم اللہ کا ترجمہ محاورہ کے موافق کیا ہے جس میں توضیح اور اختصار دونوں کی بقدر مناسب رعایت ملحوظ ہے اس سے بہتر اور سلیس وحسین ترجمہ اردو میں نظر نہیں آتا۔ اور رحمٰن اور رحیم جو مبالغہ کے صیغے ہیں ان کے مبالغہ کو بھی ظاہر فرمادیا اور دونوں کے فرق مراتب کی طرف بھی اشارہ لطیف کردیا، تراجم سابقہ میں بوجہ عدم ضرورت مبالغہ سے تعرض نہیں فرمایا۔

فوائد عرض کئے ہیں ایسے ہی چند مثالیں بھی کسی موقع سے عرض کردی جائیں جن سے ہمارے معروضات کی تصدیق ہوجاوے اور ناظرین کے لئے تسکین اور اطمینان کا باعث ہو سو اول ہی سے لیجئے، دیکھئے بسم اللہ کا ترجمہ محاورہ کے موافق کیا جس میں توضیح اور اختصار دونوں کی بقدر مناسب رعایت ہے اس سے بہتر اور خوبصورت ترجمہ اردو میں سمجھ میں نہیں آتا اور ”رحمٰن“ اور ”رحیم“ جو مبالغہ کے صیغے ہیں ان کے مبالغہ کو ظاہر فرمادیا اور لطیف اشارہ دونوں کے فرق مراتب کی طرف بھی کر گئے، جتنے تراجم سابقہ ہیں ان میں مبالغہ سے تعرض نہیں فرمایا۔ اس کے بعد سورۂ فاتحہ میں بھی رحمٰن اور رحیم کا ترجمہ ایسا ہی کیا گیا۔ یوم الدین کا ترجمہ جملہ حضرات نے روز جزا یا ”دن جزا“ کا فرمایا ہے مگر حضرت شاہ صاحب نے صاف لکھ دیا کہ میں نے

اس کے بعد سورۂ فاتحہ میں بھی رحمٰن اور رحیم کا ترجمہ اسی کے مطابق کیا۔ یوم الدین کا ترجمہ اکثر حضرات نے ''روز جزا'' یا ''دن جزا'' فرمایا ہے مگر اول تو شاہ صاحب نے فرمادیا ہے کہ میں نے عوام کی بول چال میں ترجمہ کیا ہے اور عوام کی بول چال میں جزا کا لفظ شائع نہیں۔ [ص:۱۹] دوسرے اہل لغت اور علماء مفسرین نے دین کے معنی ''جزا'' اور ''حساب'' دونوں تحریر فرمائے ہیں ان وجوہ سے غالباً حضرت ممدوح نے ''جزا'' کے لفظ کو چھوڑ کر اس کے بدلے ''انصاف'' کا لفظ اختیار فرمایا کہ یہ لفظ عوام میں مشہور ہے اور اس ایک لفظ میں ''جزا'' اور ''حساب'' دونوں آگئے۔ اھدنا الصراط ہدایت کا ذکر کلام الٰہی میں جگہ جگہ آتا ہے سو حضرات مترجمین اس کے ترجمہ میں اکثر تو لفظ ''ہدایت'' ہی فرما جاتے ہیں کیونکہ یہ لفظ فارسی، اردو، دونوں میں شائع ہے اور کبھی اپنی زبان

عوام کی زبان میں ترجمہ کیا ہے اور عوام کے کلام میں جزا کا لفظ شائع اور مستعمل نہیں دوسرے اہل لغت اور حضرات مفسرین نے دین کے معنی جزا اور حساب دونوں فرمائے ہیں ان وجوہ سے غالباً حضرت ممدوح نے جزا کے بدلے ''انصاف'' کا لفظ اختیار فرمایا کہ عوام میں بھی شائع ہے اور اس ایک لفظ میں جزا اور حساب دونوں آگئے اھدنا الصراط المستقیم . جملہ حضرات ہدایت کا ترجمہ کبھی تو لفظ ہدایت ہی سے کر جاتے ہیں اس لئے کہ لفظ ہدایت فارسی اردو میں برابر مستعمل ہے اور کبھی اپنی زبان میں ترجمہ کرتے ہیں تو ہدایت کا ترجمہ رستہ دکھانے اور ''راہ نمائی'' کے ساتھ کرتے ہیں، مگر حضرت ممدوح علی العموم ہدایت کا ترجمہ اپنی ہی زبان میں فرماتے ہیں الا ماشاء اللہ لیکن ہر موقع پر اس کا بھی لحاظ رکھتے ہیں کہ ہدایت کے

میں ترجمہ فرماتے ہیں تو فارسی والے ''راہ نمائی'' سے اور اردو والے ''رستہ دکھلانے'' سے ترجمہ کرتے ہیں مگر حضرت ممدوح کی عادت ہے کہ اول تو عامۃ ترجمہ اپنی زبان میں فرماتے ہیں الاماشاء اللہ ۔ دوسرے چونکہ ہدایت کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے ایک صرف ''رستہ دکھلانا'' دوسرے ''منزل'' مقصود تلک پہنچا دینا۔ اول کو ''اراء ۃ'' دوسرے کو ''ایصال'' کہتے ہیں تو اس لئے حضرت شاہ صاحبؒ ہر موقعہ پر اس کا بھی لحاظ رکھتے ہیں کہ ہدایت کے کونسے معنی مراد اور اس موقعہ کے مناسب ہیں اور اسی کے مناسب ''ہدایت'' کے ترجمہ میں کوئی لفظ اختیار فرماتے ہیں۔ ہر جگہ اس کے ترجمہ میں ''راہ دکھانا'' ہی نہیں فرماتے سوا اسی وجہ سے اور حضرات نے تو اھدنا کا ترجمہ ''دکھا ہم کو'' فرمایا اور حضرت ممدوح نے ''چلا ہم کو'' فرما کر ایصال کی طرف اشارہ کر دیا۔ اسی طرح ھُدیً للمتقین

کونسے معنی اس موقع کے مناسب ہیں کیونکہ ہدایت کے لغت عرب میں دو معنی ہیں، ایک صرف رستہ دکھلا دینا دوسرے مقصود تلک پہنچا دینا، اول کو ''اراء ت'' دوسرے کو ''ایصال'' کہتے ہیں ۔ اس لئے اوروں نے اہدنا کا ترجمہ ''دکھا ہم کو'' فرمایا ہے اور شاہ صاحب ''چلا ہم کو'' فرماتے ہیں جس سے ایصال کی طرف اشارہ کرنا مفہوم ہوتا ہے اسی طرح پر ھدی للمتقین میں اور حضرات نے ''ھدی'' کے ترجمہ میں ''رہنما'' یا ''راہ دکھاتی ہے'' فرمایا ہے اور حضرت ممدوح نے ''راہ بتاتی ہے'' فرمایا ہے چونکہ اھدنا میں ہدایت حق تعالیٰ کی صفت ہے تو وہاں چلانے کا لفظ لائے ہیں اور اس موقع میں ہدایت قرآن کی صفت تو اس لئے راہ بتانے کا لفظ بیان فرمایا ورنہ دونوں جگہ مقصود ایصال کی طرف اشارہ کرنا معلوم ہوتا ہے۔ فرحمہ اللہ ما ادق

کے ترجمہ میں اور حضرات نے تو ''راہ دکھاتی ہے'' یا ''رہنما'' فرمایا اور حضرت ممدوح نے ''راہ بتاتی ہے'' پسند کیا، چونکہ [ص:۲۰] اھدنا میں ہدایت حق تعالیٰ کا فعل ہے تو وہاں چلانے کا لفظ مناسب ہے، ھدی للمتقین میں ہدایت قرآن کی صفت ہے تو یہاں بتانے کا لفظ چسپاں ہے ورنہ دونوں جگہ ایصال کی طرف اشارہ مقصود معلوم ہوتا ہے۔ فرحمه الله مادَقَّ نظره وارَقَّ الفاظه.

اس کے بعد متقین میں حضرات مرحومین نے تقوی کا ترجمہ ''پرہیز گاری'' فرمایا ہے جو شریعت میں مشہور اور ظاہر کے مطابق اور تفاسیر کثیرہ کے موافق ہے۔ پھر حضرات مفسرین نے اس پر شبہ بیان فرمایا کہ ہدایت کے محتاج گمراہ ہیں نہ متقی و پرہیز گار، اس لئے ھدی للضالین فرمانا مناسب تھا، سو بعض حضرات نے متقین کے معنی ''صائرین الی التقویٰ'' لے کر

نظره وارَقَّ الفاظه. متقین میں تقویٰ کا ترجمہ سب حضرات مرحومین نے ''پرہیز گاری'' فرمایا ہے، جو تفاسیر کثیرہ کے موافق ہے پھر حضرات مفسرین نے اس پر شبہ کیا کہ ہدایت کے محتاج گمراہ ہیں نہ متقی اس لئے ھُدی للضالین فرمانا چاہئے تھا، بعض حضرات نے مُتقین کے معنی صائرین الی التقویٰ کے لے کر جواب دیا بعض نے دیگر جوابات دے کر شبہ کا قلع قمع کیا حضرت شاہ صاحب کی طبع لطیف اور باریک بیں نظر اس طرف گئی کہ تقویٰ کا ترجمہ ''ڈر اور خوف'' کے ساتھ کرنا پسند کیا جو تقویٰ کے اصلی اور لغوی معنی ہیں اور متقین سے وہ لوگ مراد لئے جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے، اس لئے ھُدیً لِّلْمُتَّقِیْنَ کا ظاہر اور معروف ترجمہ یعنی ''راہ دکھاتی ہے پرہیز گاروں کو'' اس کو چھوڑ کر ''راہ بتاتی ہے ڈر والوں

جواب دیا بعض نے دیگر جوابات سے شبہ مذکورہ کا قلع قمع کیا مگر حضرت شاہ صاحبؒ کی نظر اس طرف گئی کہ تقویٰ کے اصطلاحی مشہور معنی چھوڑ کر اصلی اور لغوی معنی اختیار کئے اور متقین سے وہ لوگ مراد لئے جن کے قلوب میں حق تعالیٰ کا خوف ہے اس لئے ھدی للمتقین پر ظاہر اور معروف ترجمہ یعنی ''راہ دکھاتی ہے پرہیزگاروں کو'' اس کو چھوڑ کر ''راہ بتاتی ہے ڈر والوں کو'' اختیار کیا۔ جس کی وجہ سے شبہ مذکور کا موقعہ ہی نہ رہا جو کسی جواب کی حاجت ہو اور اگر ہدایت سے ایصال مراد لیویں جیسا کہ ترجمہ میں حسب معروضات سابقہ اس کی طرف لطیف اشارہ مفہوم ہوتا ہے تو پھر تو شبہ کیا کسی وہمی کے توہم کا بھی وہم نہیں ہوتا۔

اس کے بعد یُؤمِنُونَ بِالْغَیْبِ [سورۃ البقرۃ، الآیۃ:۳] کا ترجمہ ''ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب کے'' یا ''غیب پر'' [ص:۲۱]

کو'' اختیار فرمایا جس سے شبہ مذکورہ کے خطور کا موقع ہی نہ رہا جو کسی جواب کی حاجت ہو اور اگر ہدایت سے ''ایصال'' مراد لیں جیسا کہ ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ مفہوم ہوتا ہے تو پھر تو شبہ کیا کسی وہمی کے توہم کی بھی گنجائش نہیں۔ آگے دیکھئے: ''یومنون بالغیب'' کے ترجمہ میں اگر ''ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب کے'' یا ''غیب پر'' کہا جاوے تو بہت صحیح اور ظاہر کے موافق ترجمہ ہے اور لفظ ایمان اور غیب دونوں ایسے مشہور ہیں کہ دوسرے لفظوں سے ان کے ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں لیکن لفظ ایمان اصطلاح شرع میں دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے ایک نفس تصدیق اور یقین قلبی جو ضروریات دین کے ساتھ متعلق ہو جس کو حقیقت ایمانی سے بھی تعبیر کرتے ہیں اور معنی لغوی کے بالکل مطابق ہے دوسرے تصدیق اور اعمال ایمانی کا

بالکل درست اور ظاہر کے موافق ترجمہ ہے
اور لفظ ایمان اور غیب چونکہ مشہور و معروف
الفاظ ہیں اس لئے دوسرے لفظوں سے
ان کے ترجمہ کرنے کی حاجت نہیں۔
لیکن ایمان کا لفظ عرف شریعت میں دو معنی
میں شائع ہے ایک نفس تصدیق ویقین
وتسلیم قلبی جو کہ امور دین اور احکام شریعت
کیساتھ متعلق ہو جس کو حقیقت ایمانی سے
بھی تعبیر کرتے ہیں اور معنی لغوی کے بھی
موافق ہے۔ دوسرے تصدیق قلبی اور
اعمال ایمانی دونوں کا مجموعہ جس کو ایمان
کامل بھی کہتے ہیں۔
ادھر معروضات سابقہ سے معلوم ہو چکا
ہے کہ مترجم رحمہ اللہ کی عام عادت ہے کہ
عوام کی بول چال میں ترجمہ کرتے ہیں
اور جس لفظ کے معنی متعدد ہوتے ہیں
وہاں ترجمہ میں ایسا لفظ لانا پسند فرماتے
ہیں جس سے وہ معنی متعین ہو جاویں جو
مطلوب اور مناسب مقام ہوں، اس کے

مجموعہ جس کو ایمان کامل بھی کہتے ہیں سو
اول تو حضرت شاہ صاحب کی عام
عادت ہے کہ حتی الوسع ترجمہ میں اردو
کے لفظ کو اختیار فرماتے ہیں۔ دوسرے
لفظ ایمان جب دو معنوں میں مستعمل
ہے تو حضرت ممدوح کے اصول کے
موافق ضرور ہوا کہ ترجمہ میں ایسا لفظ
لاویں کہ ایمان کے جو معنی اس جگہ مراد
ہیں ان کی تعیین ہو جاوے اور دوسرا
احتمال نہ رہے علی ہذا۔ لفظ غیب میں
اجمال ہے معلوم نہیں کس چیز سے
غائب ہونا مراد ہے ان وجوہ سے وہ صحیح
اور ظاہر ترجمہ جس کا پہلے ذکر ہو چکا اس
کو چھوڑ کر یہ ترجمہ اختیار فرمایا ''یقین
کرتے ہیں بن دیکھے'' جس سے یہ
معلوم ہو گیا کہ آیت میں ایمان کے
اول معنی مراد ہیں نہ دوسرے اور یہ بھی
معلوم ہو گیا کہ غیب کے یہ معنی ہیں کہ
جن چیزوں کو انہوں نے نہیں دیکھا

بعد غیب کے معنی بے شک ظاہر ہیں مگر اس کی تصریح نہیں کہ کس چیز سے غائب ہونا مراد ہے، سوان باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مترجم ممدوح نے اُس صحیح اور مقبول ترجمہ کے بدلے جس کو ابھی عرض کر چکا ہوں یہ ترجمہ اختیار کیا ''یقین کرتے ہیں بن دیکھے'' ترجمہ ہلکا سلیس عام فہم ہونے کے سوا ظاہر ہو گیا کہ یہاں ایمان کے اول معنی مراد ہیں نہ ثانی اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ غیب کا یہ مطلب ہے کہ جو چیزیں ان کی نظروں سے غائب ہیں یعنی ان پر اللہ اور رسول کے فرمانے سے یقین کرتے ہیں جیسے: بہشت، دوزخ، پل صراط، وزن اعمال، عذابِ قبر، فرشتے، جنات، شیاطین وغیرہ وغیرہ۔

تنبیہ: ایمان کا ذکر قرآن شریف میں ماضی، مضارع، اسم فاعل، امر، نہی، [ص:۲۲] مختلف صیغوں کے ساتھ بکثرت موجود ہے سو حضرات مترجمین تو عام طور پر

اور ان کے علم وادراک سے غائب ہیں جیسے دوزخ، بہشت، پل صراط، وزن اعمال، عذاب قبر، فرشتے، جنات، سووہ لوگ ان سب چیزوں کا اللہ اور رسول کے فرمانے سے یقین کرتے ہیں، معہذا حضرات مفسرین رحمہم اللہ نے جو بالغیب میں چند احتمال ذکر فرمائے ہیں ان میں سے ایک معنی جو ظاہر اور راجح ہیں اس ترجمہ سے وہ بھی متعین ہو گئے جیسا کہ کتب تفسیر میں مذکور ہے۔ [ص:۸]

ص:۹ **تنبیہ:** ایمان کا ذکر قرآن شریف میں، ماضی، مضارع، امر، اسم فاعل مختلف صیغوں کے ضمن میں بہت کثرت سے موجود ہے، سو حضرات مترجمین تو اکثر

اس کا ترجمہ لفظ ''ایمان'' یا ''اسلام'' سے ذکر فرماتے ہیں کیونکہ دونوں لفظ معروف اور مشہور ہیں مگر حضرت ممدوح ''یقین''، ''ماننا'' ''اسلام''، ''ایمان'' جس لفظ کو کسی وجہ ظاہری یا مخفی سے مناسب مقام دیکھتے ہیں ہر جگہ اس کی رعایت فرماتے ہیں جس کی وجہ سے کار آمد اور مفید باتیں ترجمہ سے زائد بسہولت معلوم ہوجاتی ہیں، جیسا ابھی عرض کر چکا ہوں اور انہیں چھوٹے چھوٹے فرقوں اور ہلکی ہلکی رعایتوں کی وجہ سے بڑے بڑے خلجان اور لمبی لمبی بحثیں بسہولت کبھی طے ہوجاتی ہیں اور تحقیقی بات معلوم ہوجاتی ہے مثلاً احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ جب آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَلَم یَلْبِسُوا اِیْمَانَھُم بِظُلْمٍ اُوْلٰٓئِکَ لَھُمُ الاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ الخ [سورة الانعام الآية:٨٣] نازل ہوئی تو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر نہایت شاق ہوئی اور ان کو خلجان شدید

مواقع میں اس کا حسب ظاہر ترجمہ ایمان یا اسلام سے فرما جاتے ہیں اور حضرت ممدوح ایمان، اسلام، یقین، ماننا جو لفظ جس موقع کے مناسب اور مفید سمجھتے ہیں اس کو اختیار کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے ترجمہ کے متعلق کار آمد باتیں معلوم ہوتی ہیں جیسا کہ یُؤْمِنُونَ بِالْغَیْبِ [سورة البقرة الآية:٣] کے ترجمہ میں ابھی عرض کر چکا ہوں اور انہیں چھوٹے چھوٹے فرقوں اور ہلکی ہلکی رعایتوں کی وجہ سے بعض مواقع میں بڑے بڑے شبہے بسہولت دفع ہوجاتے ہیں اور تحقیقی باتیں معلوم ہوجاتی ہیں۔ دیکھئے احادیث میں وارد ہے کہ جب آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَلَم یَلْبِسُوا اِیْمَانَھُم بِظُلْمٍ اُوْلٰٓئِکَ الخ [سورة الانعام الآية:٨٣] نازل ہوئی تو حضرت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بہت ہی شاق گذرا، آخر آپ کی خدمت میں عرض کیا ''اینا لم

پیدا ہوا آخر آپ کی خدمت میں عرض کیا "اینا لم یظلم نفسه "یعنی یارسول اللہ ہم میں ایسا کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو یعنی اس سے کوئی گناہ نہ ہوا ہو مطلب یہ کہ پھر اب تو ہم سب عذاب الٰہی سے غیر مامون اور ہدایت سے محروم ہو گئے آپ نے فرمایا "لیس ذلك انماهو الشرك الم تسمعوا قول لقمان لابنه یابنی لاتشرك بالله ان الشرك لظلم عظیم' 'یعنی آیت میں ظلم سے ظلم عظیم مراد ہے جو شرک ہے مطلق گناہ مراد نہیں جو یہ خلجان پیش آوے۔

تو اس ارشاد سے وہ اشکال تو مرتفع ہو گیا جو صحابہ کرام کو موجب پریشانی ہوا تھا اور آیت کا واقعی مطلب بالاجمال سمجھ میں آ گیا مگر یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ ارشاد فیض بنیاد کا ماخذ آیت میں کیا ہے اور تقریر و تشریح جواب کی صورت کیا ہے اس لئے اس میں حضرات علماء[ص:۲۳۰] کی تقریریں مختلف

یظلم نفسه "یعنی یارسول اللہ ہم میں ایسا کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم یعنی گناہ نہ کیا ہو۔ تو پھر اب تو سب عذاب الٰہی سے غیر مامون اور ہدایت سے محروم ہو گئے۔ آپ نے فرمایا لیس ذلك انماهو الشرك الم تسمعوا قول لقمان لابنه"یابنی لاتشرك بالله ان الشرك لظلم عظیم یعنی لم یلبسوا ایمانهم بظلم میں ظلم سے مراد شرک ہے۔ مطلق گناہ نہیں جو یہ دشواری پیش آوے۔

حضرات مفسرین اور شراح حدیث کے اقوال اس جواب کی تقریر میں مختلف ہو گئے جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے۔

سوا یک خلجان تو لَمْ یَلْبِسُوا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ میں تھا جو حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو پیش آیا تھا دوسرا اختلاف خلجان مذکور کے جواب میں مفسرین وغیرہ علمائے کرام کو پیش آ گیا

ہیں جو اہل علم پر مخفی نہیں ہرچند یہ ظاہر ہے
کہ اس قسم کے مباحث ترجمہ کے احاطہ
سے بہت اوپر ہیں اور ان کے لئے
اور مواقع ہیں مگر حضرت شاہ صاحبؒ کی
وسیع و دقیق نظر چونکہ ان کو بھی حتی المقدور او
رحسب گنجائش ترک کر دینا پسند نہیں کرتی
تو سب طرف نظر ڈال کر آیت مذکورہ کا یہ
ترجمہ فرمایا: ”جو لوگ یقین لائے اور ملائی
نہیں اپنے یقین میں کچھ تقصیر الخ“ جس
سے معلوم ہو گیا کہ آیت میں ایمان سے
حقیقت ایمانی یعنی تصدیق قلبی مراد ہے
معنی ثانی ”تصدیق مع الاعمال“ مراد نہیں جو
باعث خلجان ہو سو اہل علم و فہم کو تو اتنا ہی
اشارہ سب کچھ ہے مگر حضرت ممدوح نے
ظلم کا ترجمہ لفظ تقصیر سے بیان فرما کر جس
کی نظیر غالباً کسی اور موقع پر نہ ملے گی
مطلب کو اور بھی واضح کر دیا اب اس میں
غور کرنے سے بحمد اللہ دوسرا خلجان بھی
صاف ہو گیا، دیکھئے دو لفظوں میں ایسی

کہ جواب کا مقصد اور اُس کا ماخذ کیا ہے
سو خلجان معروضہ اصحاب کرام تو آپ
کے ارشاد سے جاتا رہا مگر آپ کے ارشاد
کے مقصد و ماخذ میں علماء کو جو اختلاف پیش
آ گیا وہ موجود ہے اس پر حضرات مترجمین
نے تو ان لمبی لمبی بحثوں کو دیکھا کہ ترجمہ
ان کو متحمل نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے
مناسب اس لئے ترجمہ میں اس سے قطع
نظر کر کر ظاہر کے موافق صحیح ترجمہ فرما دیا
اور لمبی بحثوں کے لئے دوسرا موقع ہے
اور حضرت شاہ صاحب کی دقیق نظر نے
دیکھا کہ جب ہم کو ترجمہ میں کوئی زیادتی
اور طول کرنا نہیں پڑتا صرف ایک لفظ کی
جگہ دوسرا ویسا ہی لفظ بول دینے سے
سب امور طے ہوئے جاتے ہیں تو پھر
اس میں کیوں کوتاہی کی جاوے اور کام
کی بات سے کیوں محروم رکھا جاوے تو
انہوں نے اپنی عادت کے موافق یہ کیا
کہ اَلَّذِینَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوا

محقق بات فرماگئے کہ لمبی بحثوں کی حاجت نہ رہی طرفہ یہ کہ یہ تحقیق دو لفظی احق بالقبول معلوم ہوتی ہے جس سے حضرات صحابہ کے خلجان کا منشا اور ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ماخذ بھی سمجھ میں آتا ہے اور تقریر جواب میں جو بین العلماء خلاف ہے اس کی کیفیت بھی سمجھ میں آتی ہے اور آیت کے ترجمہ میں جو لفظ ''کچھ'' ظاہر فرمایا ہے جو اور تراجم میں نظر نہیں آتا وہ صاف بتلا رہا ہے کہ حضرت ممدوح کو اقوال علماء پیش نظر ہیں اور اس میں جو بات راجح ہے اس کو بتلانا چاہتے ہیں۔

تمثیلات کے ذیل میں چونکہ استطر اداً یہ ذکر آ گیا اس لئے بسط کا موقع نہیں البتہ اپنے موقع پر بسط نامناسب نہ ہوگا۔[ص:۲۴]

اس کے بعد مِمَّارَزَقْنٰھُمْ [سورۃ البقرۃ الآیۃ:۳] کے ترجمہ میں ''من'' تبعیضیہ کا ترجمہ لفظ ''کچھ'' سے ظاہر فرما کر ممانعت اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ کے ترجمہ میں یہ الفاظ فرمائے ''جو لوگ یقین لائے اور ملائی نہیں اپنے یقین میں کچھ تقصیر'' جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان سے حقیقت ایمانی یعنی تصدیق قلبی مراد ہے حسب معروضہ سابق جس کو ایمان بالمعنی الاول کہتے ہیں۔ اہل فہم وانصاف کو تو بس یہی کافی ہے مگر اس پر اتنا اور کیا کہ ''ظلم'' کے ترجمہ میں لفظ ''تقصیر'' بیان فرمایا جس سے اور بھی وضاحت اور تکمیل ہو گئی اب اس میں غور کرنے سے نہ آیت میں کوئی خلجان ہوتا ہے نہ آپ کے ارشاد میں اختلاف باقی رہتا ہے دو لفظوں میں ایسی تحقیق فرمادی کہ لمبی لمبی بحثوں کی ضرورت نہ رہی اور طرفہ یہ کہ یہ تحقیق دو لفظی سب سے احق بالقبول معلوم ہوتی ہے، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلجان کا منشاء کیا تھا اور ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ

اسراف کی طرف اشارہ بتلا گئے جس سے اکثر تراجم خالی ہیں۔ جیسا کہ کتب تفسیر میں مصرح موجود ہے۔

یُخٰدِعُونَ اللّٰهَ [سورۃ البقرۃ الآیۃ:۹] کے ترجمہ میں فرماتے ہیں ”دغابازی کرتے ہیں اللہ سے“ جو سریع الفہم محاورہ کے موافق ترجمہ ہے۔ اور ظاہری اور مشہور ترجمہ میں جو خدشہ ہوسکتا ہے اور حضرات مفسرین کو اس کے جواب کی ضرورت پڑتی ہے اُس سے بھی بچاؤ ہوگیا جیسا کہ تفاسیر میں موجود ہے۔

عَذابٌ الِیْمٌ [سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ۱۰] کا ترجمہ ”دکھ کی مار“ فرما کر بتلا گئے کہ **فَعِیلٌ** بمعنی مفعول ہے جو شائع اور راجح استعمال ہے اور محاورہ اردو بھی اس کے مطابق ہے۔

بِمَا کانوا یَکْذِبُونَ میں ”یکذبون“ کا ترجمہ جھوٹ کہتے تھے، فرمایا ”جھوٹ بولتے تھے“ نہیں فرمایا جو ظاہر اور محاورہ کے موافق زیادہ نظر آتا ہے۔ سو اس کی وجہ انشاء والسلام کا منشاء کیا ہے۔ اور ترجمہ میں جو لفظ کچھ داخل فرمایا ہے جو اور ترجموں میں نہیں وہ یہ صاف بتلاتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب اقوال علماء کو پیش نظر رکھ کر جو بات محقق اور راجح ہے اس کو بیان فرمانا چاہتے ہیں۔ یہاں تمثیلات کے ذیل میں یہ ذکر استطراداً آگیا اس سے زائد بسط کا موقع نہیں اور حضرات اہل علم خود بھی جانتے ہیں البتہ سورۂ انعام میں اس آیت کے متعلق حاشیہ پر کچھ بسط سے عرض کردیا جاوے گا انشاءاللہ۔

اس کے بعد **مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ** کے ترجمہ میں ”من تبعیضیہ“ کا ترجمہ لفظ کچھ سے بیان فرما کر ممانعت اسراف کی طرف اشارہ کردیا جیسا کہ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں مذکور ہے۔ **یُخٰدِعُون اللّٰه** [سورۃ البقرۃ الآیۃ:۹] کے ترجمہ میں فرماتے ہیں ”دغابازی کرتے ہیں اللہ سے“ جو نہایت صاف اور مناسب ترجمہ ہے، اور کوئی

اللہ یہی ہے کہ جب کسی شخص کا علی العموم کاذب ہونا اوراس کا جھوٹ کا عادی ہونا بیان کرنا منظور ہوتا ہے تو کہتے ہیں۔ زید جھوٹ بولتا ہے اور جب اس کے کسی خاص مقولہ کی تکذیب مدنظر ہوتی ہے تو کہتے ہیں زید جھوٹ کہتا ہے اور یہی امر محاورہ کے زیادہ موافق ہے اور ظاہر ہے کہ اس موقع میں ان لوگوں کا علی العموم کاذب ہونا بتلانا منظور نہیں بلکہ **اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ**[سورۃ البقرۃ،الآیۃ:۸] جو کہا کرتے تھے جو اوپر مذکور ہے، اس مقولہ خاص کی تکذیب فرمانی منظور ہے اور **عَذَابٌ اَلِیْمٌ** نفاق کی سزا ہے نہ کذب کی **فَلِلّٰہِ دَرُّہٗ ما الطف طبعه و**[ص:۲۵]**اسلم ذوقه و احدَّ نظرہ.**

اور سنئے **مَا یَشعُرُونَ**[سورۃ البقرۃ، الآیۃ:۹] اور **لایشعرون**[سورۃ البقرۃ، الآیۃ:۱۲] جو ان آیات میں موجود ہے چونکہ **یشعرون** لفظ واحد ہے اس لئے اس خلجان اور وہم اس میں نہیں ہوسکتا۔

عَذَابٌ اَلِیْمٌ [سورۃ البقرۃ،الآیۃ:۱۰] کے ترجمہ میں ''دکھ کی مار'' فرما کر اشارہ کردیا کہ فعیل بمعنی مفعول ہے جو استعمال مفرد اور راجح ہے اور محاورہ کے موافق **بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ**[سورۃ البقرۃ الآیۃ:۱۰] میں **یَکْذِبُوْنَ** کا ترجمہ ظاہر کے خلاف ''جھوٹ کہتے تھے'' فرماتے ہیں ''جھوٹ بولتے تھے'' نہیں فرمایا جو سہل اور ظاہر کے موافق تھا، سو اس کی وجہ انشاء اللہ یہی ہے کہ جھوٹ بولتے تھے بظاہر اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان لوگوں کا کاذب ہونا بیان کرنا مقصود ہے اور اس کی وجہ سے ان پر عذاب الیم ہوگا حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ **اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ**[سورۃ البقرۃ،الآیۃ:۸] جھوٹ کہا کرتے تھے یعنی منافق تھے اور **عذاب الیم** اس نفاق کے بدلے

کے ترجمہ میں بھی کسی نے فرق نہیں فرمایا مگر حضرت شاہ صاحب بال کی کھال نکال کر اول کا ترجمہ ”نہیں بوجھتے“ اور دوسرے کا ترجمہ ”نہیں سمجھتے“ فرماتے ہیں فرق کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ جہاں تأمل اور فکر کی حاجت ہوتی ہے اس کے سمجھنے کو ”بوجھنا“ کہتے ہیں تو اس فرمانے سے ادھر اشارہ ہوگیا کہ امر اول یعنی منافقوں کا اپنے نفسوں کو دغا دینا اس کے سمجھنے میں تامل کی حاجت ہے اور امر ثانی یعنی منافقوں کا مفسد ہونا ایسی کھلی بات ہے کہ ادنیٰ تامل کی حاجت نہیں۔

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے اس موقع میں **لایَشعرون** اور **لایعلمون**[سورۃ البقرۃ، الآیۃ:۱۳] کا فرق ارشاد فرمایا ہے، شاہ صاحب نے ایک لفظ یشعرون کو دو موقعوں پر بولنے سے بوجہ اختلاف محل جو باریک فرق نکلتا ہے اس کی طرف لطیف اشارہ فرمادیا جس سے فہم میں ہوگا۔ **فللّٰہ درہ ما الطف طبعہ واسلم ذوقہ واحدّ نظرہ.** اور سنیے **مَایُشعرون**[سورۃ البقرۃ الآیۃ:۹] اور **لایشعرون**[سورۃ البقرۃ، الآیۃ:۱۲] جو ان آیات میں مذکور ہیں دونوں جگہ **یشعرون** ایک لفظ ہے کوئی فرق نہیں۔

اس لئے حضرات مترجمین دونوں کے ترجمہ میں کچھ فرق نہیں فرماتے مگر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اول کا ترجمہ ”نہیں بوجھتے“ اور دوسرے کا نہیں سمجھتے فرماتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جہاں تامل اور فکر کی حاجت ہوتی ہے اس کے سمجھنے کو ”بوجھنا“ کہتے ہیں حضرت ممدوح کے اس فرق فرمانے سے اِدھر اشارہ ہوگیا کہ امر اول یعنی منافقوں کا اپنے نفسوں کو دھوکا دینا اس کے سمجھنے میں کچھ تأمل کی حاجت ہے اور امر ثانی یعنی منافقوں کا مفسد ہونا بالکل ایک امر ظاہر ہے ادنی

مطلب میں مدد ملتی ہے۔

تأمل کی بھی حاجت نہیں۔قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے اس موقع میں **لایشعرون** اور **لایعلمون** [سورۃ البقرۃ، الآیۃ:۱۳] کا فرق بیان کیا ہے۔شاہ صاحب نے یہ کیا کہ ایک لفظ **یشعرون** کو دو موقعوں میں لانے سے بوجہ اختلاف محل جو باریک فرق نکلتا تھا اس کی طرف اشارہ فرما گئے۔

ص:۲۶ اس کے بعد عرض ہے کہ ہم نے یہ چند نظائر چھوٹی بڑی جو شروع قرآن مجید کے کل صفحہ ڈیڑھ صفحہ کے متعلق ہیں ، بلاقصد استیعاب موضح قرآن سے بطور نمونہ اور بغرض تنبیہ عرض کردیئے ہیں اس کو دیکھ کر ترجمہ موصوف کی خوبی ولطافت اوراجمالی حالت معلوم ہوسکتی ہے اور ہماری معروضات سابقہ کی تصدیق بھی انشاء اللہ بقدر کفایت سمجھ میں آسکتی ہے باقی ترجمہ مذکور کا اول سے آخر تک ایک رنگ ہے چنانچہ اہل علم وفہم پر روشن ہے۔

ص:۹ اس کے بعد عرض ہے کہ ہم نے یہ چند نظائر چھوٹی بڑی جو شروع قرآن مجید کے صفحہ ڈیڑھ صفحہ کے متعلق ہیں موضح القرآن سے بطور نمونہ اور تنبیہ عرض کردیئے ہیں اس کو دیکھ کر ترجمہ موصوف کی خوبی اور کیفیت بالاجمال معلوم ہوسکتی ہے اور ہمارے معروضات سابقہ کی تصدیق کے لئے انشاء اللہ کافی ہیں اور ترجمہ مذکورہ کا اول سے آخر تلک یہی رنگ ہے چنانچہ اہل علم پر واضح ہے مگر ہم اس امر سے معذور ہیں کہ جیسا ہم نے بطور نمونہ اس

باقی یہ ظاہر ہے کہ ترجمہ موصوف کے تمام فوائد چھوٹے بڑے کے بیان کرنے کی نہ حاجت اور نہ گنجائش، البتہ جو بات قابل تنبیہ ہوگی اپنے موقع پر بالاجمال یا بالتفصیل فوائد کے ذیل انشاء اللہ عرض کردیں گے اور اہل فہم کو ایک دو جزو غور سے دیکھ لینے کے بعد اس قسم کے امور کے سمجھنے میں خود سہولت نظر آنے لگے گی۔

مقام کے متعلق چند نظائر عرض کی ہیں اسی طرح پر تمام ترجمہ کے نظائر اور فوائد کو بیان کریں اور نہ اس کی حاجت البتہ جو بات قابل تنبیہ ہوگی اس کو اپنے اپنے موقع پر بالاجمال یا بالتفصیل حاشیہ پر فوائد کے ذیل میں انشاء اللہ عرض کردیں گے اور اہل فہم کو ایک دو جزو غور سے سمجھ لینے کے بعد ان امور کے سمجھنے میں خود سہولت ہوجاوے گی۔

ص:۲۶-۲۷ خلاصہ یہ ہے کہ بروئے فہم وانصاف حضرت رحمہ اللہ نے حقیقت میں ایک مفید تفسیر تحریر [ص:۲۶] فرمائی ہے مگر ترجمہ کے لباس میں اگر اس کے الفاظ کو دیکھیں تو ایک سریع الفہم، جچا تلا ترجمہ نظر آتا ہے اور معنی میں غور کیجئے تو ایک لطیف مفید تفسیر معلوم ہوتی ہے جس سے حضرت ممدوح کا بے نظیر کمال ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ اس کے برعکس بعض بلند خیال حضرات نے ترجمہ بہ لباس تفسیر لکھا ہے جو

〃 یہ عبارت نقل میں نہیں ہے۔

حقیقت میں ترجمہ ہے نہ تفسیر پھر اس پر طرہ یہ کہ اس نام کے ترجمہ کو بڑھانے سے اور موضح قرآن کو گھٹانے سے باوجود کثرت موانع ایک چیز بھی مانع نہیں ہوئی مگر موشے بخواب آمد شتر شد، سچ ہے۔ شعر گراز بسیط زمین عقل منعدم گردد بخودگماں نبرد ہیچ کس کہ نہ دانم		
ص:۲۷ احتیاطاً یہ بھی عرض کئے دیتے ہیں کہ موضح قرآن کے مختلف نسخوں کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ بعض مواقع میں محاورہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کچھ کا کچھ سمجھ کر بعض نسخوں میں بالقصد تصحیف ہوئی ہے اور بعض جگہ کسی لفظ کو غیر مانوس دیکھ کر دوسرا لفظ جو مناسب سمجھا اس کی جگہ بدل دیا ہے مگر حضرت ممدوح کے لفظ کو بدلنا چونکہ نظر سرسری کا کام نہیں اس لئے ایسے الفاظ کی وجہ سے موضح قرآن میں یا ہمارے کسی تصرف میں کسی قسم کا خدشہ ٹھیک نہ ہوگا۔	//	یہ عبارت نقل میں نہیں ہے۔

// فوائد کے متعلق یہ عرض ہے کہ حضرت حجۃ اللہ علی العالمین وللعالمین شاہ ولی اللہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے جب اول قرآن شریف کا ترجمہ "فتح الرحمٰن" بزبان فارسی تحریر [ص:۲۷] فرمایا تو ضروری ضروری فوائد بھی اس پر اضافہ فرمائے مگر بہت کم مواقع میں اور نہایت مختصر جس سے عام اہل اسلام نفع اٹھانے میں قاصر ہیں۔ اُس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے جب موضح قرآن اردو میں ترجمہ کیا تو حضرت ممدوح نے فوائد کو بھی ایک کافی مقدار تک بڑھایا جو نہایت کارآمد اور مفید ہیں مگر سادہ بول چال اور مختصر الفاظ میں کہ بعض مواقع میں ہر کوئی بسہولت نہیں سمجھ سکتا سو اس لئے اور نیز بوجہ اختلاف حاجت و مذاق اہل زمانہ ان میں بھی زیادتی کماً و کیفاً مناسب اور مفید معلوم ہوتی ہے۔	ص:۹ یہ امر بھی عرض کر دینے کے قابل ہے کہ حضرت حجۃ اللہ علی العالمین شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے جب اول قرآن شریف کا ترجمہ فرمایا تو حاشیہ پر ضروری فوائد بھی کچھ تحریر فرمائے مگر نہایت مختصر اور مجمل اور بہت کم موقعوں پر جو عام مسلمانوں کو کسی مرتبہ میں بھی کافی نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد جب حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے ترجمہ فرمایا تو حضرت ممدوح نے فوائد کو بھی ایک مقدار کافی ضروری تک بڑھا دیا۔ جو نہایت مفید اور کارآمد ہیں مگر مختصر عبارت اور سادہ الفاظ میں کہ بعض مواقع میں ہر کوئی سہولت سے نہیں سمجھ سکتا۔
ص:۲۸ امور متعلقہ موضح قرآن کے عرض کرنے کے بعد اب اپنی ناچیز ترمیم اور	// اب اصل ترجمہ کی کیفیت بیان کرنے کے بعد اپنی ترمیم کے متعلق عرض ہے

بے حقیقت کوشش کی حقیقت کہ جس کے مناسب درمناسب کسی کا یہ شعردل سے بے تکلف زبان پر آتا ہے:

مثال ہے میری کوشش کی یہ کہ مرغ اسیر
کرے قفس میں فراہم خس آشیاں کیلئے

گوش گذار ہے، اتنی بات تو پہلے معلوم ہوچکی ہے کہ ترمیم صرف دوامر میں ہوگی لفظ متروک کو بدل دینا اور حسب ضرورت اجمال وابہام کو کھول دینا اسی کے متعلق اتنا اورعرض ہے کہ ہم نے جس موقع میں کوئی تصرف کیا ہے تو یہ نہیں کیا کہ اپنی رائے محض سے سرسری طور پر جو مناسب دیکھا بدل دیا، یا بڑھادیا نہیں بلکہ حضرات اکابر کے تراجم میں سے حتی الوسع لینے کی کوشش کی ہے خود موضح قرآن میں دوسرے موقع پر کوئی لفظ مل گیا یا حضرت ممدوح کی اردو کی تفسیر میں یا حضرت مولانا شاہ رفیع الدین کے ترجمہ میں یا فتح الرحمٰن میں ان میں سے لینے کو پسند کیا ہے، البتہ کچھ مواقع ایسے بھی ہیں کہ جہاں ہم نے کوئی لفظ اپنی

کہ یہ تو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ترمیم صرف دو امر کے متعلق ہے۔ لفظ متروک کو بدل دینا اور کہیں کہیں حسب ضرورت اجمال کو کھول دینا اس کے بعد اتنا اورعرض ہے کہ جس موقع پر ہم کو لفظ بدلنے کی نوبت آئی ہے وہاں ہم نے یہ نہیں کیا کہ اپنی طرف سے جو [ص:۹] مناسب سمجھا بڑھادیا نہیں بلکہ حضرات اکابر کے تراجم میں سے لینے کی کوشش کی ہے خود موضح القرآن میں دوسری جگہ کوئی لفظ مل گیا یا حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کی اردو کی تفسیر میں یا حضرت مولانا رفیع الدین کے ترجمہ میں یا ''فتح الرحمٰن'' میں حتی الوسع ان میں سے لینے کو پسند کیا ہے۔ البتہ کچھ مواقع ایسے بھی نکلیں گے جہاں کسی وجہ سے ہم نے اپنے خیال کے موافق کوئی لفظ داخل کردیا ہے اور جہاں ہم نے کوئی لفظ بدلا ہے وہاں دونوں باتوں کا خیال رکھا۔

طرف سے کسی ضرورت سے داخل کردیا ہے مگر جہاں ہم نے ایسا کیا ہے تو وہاں لفظ و معنی دونوں کا خیال رکھا ہے۔

ص:۲۹-۳۴ یعنی [ص:۲۸] لفظ سلیس اور محاورہ کے موافق ہو اور مطابق غرض اور مناسب مقام بھی ہو اور اگر کہیں ایسا لفظ ہم کو ہاتھ نہیں آیا تو وہاں رعایت معنی کو ترجیح دی ہے یعنی ایسا لفظ اختیار کیا ہے جو موافق مراد اور مناسب مقام پورا ہو گو اس میں کچھ طول ہو یا ٹھیٹ محاورہ نہ ہو۔

اور جہاں ہم نے کسی وجہ سے اصلی ترجمہ کی ترتیب کو کچھ بدلا ہے یا اور کوئی تغیر کیا ہے تو یہ ضرور خیال رکھا ہے کہ اس کی نظیر حضرات اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے تراجم میں موجود ہو ایسا تغیر جس کی نظیر تراجم موصوفہ میں نہ ہو ہم نے جائز نہیں رکھا اتفاق سے اگر کوئی موقعہ ہماری اس غرض کے مخالف نظر آوے تو وہ یقیناً ہمارا سہو ہے یا خطا۔ بالقصد جان بوجھ کر ہم نے ایسا نہیں کیا۔

ص:۱۰ یعنی لفظ ہلکا سہل محاورہ کے موافق بھی اور مطابق غرض اور موافق مقام بھی پورا ہو اور جس جگہ ایسا لفظ ہم کو نہیں ملا وہاں جانب معنی کو ترجیح دی ہے۔ یعنی لفظ موافق مراد اور مناسب مقام کو اختیار کیا ہے گو اس میں کسی قدر طول ہو یا لفظ بہت مشہور نہ ہو۔

اور ہم نے جس جگہ کسی مصلحت سے ترتیب کو بدلا ہے یا اور کوئی تغیر کیا ہے تو یہ ضرور لحاظ رکھا ہے کہ اس کی نظیر حضرات اکابر کے تراجم میں موجود ہونی چاہئے ایسا تغیر جس کی نظیر مقدس حضرات کے تراجم میں نہ ہو ہم نے کل ترجمہ میں جائز نہیں رکھا۔ اتفاق سے اگر کوئی موقع اس غرض کے خلاف ہو تو وہ یقیناً ہمارا سہو ہے یا خطا۔ بالقصد جان بوجھ کر ہم نے ایسا کہیں نہیں کیا۔

یہ بات بھی عرض کردینے کے قابل ہے
کہ موضح قرآن کی عبارت میں جو ہم
نے چھوٹے چھوٹے تصرفات کئے ہیں
وہ جگہ جگہ نظر آویں گے مگر نہایت صغیر اور
حقیر برائے نام اور جس مصلحت کے لئے
ترمیم کی گئی ہے انشاء اللہ اس کے موافق
ہوں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تغیرات موضح قرآن کی
نسبت جو ہم اوپر عرض کر آئے ہیں وہی
حال بعینہٖ ہمارے تصرفات کا سمجھنا
چاہئے، علاوہ ازیں ہماری تمام سعی کا
مقصود تو یہی تغیر ہے پھر اس کار خدمت
میں کون متأمل ہوسکتا ہے ہم جس قدر
تغیر کریں گے اپنی خدمت واجبہ بجا
لائیں گے، البتہ قابل لحاظ یہ ہے کہ
موضح کی عبارت میں تغیر وتبدل یا
زیادتی کیوں کی اور کیسی کی اور کتنی کی۔

بعض کلمات قرآنی کے ترجمہ اور مراد
میں علماء کرام کی رائے مختلف ہے اور
بعض آیات کے مطلب میں باہم گفتگو

حضرات علماء میں بعض کلمات قرآنی کے
ترجمہ میں باہم کچھ خلاف ہوا ہے اور بعض
آیات کے مطلب میں بھی کچھ نزاع ہے
سو ایسے مواقع میں ہم نے حضرت شاہ
عبدالقادر رحمہ اللہ ہی کا اتباع کیا ہے
الا ماشاءاللہ کہ کسی موقع پر حضرت شاہ ولی
اللہ قدس سرہ کی متابعت اختیار کی ہے۔

فوائد کے متعلق یہ عرض ہے کہ موضح
القرآن کے جملہ فوائد کے لینے کا التزام
کیا گیا ہے۔ مگر شاذ ونادر کہ کسی وجہ سے
اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں سمجھی
اور فوائد میں چونکہ ہر طرح سے گنجائش اور
وسعت ہے ترجمہ کی طرح قید اور تنگی نہیں
تو اس لئے ہم نے اکثر یہ کیا ہے کہ
حضرت ممدوح کے فوائد کو اپنی عبارت
میں بیان کیا ہے اور تقدیم وتاخیر تغیر وتبدل
اجمال وتفصیل وغیرہ امور سے احتراز نہیں
کیا اور بہت سے فوائد بالاستقلال مفید
اور نافع سمجھ کر مختلف موقعوں سے لے
کر اپنی رائے سے بڑھادیے ہیں۔ اور

ہے سوایسے موقع میں ہم نے علی العموم موضح قرآن کا اتباع کیا ہے اتنی بات پر موضح قرآن کے ترجمہ کو بدلنا پسند نہیں کیا مگر شاذونادر کہ وہاں کسی خاص ضرورت اور مصلحت سے [ص:۲۹] شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی متابعت اختیار کی ہے۔

فوائد کے متعلق یہ عرض ہے کہ موضح قرآن کے جملہ فوائد کو لینے کا التزام کیا ہے الا ماشاء اللہ کہ کسی وجہ سے کسی فائدہ کے بیان کرنے کی حاجت نہیں سمجھی اور فوائد میں چونکہ ہر طرح سے گنجائش اور وسعت ہے ترجمہ کی طرح قید اور تنگی نہیں تو اس لئے ہم نے اکثر یہ کیا ہے کہ حضرت ممدوح کے فوائد کو اپنی عبارت میں بیان کیا ہے اور تقدیم وتاخیر اجمال وتفصیل وغیرہ کی پرواہ نہیں کی اور بہت سے فوائد بالاستقلال جو مفید نظر آئے مختلف معتبر موقعوں سے لے کر بڑھا دئے اور حضرت ممدوح رحمہ اللہ کی تقلید کے باعث اگر ترجمہ میں کہیں قدرے تنگی رہ گئی تو اس کے

حضرت شاہ صاحب کی تقلید کی وجہ سے ترجمہ میں اگر کسی جگہ قدرے تنگی رہ گئی تو اس کے بدلے میں مکافات سے بھی زائد فوائد میں اس کو واضح کر دیا گیا ہے۔

اور بغرض تشریح وتسہیل وتکمیل فوائد کی تکثیر کو ہم نے اختیار کیا۔ فوائد میں طول ہو جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جو کوئی مترجم فوائد لکھتا ہے وہ صرف کلام مجید کے متعلق لکھتا ہے اور احقر کو اس کے علاوہ حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ کے متعلق بھی بعض مواقع میں کچھ کچھ عرض کرنے کی نوبت آتی ہے کیونکہ ہماری تمام سعی کا لب لباب دراصل ترجمہ موصوف کی خدمت گذاری ہے وبس۔

چونکہ بعض مقامات پر کچھ کچھ ترمیم کرنے سے حقیقت میں یہ دوسرا ترجمہ نہیں ہو گیا اس لئے اس کا کوئی نام مستقل مقرر کرنا بھی ٹھیک نہیں تھا مگر صرف دفع التباس اور رفع اشتباہ کی مصلحت سے مناسب معلوم ہوا کہ اگر

بدلے میں مکافات سے بھی زائد فوائد
میں اس کی توضیح کردی ہے۔

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد

یہ تو ظاہر ہے کہ ہمارا مبلغ سعی صرف
ترجمہ موصوف کی خدمت گذاری ہے جو
سب کو معلوم ہے اور یہ بات بھی روشن
ہے کہ اتنی بات سے کہ ترجمہ موصوف
میں ہم نے کچھ الفاظ وہ بھی اکثر ادھر
ادھر سے لے کر شامل کردئے اس ترجمہ
کو ہماری طرف منسوب کرنا اس سے
زیادہ نہیں کہ دوشالہ میں کمبل سے رفو
کرکے اس کو کمبل کہنے لگیں بہت سے
بہت وہ دو چار مٹھی الفاظ ہماری طرف
منسوب ہوسکیں و بس۔ سو اس لئے ترمیم
کے بعد اس ترجمہ کا مستقل دوسرا نام
تجویز کرنا ہرگز مناسب نظر نہیں آتا
کیونکہ کہیں کچھ الفاظ شامل کرنے سے
یہ مستقل دوسرا نہیں ہوگیا لیکن صرف
رفع اشتباہ اور دفع التباس کی ضرورت
سے خیال ہوتا ہے کہ اصل ترجمہ کے نام
اصل ترجمہ کے نام کے علاوہ اس کا بھی
کچھ نام رکھ دیا جاوے تو التباس واشتباہ
سے پورا بچاؤ رہے گا، اس کا نام موضح
قرآن ہے اس کا نام موضح فرقان بہت
مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک کے ہیں
ایک اور ہیں دو کے دو۔ کہنے کو
دو اور حقیقت میں ہیں ایک۔ مگر موضح
قرآن میں یہ خوبی ہے کہ تاریخی بھی
ہے۔ موضح فرقان تاریخی نہیں
ہاں گھٹا بڑھا کر کچھ تکلف کے بعد تاریخی
بھی ہوسکتا ہے۔ قطعہ

یادگار شہ عبدالقادر
ترجمہ موضح قرآن مجید
وہ کہ آن معدن صد خوبی را
کرد ترمیم اقل العبید
بے شش و پنج بگفتہ محمود
سال او موضح فرقان حمید

اس کے بعد یہ عرض ہے کہ سب مسلمانوں پر
فرض ہے کہ اپنے رب کو پہچانیں اور اس کی
صفات اور اسکے احکام کو معلوم کریں

کے سوا اس کا بھی کوئی نام مخصوص ہوتو
اختلاط والتباس سے پورا بچاؤ رہے گا،
سوموضح قرآن کی مناسبت سے اس
کا[ص:۳۰] نام موضح فرقان مناسب
معلوم ہوتا ہے، مگر موضح قرآن میں یہ
خوبی زائد ہے کہ تاریخی بھی ہے موضح
فرقان تاریخی نہیں ہاں گھٹا بڑھا کر کچھ
تکلف کے بعد تاریخی ہوسکتا ہے۔قطعہ

یادگار شہ عبدالقادر
ترجمہ موضح قرآن مجید
وہ کہ آن مجمع صدخوبی را
کردہ ترمیم اقل العبید [اذل العبید]
بے شش وپنج بگفتہ محمود
سال او موضح فرقاں حمید

واجب الاظہار

اس کے بعد یہ عرض ہے کہ مسلمانوں پر
فرض ہے کہ اپنے رب کو پہچانیں اوراس کی
صفات اوراس کے احکام کو معلوم کریں او
رتلاش کریں کہ حق تعالیٰ کونسی بات سے
خوش ہوتا ہے اورکونسی بات پر غصہ ہوتا ہے
اور تحقیق کریں کہ حق تعالیٰ کونسی باتوں
سے خوش ہوتا ہے اورکون سی باتوں سے
غصہ ہوتا ہے اوراس کی خوشی کے کاموں
کوکرنا اوراس کی ناخوشی کے کاموں سے
بچنا اسی کا نام بندگی ہے اور جو بندگی نہ
کرے وہ بندہ نہیں

اورسب کو معلوم ہے کہ آدمی جب پیدا
ہوتا ہے سب چیزوں سے ناواقف اور
محض انجان ہوتا ہے پھر سکھلانے سے
سب کچھ سیکھ لیتا ہے اور بتلانے سے
ہر چیز جان لیتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ کا
پہچاننا اوراس کی صفات اوراحکام کا جاننا
بھی بتلانے اورسکھلانے سے آتا ہے۔
لیکن جیسا کہ حق تعالیٰ نے ان باتوں کو
قرآن شریف میں خود بتلایا ہے ویسا
کوئی نہیں بتلاسکتا اور جو اثر اور برکت اور
ہدایت خدائے تعالیٰ کے کلام پاک میں
ہے وہ کسی کے کلام میں نہیں۔اس لئے
عام خاص جملہ اہل اسلام کو لازم ہے کہ
اپنے اپنے درجے کے موافق کلام اللہ

اوراس کی خوشی کے کاموں کو کرنا اورناخوشی کے کاموں سے بچنااسی کانام بندگی ہےاور جوبندگی نہ کرے وہ بندہ نہیں۔

سب جانتے ہیں کہ آدمی جب پیدا ہوتا ہےسب چیزوں سے ناواقف اورانجان ہوتاہےپھرسکھلانے سےسب کچھ سیکھ لیتاہےاوربتلانے سے ہر چیز جان لیتا ہےاسی طرح حق تعالیٰ کاپہچاننا اوراس کی صفات اوراحکام کاجاننا بھی سکھلانے اوربتلانے سے آتاہےلیکن ان باتوں کو جیساحق تعالیٰ نے اپنے کلام میں خود بتلایاہےایسا کوئی نہیں بتلا سکتا اورجو اثر اور برکت اور ہدایت حق تعالیٰ کے کلام پاک میں ہے وہ کسی کے کلام میں نہیں۔[ص:۳۱]اس لئے عام وخاص اہل اسلام پر لازم ہے کہ اپنے اپنے درجہ اورلیاقت کےموافق کلام اللہ کے پڑھنےاورسمجھنے میں غفلت اورکوتاہی نہ کریں قرآن شریف کےاوپر کے درجہ کے مطالب اور خوبیاں تو عالموں کے سمجھنے میں غفلت اورکوتاہی نہ کریں سو قرآن شریف کے اوپر کے درجہ کے مطالب اورخوبیاں توعالموں کےسمجھنے کی بات ہے مگر جو لوگ کہ علم عربی سے ناواقف ہیں ان کو بھی کم سے کم اتنا ضرور کرنا چاہئے کہ علمائے دین نے جو سلیس ترجمےان کی زبان میں عوام کی واقفیت اور ہدایت کے لئے کردیے ہیں ان کے ذریعہ سے اپنے معبود حقیقی کےکلام کے سمجھنے میں ہرگز کاہلی نہ کریں اوراس نعمت لازوال سے بالکل محروم نہ رہیں کہ بہت بڑی بدبختی اور کم قسمتی ہے مگر اس میں اتنااندیشہ ضرورہےکہ صرف فارسی خواں یا اردوداں جومحاورات عرب سے ناواقف ہے محض سلیس ترجمہ کو دیکھ کر کچھ کا کچھ سمجھ جاوے گا کیونکہ پچھلی بات کا پہلی بات سے ملنایا جدا ہوجانا اکثر مواقع میں بدون بتلائے ناواقف کی سمجھ میں نہیں آتا اورکسی مضمون مجمل اورمبہم میں کچھ کا کچھ سمجھ جانا عوام سے کچھ بعید نہیں یہاں

سمجھنے کی باتیں ہیں مگر جو لوگ علم عربی سے ناواقف ہیں ان کو بھی کم سے کم اتنا ضرور ہے کہ علماء دین نے جو صحیح اور سلیس ترجمے ان کی زبان میں کردیئے ہیں ان کے ذریعہ سے اپنے معبود کے مقدس کلام کے سمجھنے میں غفلت اور کم ہمتی نہ کریں اور اس نعمت عظمیٰ سے محروم نہ رہیں کہ بڑی بدبختی اور خسارہ کی بات ہے۔ مگر اس میں یہ اندیشہ ضرور ہے کہ صرف فارسی خواں یا اردو داں جو کلام عرب سے ناواقف ہے اردو ترجمہ کو دیکھ کر کچھ کا کچھ سمجھ جاوے کیونکہ پچھلی بات کا پہلی بات سے ملنا یا جدا ہونا اکثر مواقع میں بدون بتلائے ناواقف کی سمجھ میں نہیں آتا ایسے ہی کسی مضمون مجمل اور مبہم میں غلطی ہوجانی ناواقف سے بعید نہیں حتی کہ بعض جگہ ضمیر کے مرجع میں غلطی کھا کر خرابی میں پڑنے کا ڈر ہے اسی کے ساتھ یہ بھی خیال کرنے کی بات ہے کہ کلام اللہ کے معنی بدون سند معتبر تلک کہ بعض آیتوں میں ضمیر کے مرجع میں غلطی کھا کر خرابی میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ نیز یہ امر بھی ضروری ہے کہ کلام الٰہی کے معنی بلا سند معتبر نہیں اور سلف صالحین کے مخالف کسی آیت کے معنی لینے جہل اور گمراہی ہے، بالخصوص موضح القرآن کے ان فوائد کو سمجھنا جو کہ جگہ جگہ حضرت شاہ صاحب نے اشارۃً ارشاد فرمائے ہیں بدون بتلائے عالم واقف کے ممکن نہیں جیسا کہ ابھی معروض کر آیا ہوں۔

سو ان وجوہ سے لازم ہے کہ استاد سے سیکھنے میں مسلمان کاہلی اور کوتاہی نہ کریں اور محض اپنی رائے پر اعتماد کر کے ثواب کے بدلے اللہ کا غصہ نہ کماویں۔ واللہ **الموفق وھو یھدی السبیل.**

یہ مضمون حضرت شاہ صاحب کا ہے جو تھوڑی سی تفصیل اور تغیر کے ساتھ ہم نے مفید سمجھ کر عرض کردیا ہے۔ اگر کاش مسلمانان ہند اس مفید قابل اہتمام مضمون کی پابندی کرتے تو آج ترجمہ

نہیں سلف صالحین حضرات صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مخالف کلام اللہ کے معنی لینے سراسر جہل اور گمراہی ہے، اللہ سب کو اس سے بچائے، سو ان وجوہ سے لازم ہے کہ استاد سے سیکھنے میں کاہلی نہ کریں اور محض اپنی رائے سے کچھ کا کچھ سمجھ کر ثواب کے بدلے اللہ کا غصہ نہ کماویں، واللّٰہ ولی التوفیق وھو یھدی السبیل.

یہ مضمون حضرت شاہ صاحب کا ہے جس کو کچھ تغیر اور تفصیل کے ساتھ ہم نے عرض کر دیا ہے۔ کاش اہل اسلام ہند اس مفید مہتم بالشان ارشاد کا اتباع کرتے تو آج ترجمہ موضح قرآن میں دقت اور دشواری کی شکایت نہ فرماتے۔ [ص:۳۲]

تا کے ملامت مژۂ اشکبار من
یکبار ہم نصیحت چشم کبود خویش

بلکہ جو حضرات ترجمہ موصوف کے سمجھنے میں آج سست نظر آتے ہیں وہ دوسروں کے سمجھانے میں چشت دکھلائی دیتے۔ موضح القرآن کے سمجھ میں نہ آنے کی شکایت نہ کرتے۔

اور جو حضرات ترجمۂ موصوف کے سمجھنے میں آج سست اور کاہل نظر آتے ہیں وہ دوسروں کے سمجھانے میں چست اور مستعد نظر آتے۔ حضرات علماء عام اہل اسلام کی بہبودی اور نفع رسانی کی غرض سے سہل سے سہل نئے نئے ترجمے شائع کرتے رہتے ہیں۔ مگر انصاف سے اس وقت تلک نفع مذکور باوجود کثرت تراجم عام اور شائع طور پر اہل اسلام میں نہیں پھیلا۔ جب تلک خود اہل اسلام ترجمۂ قرآن شریف کو ضروری اور مفید سمجھ کر اپنے شوق اور توجہ سے سیکھنا اور سمجھنا نہ چاہیں گے اس وقت تک صرف تکثیر تراجم سے عوام کو کیا نفع پہنچ سکتا ہے۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

قطعہ

فہم سخن تا نکند مستمع
قوت طبع از متکلم مجوئے

حضرات علماء کے نئے نئے ترجمے عام اہل اسلام کی نفع رسانی کی غرض سے شائع ہوتے رہتے ہیں مگر بروئے انصاف باوجود کثرت تراجم عام طور پر ان کا نفع محسوس نہیں ہوتا جب تک خود اہل اسلام ضروری اور مفید سمجھ کر اپنے شوق سے ترجمہ قرآن مجید کو سیکھنا اور سمجھنا نہ چاہیں گے اس وقت تک صرف کثرت تراجم سے کیا نفع ہوسکتا ہے بقول شیخ علیہ الرحمۃ:

قطعہ

فہم سخن تا نکند مستمع
قوت طبع از متکلم مجوئے
فسحت میدان ارادت بیار
تا بزند مرد سخن گوئے گوئے

اورشوقیہ اور اتفاقیہ دیکھ لینے سے مقصود حاصل نہیں ہوتا، اسی ضرورت کی وجہ سے اہل علم اور خادمان اسلام کی خدمت میں بھی عرض ہے کہ عام اور خاص دونوں طریقہ سے اہل اسلام کو ترجمہ قرآن اور فہم کلام الہٰی کی طرف متوجہ فرمانے کی

فسحت میدان ارادت بیار
تا بزند مرد سخن گوئے گوئے

حضرات علماء نے عوام کی بہبودی کی غرض سے جیسے سہل اور آسان متعدد ترجمے شائع فرمادیئے ہیں ایسے ہی اس کی بھی حاجت ہے کہ علی العموم مسلمانوں کو ان ترجموں کے سیکھنے اور ان کے سمجھنے کی طرف رغبت بھی دلائی جاوے علماء کرام اہل اسلام کو خاص طور سے ترجموں کے سمجھنے اور پڑھنے کی ضرورت اور اس کی منفعت دل نشیں کرنے میں کوتاہی نہ فرماویں بلکہ ترجمہ کی تعلیم کے لئے ایسے سلسلے بھی قائم فرمادیویں کہ جو چاہے بسہولت اپنی حالت کے مناسب اور فرصت کے موافق حاصل کرسکے۔

واللہ الموفق والمعین.

نہایت ضرورت ہے بلکہ اس کی بھی حاجت ہے کہ خاص ایسے سلسلے مختصر قائم ہوں کہ ہر کوئی اپنی حالت اور فرصت کے موافق اپنی ضرورت سہولت سے پوری کر سکے اور معانی کلام الٰہی سے واقف ہو سکے اور اسی طریقہ سے جملہ احکام الٰہی کانوں تک تو پہنچ جائیں۔ اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ارشاد کی بھی تعمیل ہو جاوے۔ واللّٰہ الموفق والمعین و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربِّ العالمین.[ص:۳۳]	
التماس اخیر :جملہ معروضات سے فراغت کے بعد عرض ہے کہ ترجمہ موضح قرآن کے احسن التراجم ہونے میں تو انشاء اللہ اہل فہم کی طرف سے کسی تأمل و تردد کا اندیشہ نہیں البتہ اس امر کا فکر ضرور ہے کہ اپنے حوصلہ کے موافق بغرض نفع واصلاح جو اس کی خدمت گذاری کی ہے خدا کرے وہ نادان دوست کی خدمت	**اِلتماس اَخیر:** حضرت شاہ صاحب کے اصل ترجمہ کا احسن التراجم اور انفع التراجم ہونا تو انشاء اللہ ایسا نہیں کہ اہل علم و دیانت میں کوئی اس کا منکر ہو ہاں احقر نے[ص:۱۰] جو اس کی خدمت اور ترمیم کی ہے اس کی نسبت ضرور ہم کو خلجان ہے اس لئے اہل علم وانصاف کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر یہ ترجمہ شائع ہو کر

گذاری نہ ہو، سو اس لئے اہل علم وانصاف
کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر ہماری
خامہ فرسائی کا نتیجہ شائع ہو کر کسی وقت
آپ حضرات تلک پہنچے تو ملاحظہ فرما کر جو
امور قابل اصلاح سمجھی جاویں ان سے
بے تکلف مطلع فرمانے میں دریغ نہ ہو۔
اور اگر کوئی صاحب ہماری ترمیم کی اصلاح
فرمانے سے اس خدمت کو بالاستقلال
انجام دینا زیادہ مفید سمجھیں تو وہ بالاستقلال
اس خدمت کو انجام دیں ہمارا مقصود
صرف یہ ہے کہ یہ بے نظیر ترجمہ جو اہل علم
اور عوام دونوں کو مفید تر ہے ایک سرسری عذر
کی وجہ سے تقویم پارینہ نہ کر دیا جاوے اور
جو کوئی اور جس طرح اس کی تلافی اور تدارک
بہتر سے بہتر کر سکے وہ اس میں کوتاہی نہ
کرے، مصرعہ

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

تـــــــمـــــــت

کسی وقت آپ حضرات تک پہنچے تو اس
کی حاجت ہے کہ ایک نظر اس کو ملاحظہ
فرما کر جو امور قابل اصلاح معلوم ہوں
ان سے ہم کو مطلع فرمانے میں تامل نہ
فرماویں اور اگر کوئی صاحب بالاستقلال ترمیم
فرمانا زیادہ پسند کریں تو وہ بالاستقلال اس
خدمت کو انجام دینے میں سعی فرماویں،
ہماری غرض صرف یہ ہے کہ یہ عمدہ اور
مفید ترجمہ جو اہل علم اور عوام دونوں کو مفید
ہے ایک تھوڑے سے بہانہ سے نظروں
سے نہ گر جاوے اور ہم اس کے فیض سے
محروم نہ رہ جاویں اور ایک صدقہ جاریہ
میں خلل اور نقصان نہ آجاوے جس
طرح ہو اور جو کوئی اس کی تلافی اور
تدارک بہتر سے بہتر کر سکے وہ اس میں
کوتاہی نہ کرے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

مقدمہ ترجمہ شیخ الہند

طبع دوم جو معروف و متداول ہے

یہ مقدمہ ترجمہ شیخ الہند کی اس اشاعت پر مبنی ہے جو ترجمۂ شیخ الہند کے ساتھ، پہلی مرتبہ بجنور سے ۱۳۴۴ھ چھپا تھا مقدمۂ شیخ الہند کی یہی اشاعت معروف ہے زیر نظر تالیف میں اسی اشاعت کو سامنے رکھا ہے، مقدمہ ترجمۂ شیخ الہند کی بعد کی اشاعتوں میں اگر کوئی ترمیم و تغیر ہوا ہو تو ناچیز مرتب کو اس کا علم نہیں۔

خدا! در انتظارِ حمد مانیست — محمد! چشم بر راہِ ثنا نیست
خدا! مدح آفرین مصطفیٰ بس — محمد! حامد حمد خدا بس
مناجاتے اگر باید بیاں کرد — بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد
محمد از تو میخواہم، خدا را — خدایا! از تو عشقِ مصطفیٰ را
دگر لب وامکن مظہر فضولیست — سخن را حاجت افزوں تر افضولیست

امابعد! بندۂ آثم وعاجز، محمود ابن مولوی ذوالفقار علی دیوبند، ضلع سہارنپور کا رہنے والا، غفر اللہ تعالیٰ لہ ولوالدیہ! عرض کرتا ہے کہ بعض احباب اور مکرمین نے، بندہ سے درخواست کی کہ قرآن شریف کا ترجمہ سلیس مطلب خیز اردو زبان میں، مناسب حال اہل زمانہ کیا جاوے، جس سے دیکھنے والوں کو فائدہ پہنچے اور وہ نقصان اور خلل اور لفظی و معنوی اغلاط، جو بعض آزادی پسند صاحبوں کے ترجمہ سے، لوگوں میں پھیل رہی ہیں، ان سے بچاؤ کی صورت نکل آوے، اس عاجز

(۱) یہ اشعار جو اپنے موضوع کا جامع ترین، غیر معمولی نذرانۂ عقیدت ہے حضرت مرزا مظہر جان جاناں (م۱۱۹۶ھ-) ہیں، ملاحظہ ہو، دیوان مرزا مظہر جان جاناں، ص:.....[ ] نور

نے اس درخواست کے جواب میں، اپنی بے بضاعتی کے علاوہ یہ عرض کیا کہ اول تو مقدسین اکابر کے فارسی اردو کے متعدد تراجم موجود ہیں اُس کے علاوہ علمائے متدینین زمانہ حال کے متعدد تراجم، یکے بعد دیگرے بحمداللہ شائع ہو چکے ہیں، جو لوگوں کو مذکورہ بالا خرابیوں سے بچانے کے لئے کافی ووافی وشافی ہیں، چنانچہ بندہ کے احباب میں بھی اول مولوی عاشق الٰہی صاحب سلمہ ساکن میرٹھ نے ترجمہ کیا، اس کے بعد مولانا اشرف علی صاحب سلمہ اللہ نے ترجمہ کیا، احقر نے دونوں [ص:۵] ترجموں کو تفصیل سے دیکھا ہے، جو ان خرابیوں سے پاک صاف ہیں، اور عمدہ ترجمے ہیں، پھر اب کسی جدید اردو ترجمہ کی کیا حاجت ہے، بجز اس کے کہ اسمائے مترجمین میں ایک نام اور زیادہ ہو جاوے، اور کوئی نفع نہیں معلوم ہوتا، مگر مکرمین احباب نے اس پر بھی بس نہ کی، اور اسی اصرار پر قائم رہے، تو مجبور ہو کر مجھ کو یہ عرض کرنا پڑا کہ اس وقت تک میرے خیال میں کوئی ایسا نفع نہیں آیا کہ جس کی وجہ سے جدید ترجمہ کی جرأت اور ہمت کروں، اب آپ کے اصرار پر احقر تراجم قدیمہ اور جدیدہ کو بنام خدا غور سے دیکھتا ہے، اس کے بعد اگر کوئی نفع سمجھ میں آیا تو اس کے موافق آپ صاحبوں کے فرمانے کی تعمیل کا ارادہ کروں گا ورنہ معذور رہوں۔ اس کے بعد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ اور مولانا شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ عبدالقادر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے تراجم کو جو غور سے دیکھا تو یہ امر تو بے تامل معلوم ہو گیا، کہ اگر یہ مقدسین اکابر قرآن شریف کی اس ضروری خدمت کو انجام نہ دے جاتے تو اس شدت ضرورت کے وقت میں ترجمہ کرنا بہت دشوار ہوتا، علماء کو صحیح اور معتبر ترجمہ کرنے کے لئے متعدد تفاسیر کا مطالعہ کرنا پڑتا اور بہت ہی فکر کرنا ہوتا اور ان دقتوں کے بعد بھی شاید ایسا ترجمہ نہ کر سکتے جیسا اب کر سکتے ہیں، پھر بھی کوئی اللہ کا بندہ ایسا ہوتا تو ہوتا کہ کمال علم وتدین کے ساتھ اس مشقت کو گوارا کر کے اس خدمت کو کماینبغی انجام دینے کے لئے موفق ہوتا، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھئے کہ اس بے نظیر علمی وعملی کمالات پر جو انہوں نے اپنے اوپر حق سبحانہ تعالیٰ کے انعامات متعدد رسالوں میں

بیان فرمائے ہیں اُن انعامات عظیمہ میں یہ ترجمہ مسمّی بہ فتح الرحمٰن بھی داخل ہے،اور عاجز نے اپنے بعض مرحوم بزرگواروں سے سنا ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جب موضح قرآن لکھ چکے تو فارسی کا ایک شعر تھوڑا سا تصرف کر کے اس طرح پڑھتے تھے، شعر.....

روز قیامت ہر کسے باخویش دارد نامہ

من نیز حاضر میشوم تفسیر قرآن در بغل

اس سے ان حضرات مرحومین کا کمال علم وتدین تو معلوم ہوتا ہی ہے اسی کے ساتھ قرآن شریف کے صحیح تراجم کی عظمت اور ضرورت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

بالجملہ اگر اکابر مرحومین ہماری ضرورت اور منفعت کو احساس فرما کر پہلے ہی سے اُس کا انتظام نہ کر[ص:۵] جاتے تو آج اس کثرت اور سہولت کے ساتھ ہم کو تراجم کلام الٰہی اچھے سے اچھے ہرگز میسر نہ ہوتے،اور کچھ عجب نہ تھا کہ جیسے خود ہندوستان میں بہت سی زبانیں اور دیگر ممالک میں مسلمانوں کی بڑی بڑی قومیں اس نعمت اور عزت سے خالی یا مثل خالی کے ہیں ہم بھی اسی نکبت میں مبتلا ہوتے۔ **فجزاھم اللّٰہ عنا وعن جمیع المسلمین احسن الجزاء وافضل الجزاء والحمد للّٰہ.** اسی کے ساتھ یہ بات بھی دلنشین ہوگئی کہ ہرچند ترجمہ تحت لفظی میں بعض خاص فائدے ہیں،مگر ترجمہ سے جو اصلی فائدہ اور بڑی غرض یہ ہے کہ ہندوستانیوں کو قرآن شریف کا سمجھنا آسان ہوجاوے، یہ غرض جس قدر بامحاورہ ترجمہ سے حاصل ہوسکتی ہے تحت لفظی ترجمہ سے کسی طرح ممکن نہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ جو بامحاورہ ترجمہ کے بانی اور امام ہیں انہوں نے بامحاورہ ترجمہ کو اختیار فرمانے کی یہی وجہ بیان کی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جو اسلاف ممدوحین کے بعد اس زمانہ میں جس نے اس میدان میں قدم رکھا اس نے جناب شاہ صاحب ممدوح کا اتباع کیا اور بامحاورہ ترجمہ کرنے کو اختیار کیا جس پر کسی کا شعر یاد آتا ہے۔شعر......

ہرمرغ کہ پرزد بہ تمنائے اسیری
اول بشگون کرد طواف قفس ما

اور یہ امر بھی خوب معلوم ہوگیا کہ جیسے حضرت شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ کا یہ کمال ہے کہ تحت لفظی ترجمہ کا التزام کر کے ایک ضروری حد تک سہولت اور مطلب خیزی کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا، ایسے ہی حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کمال ہے کہ بامحاورہ ترجمہ کا پورا پابند ہو کر پھر نظم وترتیب کلمات قرآنی اور معانی لغویہ کو اس حد تک نباہا ہے کہ زیادہ کہتے ہوئے تو ڈرتا ہوں مگر اتنا ضرور کہتا ہوں کہ ہم جیسوں کا ہرگز کام نہیں، اگر ہم ان کے کلام کی خوبیوں کو اور ان اغراض اور اشارات کو جو ان کے سیدھے سیدھے مختصر الفاظ میں ہیں سمجھ جاویں تو ہم جیسوں کے فخر کے لئے یہ امر بھی کافی ہے۔

اس کے بعد اب ہم کو ضرور ہوا کہ خاص طور پر حضرت شاہ مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کے ترجمہ بامحاورہ مسلمی بہ موضح قرآن کو دیکھ کر اول یہ سمجھیں، کہ جناب شاہ صاحب ممدوح کا ترجمہ جس کا اپنی نوعیت میں اول وافضل ہونا جملہ اہل علم وفہم اور ارباب انصاف ودیانت کو مسلم ہے، اس میں ایسے امور کیا ہیں جن کی وجہ سے [ص:۵] ہم کو دوسرے کسی ترجمہ کی ضرورت ہو پھر یہ دیکھیں کہ جو تراجم جدیدہ اس زمانہ میں شائع ہو چکے ہیں اُن سے ہماری وہ ضرورت پوری ہوگئی، یا اب تک کچھ باقی ہے کہ جس کے پورا کرنے کے لئے اور ترجمہ کی ابھی تک حاجت چلی جاتی ہے، امر اول کی بابت جہاں تک ہم نے ملاحظہ کیا اور دیگر حضرات نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کل دو باتیں ایسی پائیں جس کی وجہ سے عام طور پر لوگ ترجمہ موصوف سے نفع اٹھانے میں قاصر ہیں، اول بعض کلمات اور محاورات کا اس زمانہ میں متروک یا قریب بمتروک ہو جانا، دوسرے چونکہ حضرت شاہ صاحب مرحوم کلمات قرآنی کی موافقت اور مطابقت کا خیال زیادہ فرماتے ہیں،

اور شرائط ترجمہ کی پابندی بہت کرتے ہیں، اس لئے بعض مواقع میں بوجہ اختصار عبارت آج کل کی سہولت پسند طبائع کو مطلب سمجھنے میں بہت دقت معلوم ہوتی ہے۔ باقی رہا امر ثانی تو یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں اردو بامحاورہ طرز پر بکثرت تراجم یکے بعد دیگرے شائع ہوچکے ہیں، سو ان میں بالیقین بعض ایسے تراجم بھی ہیں جو علمائے معتبر اہل علم و دیانت کی لوجہ اللہ سعی کا نتیجہ ہے، اور بعض بعض کو ہم نے بھی تفصیلی نظر سے دیکھا ہے۔ ہمارے نزدیک وہ تراجم بے شک ہماری اُس حاجت کے پورا کرنے کے لئے کافی ہیں جو اس زمانہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کے بے نظیر ترجمہ میں اہل زمانہ کو پیش آرہی تھی، **جزاهم الله سبحانه عنا وعن جميع مسلمي الهند خيرا**، اور اُن اغلاط و مفاسد سے بچانے کے لئے بھی مفید ہیں جو بعض آزاد خیال صاحبوں کے تراجم میں موجود ہیں۔ اس لئے امر ثانی کی بابت اس عاجز کی یہ رائے ہے کہ وہ نزاکت و لطافت اور وہ ہر امر کی رعایت جو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ترجمہ کے امتیازات اور خصوصیات میں شمار ہوتی ہیں ان کا تو ذکر نہیں، باقی وہ امر جو ترجمہ سے مقصود اصلی اور غرض ضروری ہے یعنی کلام الٰہی جل جلالہ کا صحیح مطلب سلف صالحین کے ارشادات کے موافق سہولت کے ساتھ مسلمانان ہند کی سمجھ میں آسکے، اس امر کے لئے تراجم جدیدہ جو اہل علم و دیانت کی توجہ سے شائع ہوچکے ہیں وہ بالکل کافی اور وافی ہیں، ہم کو کسی جدید ترجمہ کی اس وقت حاجت نہیں رہی۔ **شکر الله مساعيهم** ہم فخر و مسرت کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ کا شکرادا کرتے ہیں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے معتبر علماء کی حسن سعی سے تراجم مفیدہ قدیمہ و جدیدہ اتنے شائع ہوچکے ہیں، کہ ایسے اور اتنے تراجم ہم کو کسی عجمی زبان میں نظر نہیں آتے، **ذٰلك من فضل الله علينا**. [ص:٦]

اب اس کے بعد یہ بات تو بحمد اللہ ہم کو خوب محقق اور منقح ہوگئی، کہ تراجم موجودہ صحیحہ معتبرہ کے ہوتے ہمارا جدید ترجمہ کرنا لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونا ہے، جس سے نہ مسلمانوں کو کوئی نفع معتبر پہنچ سکتا ہے نہ ہم کو بلکہ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں، کہ ہمارا جدید ترجمہ کرنا گویا زبان حال

سے یہ کہنا ہے، کہ تراجم موجودہ میں کوئی خلل ہے جس کا تدارک کیا جاتا ہے، یہ ہمارے ترجمہ میں کوئی خوبی اور منفعت زائد ہے جس کی وجہ سے جدید ترجمہ کی حاجت ہوئی تو تو ہم کو جدید ترجمہ کرنا فضول سے بڑھ کر نہایت مذموم اور مکروہ تک نظر آتا ہے۔ **نعوذباللّٰہ من شرور انفسنا.**

خیر یہ بات تو خوب دلنشین ہوگئی اور ظاہر ہے کہ اُس کا مقتضٰی یہ تھا کہ ترجمہ کلام الٰہی کے متعلق اب ہم کچھ ارادہ نہ کرتے مگر اس چھان بین اور دیکھ بھال میں تقدیر الٰہی سے یہ بات دل میں جم گئی کہ حضرت شاہ صاحب کا افضل ومقبول ومفید ترجمہ رفتہ رفتہ تقویم پارینہ ہوجاوے، یہ کس قدر ناقدردانی اور بدقسمتی بلکہ کفران نعمت ہے، اور وہ بھی سرسری عذر کی وجہ سے اور عذر بھی وہ جس میں ترجمہ کا کوئی قصور نہیں، اگر قصور ہے تو لوگوں کی طلب کا قصور ہے، اگر دیکھنے والے غور سے دیکھیں اور جو غور کے بعد بھی سمجھ میں نہ آوے اس کو جاننے والوں سے دریافت کریں تو پھر سب کام سہل ہوجاوے، چنانچہ حضرت ممدوح نے خود شروع میں لکھ دیا ہے، کہ قرآن شریف کے معنی بغیر سند کے معتبر نہیں اور بغیر استاد کے معلوم نہیں ہوتے۔ علاوہ ازیں عوام کو یہ دشواری تو سب ترجموں میں پیش آتی ہے، حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ میں کچھ زیادہ سہی۔

اس لئے اس ننگ خلائق کو یہ خیال ہوا کہ حضرت شاہ صاحب ممدوح کے مبارک مفید ترجمہ میں لوگوں کو جو کلی دو خلجان ہیں یعنی ایک بعض الفاظ ومحاورات کا متروک ہوجانا۔ دوسرے بعض بعض مواقع میں ترجمہ کے الفاظ کا مختصر ہونا، جو اصل میں تو ترجمہ کی خوبی تھی مگر ابنائے زمانہ کی سہولت پسندی اور مذاق طبیعت کی بدولت اب یہاں تک نوبت آگئی کہ جس سے ایسے مفید وقابل قدر ترجمہ کے متروک ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے سو اگر غور واحتیاط کے ساتھ اُن الفاظ متروکہ کی جگہ الفاظ مستعملہ لے لئے جاویں اور اختصار واجمال کے موقعوں کو تدبر کے ساتھ کوئی لفظ مختصر زائد کر کے کچھ کھول دیا جاوے تو پھر انشاء اللہ حضرت شاہ صاحب کا یہ صدقہ فاضلہ بھی جاری رہ سکتا ہے، اور مسلمانان ہند بھی اُس کے فوائد مخصوصہ سے خالی نہ رہ جاویں گے۔ اس [ص:۶]

مضمون کو سوچ سمجھ کر جو اپنے مکرمین مخلصین کی خدمت میں پیش کیا تو ان حضرات نے بھی اس عاجز کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا، اور یہی بات دلنشین ہوگئی کہ مستقل ترجمہ سے یہ امر زیادہ مناسب اور مفید ہے کہ موضح قرآن میں جو شکایت پیدا ہوگئی ہے اُس کے رفع کرنے میں کوشش کی جاوے، جب یہاں تلک نوبت پہنچ چکی تو یہ عاجز بنام خدا اس خدمت کے انجام دینے کے لئے تیار ہو بیٹھا گویا دوشالہ میں کمبل سے جگہ جگہ رفو کرنے کا ارادہ کردیا، جب ایک ثلث قرآن کا ترجمہ کرچکا تو بوجہ بعض عوارض ایسا طول طویل حرج پیش آیا کہ ترجمہ کی تکمیل کی توقع بھی دشوار ہوگئی، مگر بتوفیق الٰہی عین ایام حرج میں اتنا اطمینان نصیب ہوگیا کہ ترجمہ موصوف باطمینان ۱۳۳۶ھ میں پورا کرلیا۔ **اِنَّ ربی لطیف لمایشاء، والحمد للّٰہ.**

اب حق تعالیٰ کو منظور ہے تو انہی احباب مکرمین کی خدمت میں اس ترجمہ کو پیش کرکر تفصیلی نظر کی درخواست کریں گے، اگر ہماری یہ پیوندکاری ان حضرات کے نزدیک مفید و مناسب سمجھی گئی تو انشاء اللہ شائع بھی ہوجاوے گا ورنہ مجبوراً جہاں ہے وہیں رہے گا، شعر....

گو نالہ ناز سا ہو نہو آہ میں اثر
میں نے تو درگزر نہ کی جو مجھ سے ہو سکا

اب اس کے بعد مناسب ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے اصل ترجمہ کی بابت اور نیز اپنی ترمیم کے متعلق چند ضروری مفید باتیں عرض کردی جاویں، جن سے دیکھنے والوں کو بالاجمال دونوں ترجموں کی حالت اور کیفیت بھی معلوم ہوجاوے، اور بعض شبہات جن کے پیش آنے کا کھٹکا ہوتا ہے وہ بھی دفع ہوجاویں، سو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے شروع میں اپنے ترجمہ کی نسبت اتنا مضمون تو خود فرمادیا ہے، کہ ہندی اور عربی زبان کا محاورہ ہرگز موافق نہیں۔ اس لئے اگر قرآن شریف کی ترتیب کے موافق ہر ہر لفظ کا جدا جدا ترجمہ کیا جاوے یعنی تحت لفظی تو ہندیوں کی سمجھ میں آنا دشوار ہو اس لئے ہم نے مجموعۂ آیت کی پابندی کی ہے ہر ہر لفظ کی پابندی نہیں کی یعنی ہندی محاورہ کے موافق ترجمہ کیا ہے، تحت لفظی نہیں کیا۔ یہ حضرت ممدوح کے

ارشاد کا خلاصہ ہے، مگر اس میں اجمال بہت ہے، اس ارشاد سے تو یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت ممدوح اپنے ترجمہ میں ہر ہر لفظ کی پابندی نہ کریں گے، ہاں آیت کی پابندی ضروری ہے مگر یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس عدم [ص:٦] پابندی کی کیا حد ہے، اور کہاں تک اس عدم پابندی کو حضرت ممدوح نے اپنے ترجمہ میں اختیار اور استعمال فرمایا ہے اور کتنی تقدیم و تاخیر کو جائز رکھا ہے، یعنی بقدر ضرورت وحاجت کسی لفظ کو آگے یا پیچھے کر لیا ہے یا صرف آیت کے احاطہ میں رہ کر پھر کسی تقدیم و تاخیر کی پرواہ نہیں کی، تھوڑی ہو یا زیادہ ضروری ہو یا غیر ضروری ایک تغیر ہو یا متعدد، اس کے سوا حضرت شاہ صاحب نے یہ امر اجمالاً بھی نہیں بیان کیا، کہ ہم نے اپنے ترجمہ میں کس کس امر کا خیال رکھا ہے، اور اس میں کیا کیا خوبیاں اور فوائد ہیں، سو احقر ان دونوں باتوں کو مفید سمجھ کر ان کی نسبت کچھ کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

سو یہ بات تو سب پر ظاہر ہے کہ احقر اس کے متعلق جو کچھ بھی عرض کرے گا وہ موضح قرآن ہی کی عبارت سے مستنبط ہوگا، اس کے سوا ہمارے لئے اور کیا امر ذریعہ علم ہو سکتا ہے، بعینہٖ جیسا کہ حضرات علمائے کرام نے امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی خود کتاب صحیح بخاری سے استنباط کر کے ان کی شروط و قیود و اغراض کو بیان فرما دیا ہے۔

سو امر اول کی نسبت یہ عرض ہے کہ حضرت شاہ صاحب ترتیب قرآنی کا بہت خیال رکھتے ہیں اور اصل اور ترجمہ کی مطابقت میں بہت زیادہ سعی فرماتے ہیں، مگر چونکہ ترجمہ بامحاورہ کا التزام کیا ہے، اس لئے بضرورت توضیح و تسہیل بعض مواقع میں تقدیم و تاخیر لازم ہے، مگر جیسا کہ آٹے میں نمک یہ نہیں کہ آخر کا ترجمہ اول اور اول کا آخر ہو جاوے۔ الغرض فصل بعید سے احتراز رکھتے ہیں، الا ماشاء اللہ کسی خاص ضرورت کے وقت میں دو تین کلموں کا فصل ہو جاوے اور وہ بھی النادر کالمعدوم دیکھئے عربی زبان میں مضاف کو مقدم ذکر کرتے ہیں اور اردو کا محاورہ یہ ہے کہ مضاف الیہ کو مقدم کرتے ہیں، وہ غلامُ زیدٍ کہتے ہیں تو ان کے محاورہ میں زید کا غلام کہیں گے۔ سو

ترتیب تو بدلی گئی، مگر دونوں کلمے متصل ہی رہے فاصلہ اور فرق کچھ نہیں ہوا، اس لئے حاجت کے وقت یہ تغیر کچھ تغیر نہیں سمجھا جاتا، اس قسم کی مثالیں شاہ صاحب کے ترجمہ میں کثرت سے ملیں گی، مثلاً **علی قلوبهم وعلی سمعهم وعلی ابصارهم** کا ترجمہ بامحاورہ کریں گے تو ان کے دل پر اور ان کے کان پر اور ان کی آنکھوں پر کیا جاوے گا، اور ترجمہ تحت لفظی میں اوپر دلوں ان کے کے اور اوپر کانوں ان کے کے اور اوپر آنکھوں ان کی کے کہنا پڑے گا، مگر سب جانتے ہیں کہ ایسے اختلافات[1] جتنے بھی [ص:۷] ہوں اُن میں کوئی حرج نہیں بلکہ ضروری ہیں، بامحاورہ ترجمہ کرنے والے کو اس سے مفر نہیں، لیکن حضرت شاہ صاحب کی احتیاط قابل تحسین اور لائق قدر ہے کہ اس پر بھی ہر جگہ مضاف الیہ کو مقدم نہیں کرتے بلکہ جہاں ترجمہ میں ذرا گنجائش مل جاتی ہے وہ اتنے قلیل تغیر کو بھی پسند نہیں کرتے ترتیب قرآنی ہی کو اختیار فرماتے ہیں دیکھو" **الحمدلله رب العالمین** "میں چونکہ" **رب العالمین** "مضاف مضاف الیہ مل کر صفت واقع ہوئے ہیں اُس کے ترجمہ میں یہ گنجائش نکل آئی کہ ترجمہ محاورہ کے خلاف بھی نہ ہو اور کلام الٰہی کی ترتیب بھی باقی رہے اس لئے" **رب العالمین** " کا ترجمہ اصلی ترتیب پر رکھا، اور **مالك یوم الدین** بھی صفت واقع ہوا ہے مگر اس میں دو اضافتیں مجتمع ہیں، اول اضافت میں اصلی ترتیب باقی رکھنے کی گنجائش ہے، دوسری اضافت میں نہیں اس لئے ترجمہ میں مالک کا ترجمہ اصل کے موافق مقدم رکھا اور یوم کے ترجمہ کو محاورہ اردو کے موافق" دین" سے مؤخر کردیا چنانچہ سب پر ظاہر ہے اس میں کسی کو تردد نہیں، صرف توضیح اور تسہیل کی غرض سے ہم نے عرض کردیا، لیکن بعض مقامات ایسے بھی ہیں، کہ وہاں محاورہ اردو کے ساتھ ترتیب قرآنی کا لحاظ رکھنا دشوار ہے، حضرت شاہ صاحب اُن مقامات میں بھی اپنی غائر اور باریک بیں نظر سے ایسا اسلوب اختیار فرماتے ہیں، کہ محاورہ کی پابندی کے ساتھ ترتیب بھی باقی رہے یا فرق آوے تو خفیف ولطیف۔

---

(۱) اصل میں اختلاف لکھا ہے۔ [نور]

بعینہٖ یہی حال ہے فعل اور فاعل اور مفعول اور جمیع متعلقات فعل کا اور صفت موصوف حال تمیز وغیرہ کا کہ اکثر مواقع میں ترتیب کی موافقت فرماتے ہیں، اور بہت سے مواقع میں اسی تغیر لطیف مذکورۂ بالا سے کام لیتے ہیں۔

اور سنئے حروف روابط جن کو حروف جر بھی کہتے ہیں جیسے: لام، با، علی، الیٰ، من، عن، فی، بہت کثرت سے مستعمل ہیں، مگر کلام عرب میں یہ حروف ہمیشہ اپنے معمول پر مقدم ہوتے ہیں، اور ہمارے محاورہ میں علی العموم مؤخر بولے جاتے ہیں، مگر شاذ و نادر، لیکن ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ ان کا موخر ہونا ضروری ہے، ہماری زبان میں ان کو مقدم لانے کی کوئی صورت ہی نہیں، جیسے مِن اور عَن سب کو معلوم ہے کہ مما رزقنھم کے ترجمہ میں اردو زبان کے اندر ممکن نہیں کہ مِن کا ترجمہ مقدم ہو سکے، اور ترتیب قرآنی کی موافقت کی جا سکے، ایسے ہی لا تجزی نفس عن نفس کے ترجمہ میں کوئی صورت نہیں کہ عن کا ترجمہ نفس کے ترجمہ سے مقدم [ص:۷] ہو سکے اسی وجہ سے تحت لفظی ترجمہ میں بھی یہ تغیر گوارا کرنا ہوتا ہے، اور اس میں کسی کو تامل نہیں ہو سکتا۔ اور بعض ایسے ہیں کہ ان کو مقدم کرنا تو درست ہے، مگر محاورہ کے خلاف ہے۔ سو تحت لفظی ترجمہ میں ان کو نظم قرآنی کے موافق مقدم لا سکتے ہیں، مگر بامحاورہ ترجمہ کے لئے ان کو بھی مؤخر کرنا ضرور ہوگا جیسے: علیٰ الیٰ وغیرہ حروف مذکورہ، دیکھئے ختم اللّٰہ علی قلوبھم کے تحت لفظی ترجمہ میں "مہر کردی اللہ نے اوپر دلوں ان کے کے" کہنا مناسب ہوگا اور بامحاورہ ترجمہ میں "مہر کردی اللہ نے ان کے دلوں پر" کہنا ٹھیک سمجھا جاوے گا۔ پہلی صورت میں لفظ "علی" اپنی اصلی ترتیب پر رہا، دوسری صورت میں تھوڑا سا بقدر ضرورت اپنی جگہ سے ہٹ گیا اسی پر دیگر حروف کو قیاس فرما لیجیے سو اول تو یہ حروف فی نفسہٖ غیر مستقل اور دوسروں کے تابع ہیں، اُن کا تقدم تاخر چنداں قابل اعتبار نہیں، دوسرے بے وجہ نہیں بلکہ ضرورت اور حاجت اور نفع کیوجہ سے کرنا ہوا، تیسرے اتنا لطیف وخفیف کہ ترجمہ تحت لفظی میں بھی بعض مواقع میں قابل قبول اور ضروری سمجھا جاتا ہے،

ان سب کے بعد پھر وہی بات ہے جو پہلے عرض کر چکا ہوں یعنی جہاں کچھ گنجائش نکل آتی ہے، وہاں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ اس خفیف قابل قبول تغیر کو بھی چھوڑ کر اصلی ترتیب کو قائم رکھتے ہیں، اور ایسا ترجمہ کرتے ہیں جو ترتیب قرآنی کی پابندی کے ساتھ محاورہ کے بھی مخالف نہ ہونے پاوے اس کی مثالیں حروف مذکورہ کے متعلق جگہ جگہ موجود ہیں، مثلاً اِلا علیٰ الخاشعین کا ترجمہ یہ فرمایا ہے "مگرانہی پر جن کے دل پگھلے ہیں" یعنی اللہ سے ڈرتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں دیکھ لیجئے لفظ علیٰ کے ترجمہ کو مقدم رکھا خاشعین پر اور محاورہ کے مخالف بھی نہیں ہوا۔

الحاصل حضرت شاہ صاحب جگہ جگہ ترتیب میں تصرف کرتے ہیں، مگر جچا تلا بقدر ضرورت اور عند الحاجت نہایت غور اور احتیاط کے ساتھ جس کی وجہ سے حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کا ترجمہ جیسے استعمال محاورات میں بے نظیر سمجھا جاتا ہے ویسا ہی باوجود پابندی محاورہ قلت تغیر اور خفت تبدل میں بھی بے مثل ہے فللّٰہ درہ ثم للّٰہ درہ اس کے سوا بعض بعض تصرفات خفیفہ مفیدہ اور بھی کر جاتے مثلاً ترجمہ میں کوئی لفظ مختصر بڑھا دیتے ہیں جس سے مطلب واضح ہو جاوے، یا مراد خداوندی معین ہو جاوے سو یہ امر ایسا ہے کہ ترجمہ تحت لفظی میں بھی اس کی نظائر موجود ہیں، ایسا ہی ترجمہ میں بعض الفاظ کو چھوڑ بھی جاتے ہیں مثلاً بعض مواقع میں اِنّ [ص:۷] کا ترجمہ نہیں کرتے یا ابت کے ترجمہ میں "اے میرے باپ" نہیں کہتے صرف "اے باپ" پر قناعت کر جاتے ہیں یٰبُنَیَّ کا ترجمہ "اے میرے چھوٹے بیٹے" کی جگہ فقط "اے بیٹے" فرمایا ہے، ایسا ہی یارَبِّ کے ترجمہ "اے رب" متعدد مواقع میں اختیار فرمایا ہے۔ سو اس قسم کے تصرفات میں کچھ حرج نہیں ترجمہ لفظی تلک میں ان کی گنجائش ہے۔

اب باقی رہی دوسری بات کہ حضرت شاہ صاحب نے اپنے ترجمہ میں کن کن امور کا خیال رکھا ہے اور اس میں کیا کیا فائدے ہیں، سو یہ بات تو ظاہر نظر آتی ہے، کہ حضرت ممدوح عامۃً چند باتوں کا بہت لحاظ رکھتے ہیں، ترجمہ میں اختصار و سہولت اور الفاظ قرآنی کی لفظی اور معنوی

موافقت اور صرف لغوی معنی پر بس نہیں بلکہ معنیٰ مرادی اور غرض اصلی کا ہر موقع میں بہت لحاظ رکھتے ہیں، اور ترجمہ میں کبھی ایسا لفظ لاتے ہیں جس کی وجہ سے اگر کسی قسم کا اجمال اور اشکال ہو تو زائل ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک لفظ کا ترجمہ ایک جگہ کچھ فرماتے ہیں، دوسری جگہ کچھ اور حالانکہ معنی لغوی اس لفظ کے ایک ہی ہیں مگر ہر مقام کے مناسب جدے جدے عنوان سے بیان فرماتے ہیں، جس سے قرآن کی غرض اور مراد سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اسی سہولت اور وضاحت کی رعایت سے کبھی مضمون ایجابی کو عنوان سلبی میں ادا کرتے ہیں اور اکثر مواقع میں نفی اور استثنا کا جدا جدا ترجمہ نہیں کرتے، بلکہ حصر جو اس سے مقصود ہے اُس کو مختصر ہلکے لفظوں میں محاورہ کے موافق بیان کر جاتے ہیں۔ حال تمیز بدل وغیرہ حتی کہ مفعول مطلق کے عنوانات کی رعایت رکھتے ہیں، اور خوبی یہ ہے کہ اردو کے محاورہ کے موافق بالجملہ الفاظ اور معانی دونوں کے متعلق بوجوہ متعددہ بہت غور اور رعایت سے کام لیا گیا ہے، اور مطالب ومقاصد کی تسہیل اور توضیح میں پورے خوض اور احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے ہم نے بغرض تنبیہ یہ چند باتیں مختصر طور سے عرض کر دی ہیں، اہل فہم توجہ فرماویں گے تو انشاء اللہ ان کو ہماری عرض کی صداقت جگہ جگہ برابر ملے گی، ہم کو کسی طول کی حاجت نہیں اور حاشا وکلا ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فوائد مذکورہ کا اور کسی نے خیال نہیں فرمایا۔ فضلائے معتبرین مشہورین وغیرہ علماء کے تراجم میں ہر ایک نے اس قسم کے فوائد کا اپنی اپنی فہم اور رائے اور مصلحت اور گنجائش کے موافق ضرور خیال فرمایا ہے مگر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت شاہ صاحب ممدوح نے چونکہ ہر موقع پر ان چھوٹے بڑے فوائد متعددہ کی طرف پوری [ص:۸] توجہ فرمائی ہے، اور ترجمہ میں ہر موقع پر ان کا اہتمام رکھا ہے۔ اس لئے کماً اور کیفاً دونوں طرح یہ امور موضح قرآن میں زائد ہیں، جن کی وجہ سے ترجمہ موصوف جملہ تراجم میں ممتاز اور مفید تر نظر آتا ہے، اور بنظر فہم وانصاف اس کا مستحق ہے کہ سہل ممتنع کے ساتھ ملقب ہو، یہ حضرت ممدوح کا کمال ہے کہ ہر موقع پر جملہ امور پیش نظر رہتے ہیں، اور ترجمہ میں

حسب حاجت ان کی رعایت کرتے ہیں، اوراسی کے مطابق الفاظ بھی ان کو بسہولت مل جاتے ہیں، گویا محاورات ولغات اردو بھی سب سامنے رہتے ہیں جس کو مناسب سمجھا بے تکلف لے لیا ،اوراس پر ترجمہ اپنے محدود احاطہ سے ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا، **فبارك اللّٰه في حسناته وافاض علينا من بركاته** یہ بات کس قدر قابل قدر اور مفید ہے کہ حضرات مفسرین اور شراح حدیث کے مبسوط ارشادات کا خلاصہ بسہولت ہر درجہ کے مسلمانوں کو ایک لفظ سے سمجھ میں آسکے، بلکہ بعض مواقع میں تو حضرت شاہ صاحب کا ایک دولفظ وہ کام دیتا ہے کہ مبسوط ارشادات سے احق بالقبول معلوم ہوتا ہے، **اِن في ذٰلك لاٰيٰت للعٰلمين** .اس موقع پر ارشاد خداوندی، **ففهمنٰها سليمن و كلا اٰتينا حكما وعلما،** کا نقشہ اور نمونہ ناخواستہ سامنے آ گیا۔

دیکھئے: حضرت سلیمان علیہ السلام لڑکے تھے مگر حق سبحانہ نے اپنی رحمت سے ان کو وہ بات سمجھا دی کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی تسلیم فرمالیا اور اپنے حکم کو واپس کرلیا اور اس سے کسی کے علم وفہم میں کوئی نقصان اور اعتراض بھی نہ ہوا۔ شعر......

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حق تعالیٰ کے غیر متناہی خزانے ہیں جس کو جس میں سے چاہتے ہیں حصہ معین عنایت فرمادیتے ہیں، **وان من شي الا عندنا خزائنه وماننزله الا بقدرمعلوم** اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ چند فوائد عرض کئے ہیں ،ایسے ہی چند مثالیں بھی کسی موقع سے عرض کردی جاویں جن سے ہمارے معروضات کی تصدیق ہوجاوے، اور ناظرین کے لئے تسکین اور اطمینان کا باعث ہو، سو اول ہی سے لیجئے ،دیکھئے: ''بسم اللہ'' کا ترجمہ محاورہ کے موافق کیا، جس میں توضیح اور اختصار دونوں کی بقدر مناسب رعایت ہے اس [ص:۸] سے بہتر اور خوبصورت ترجمہ اردو میں سمجھ میں نہیں آتا اور ''رحمٰن'' اور ''رحیم'' جو مبالغہ کے صیغے ہیں ان کے

مبالغہ کو بھی ظاہر فرمادیا اور لطیف اشارہ دونوں کے فرق مراتب کی طرف بھی کر گئے ، جتنے تراجم سابقہ ہیں ان میں مبالغہ سے تعرض نہیں فرمایا۔ اس کے بعد سورۂ فاتحہ میں بھی رحمٰن اور رحیم کا ترجمہ ایسا ہی کیا گیا۔ یوم الدین کا ترجمہ جملہ حضرات نے ''روز جزا'' یا ''دن جزا'' کا فرمایا ہے، مگر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے صاف لکھ دیا کہ میں نے عوام کی زبان میں ترجمہ کیا ہے اور عوام کے کلام میں جزا کا لفظ شائع اور مستعمل نہیں دوسرے اہل لغت اور حضرات مفسرین نے دین کے معنی جزا اور حساب دونوں فرمائے ہیں ان وجوہ سے غالباً حضرت ممدوح نے جزا کے بدلے ''انصاف'' کا لفظ اختیار فرمایا کہ عوام میں بھی شائع ہے اور اس ایک لفظ میں جزا اور حساب دونوں آ گئے اھدنا الصراط المستقیم . جملہ حضرات ہدایت کا ترجمہ کبھی تو لفظ ہدایت ہی سے کر جاتے ہیں، اس لئے کہ لفظ ہدایت فارسی اردو میں برابر مستعمل ہے، اور کبھی اپنی زبان میں ترجمہ کرتے ہیں تو ہدایت کا ترجمہ رستہ دکھانے اور ''راہ نمائی'' کے ساتھ کرتے ہیں، مگر حضرت ممدوح علی العموم ہدایت کا ترجمہ اپنی ہی زبان میں فرماتے ہیں، الا ماشاءاللہ، لیکن ہر موقع پر اس کا بھی لحاظ رکھتے ہیں، کہ ہدایت کے کونسے معنی اس موقع کے مناسب ہیں، کیونکہ ہدایت کے لغت عرب میں دو معنی ہیں، ایک صرف رستہ دکھلا دینا دوسرے مقصود تلک پہنچا دینا، اول کو ''اراءت'' دوسرے کو ''ایصال'' کہتے ہیں۔ اس لئے اوروں نے اِھدنا کا ترجمہ ''دکھا ہم کو'' فرمایا ہے اور شاہ صاحب ''چلا ہم کو'' فرماتے ہیں جس سے ایصال کی طرف اشارہ کرنا مفہوم ہوتا ہے، اسی طرح پر ھدی للمتقین میں اور حضرات نے ھدی کے ترجمہ میں ''رہنما'' یا ''راہ دکھاتی ہے'' فرمایا ہے اور حضرت ممدوح نے ''راہ بتاتی ہے'' فرمایا ہے چونکہ اھدنا میں ہدایت حق تعالیٰ کی صفت ہے تو وہاں چلانے کا لفظ لائے ہیں اور اس موقع میں ہدایت قرآن کی صفت ہے تو اس لئے راہ بتانے کا لفظ بیان فرمایا ورنہ دونوں جگہ مقصود ایصال کی طرف اشارہ کرنا معلوم ہوتا ہے۔ فرحمہ اللہ ماادق نظرہ وارق الفاظہ متقین میں تقویٰ کا ترجمہ سب حضرات

مرحومین نے پرہیزگاری فرمایا ہے جو تفاسیر کثیرہ کے موافق ہے، پھر حضرات مفسرین نے اس پر شبہ کیا کہ ہدایت کے محتاج گمراہ ہیں نہ متقی اس لئے ھُدی للضالین فرمانا چاہئے تھا، بعض حضرات نے متقین کے معنی صائرین الی التقویٰ کے [ص:۸] لے کر جواب دیا، بعض نے دیگر جوابات دے کر شبہ کا قلع قمع کیا، حضرت شاہ صاحب کی طبع لطیف اور باریک بیں نظر اس طرف گئی کہ تقویٰ کا ترجمہ "ڈر" اور "خوف" کے ساتھ کرنا پسند کیا جو تقویٰ کے اصلی اور لغوی معنی ہیں، اور متقین سے وہ لوگ مراد لئے جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے، اس لئے ھدی للمتقین کا ظاہر اور معروف ترجمہ یعنی "راہ دکھاتی ہے پرہیزگاروں کو" اس کو چھوڑ کر "راہ بتاتی ہے ڈر والوں کو" اختیار فرمایا جس سے شبہ مذکورہ کے خطور کا موقع ہی نہ رہا جو کسی جواب کی حاجت ہو، اور اگر ہدایت سے ایصال مراد لیں جیسا کہ ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ مفہوم ہوتا ہے تو پھر تو شبہ کیا کسی وہمی کے توہم کی بھی گنجائش نہیں۔ آگے دیکھئے یؤمنون بالغیب کے ترجمہ میں اگر "ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب کے" یا "غیب پر" کہا جاوے تو بہت صحیح اور ظاہر کے موافق ترجمہ ہے، اور لفظ ایمان اور غیب دونوں ایسے مشہور ہیں کہ دوسرے لفظوں سے ان کے ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں، لیکن لفظ ایمان اصطلاح شرع میں دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے ایک نفس تصدیق اور یقین قلبی جو ضروریات دین کے ساتھ متعلق ہو جس کو حقیقت ایمانی سے بھی تعبیر کرتے ہیں، اور معنی لغوی کے بالکل مطابق ہے دوسرے تصدیق اور اعمال ایمانی کا مجموعہ جس کو ایمان کامل بھی کہتے ہیں سو اول تو حضرت شاہ صاحب کی عام عادت ہے کہ حتی الوسع ترجمہ میں اردو کے لفظ کو اختیار فرماتے ہیں۔ دوسرے لفظ ایمان جب دو معنوں میں مستعمل ہے تو حضرت ممدوح کے اصول کے موافق ضرور ہوا کہ ترجمہ میں ایسا لفظ لاویں کہ ایمان کے جو معنی اس جگہ مراد ہیں ان کی تعیین ہو جاوے، اور دوسرا احتمال نہ رہے علی ہذا، لفظ غیب میں اجمال ہے معلوم نہیں کس چیز سے غائب ہونا مراد ہے ان وجوہ سے وہ صحیح اور ظاہر ترجمہ جس کا پہلے ذکر ہو چکا اس کو چھوڑ کر یہ ترجمہ

اختیار فرمایا ''یقین کرتے ہیں بن دیکھے'' جس سے یہ معلوم ہوگیا کہ آیت میں ایمان کے اول معنی مراد ہیں نہ دوسرے، اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ غیب کے یہ معنی ہیں کہ جن چیزوں کو انہوں نے نہیں دیکھا اور ان کے علم وادراک سے غائب ہیں جیسے دوزخ، بہشت، پل صراط، وزن اعمال، عذاب قبر، فرشتے، جنات، سو وہ لوگ ان سب چیزوں کا اللہ اور رسول کے فرمانے سے یقین کرتے ہیں معہذا حضرات مفسرین رحمہم اللہ نے جو بالغیب میں چند احتمال ذکر فرمائے ہیں ان میں سے ایک معنی جو ظاہر اور راجح ہیں اس ترجمہ سے وہ بھی متعین ہوگئے جیسا کہ کتب تفسیر میں مذکور ہے۔[ص:۸]

تنبیہ: ایمان کا ذکر قرآن شریف میں ماضی، مضارع، امر، اسم فاعل مختلف صیغوں کے ضمن میں بہت کثرت سے موجود ہے سو حضرات مترجمین تو اکثر مواقع میں اس کا حسب ظاہر ترجمہ ایمان یا اسلام سے فرماجاتے ہیں اور حضرت ممدوح ایمان، اسلام، یقین، ماننا جو لفظ جس موقع کے مناسب اور مفید سمجھتے ہیں، اس کو اختیار کرتے ہیں، اور اس کی وجہ سے ترجمہ کے متعلق کارآمد باتیں معلوم ہوتی ہیں جیسا کہ **یؤمنون بالغیب** کے ترجمہ میں ابھی عرض کر چکا ہوں اور انہی چھوٹے چھوٹے فرقوں اور ہلکی ہلکی رعایتوں کی وجہ سے بعض مواقع میں بڑے بڑے شبہے بسہولت دفع ہوجاتے ہیں، اور تحقیقی باتیں معلوم ہوجاتی ہیں۔ دیکھئے احادیث میں وارد ہے کہ جب آیت کریمہ **الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم اولئك الخ** نازل ہوئی، تو حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بہت ہی شاق گذرا۔ آخر آپ کی خدمت میں عرض کیا، **اینا لم یظلم نفسه** یعنی یارسول اللہ ہم میں ایسا کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم یعنی گناہ نہ کیا ہو۔ تو پھر اب تو سب عذاب الٰہی سے غیر مامون اور ہدایت سے محروم ہوگئے۔ آپ نے فرمایا **لیس ذٰلك انما هو الشرك الم تسمعوا قول لقمان لابنه یا بنی لاتشرك باللّٰه اِن الشرك لظلم عظیم** یعنی **لم یلبسوا ایمانهم بظلم** میں ظلم سے مراد شرک ہے

۔مطلق گناہ نہیں جو یہ دشواری پیش آوے، حضرات مفسرین اور شراح حدیث کے اقوال اس جواب کی تقریر میں مختلف ہو گئے جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے۔ سو ایک خلجان تو **لم یلبسوا ایمانھم بظلم** میں تھا جو حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو پیش آیا تھا دوسرا اختلاف خلجان مذکور کے جواب میں مفسرین وغیرہ علمائے کرام کو پیش آ گیا، کہ جواب کا مقصد اور اس کا ماخذ کیا ہے، سو خلجان معروضہ اصحاب کرام تو آپ کے ارشاد سے جاتا رہا، مگر آپ کے ارشاد کے مقصد و ماخذ میں علماء کو جو اختلاف پیش آ گیا وہ موجود ہے اس پر حضرات مترجمین نے تو ان لمبی لمبی بحثوں کو دیکھا کہ ترجمہ ان کو متحمل نہیں ہو سکتا، اور نہ اس کے مناسب اس لئے ترجمہ میں اس سے قطع نظر کر کر ظاہر کے موافق صحیح ترجمہ فرما دیا۔ اور لمبی بحثوں کے لئے دوسرا موقع ہے اور حضرت شاہ صاحب کے دقیق نظر نے دیکھا کہ جب ہم کو ترجمہ میں کوئی زیادتی اور طول کرنا نہیں پڑتا صرف ایک لفظ کی جگہ دوسرا ویسا ہی لفظ بول دینے سے سب امور طے ہوئے جاتے ہیں تو پھر اس میں کیوں کوتاہی کی جاوے [ص:۹] اور کام کی بات سے کیوں محروم رکھا جاوے، تو انہوں نے اپنی عادت کے موافق یہ کیا کہ **الذین آمنوا ولم یلبسو ایمانھم بظلم** کے ترجمہ میں یہ الفاظ فرمائے ''جو لوگ یقین لائے اور ملائی نہیں اپنے یقین میں کچھ تقصیر''، جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان سے حقیقت ایمانی یعنی تصدیق قلبی مراد ہے، حسب معروضہ سابق، جس کو ایمان بالمعنی الاول کہتے ہیں، اہل فہم و انصاف کو تو بس یہی کافی ہے، مگر اس پر اتنا اور کیا کہ ظلم کے ترجمہ میں لفظ ''تقصیر'' بیان فرمایا، جس سے اور بھی وضاحت اور تکمیل ہو گئی، اب اس میں غور کرنے سے نہ آیت میں کوئی خلجان ہوتا ہے نہ آپ کے ارشاد میں اختلاف باقی رہتا ہے، دو لفظوں میں ایسی تحقیق فرما دی کہ لمبی لمبی بحثوں کی ضرورت نہ رہی، اور طرفہ یہ کہ یہ تحقیق دو لفظی سب سے احق بالقبول معلوم ہوتی ہے، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلجان کا منشاء کیا تھا، اور ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا منشاء کیا ہے۔ اور ترجمہ میں جو لفظ کچھ داخل فرمایا ہے جو اور ترجموں میں نہیں وہ یہ صاف بتلاتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب اقوال علماء کو پیش نظر رکھ کر جو بات محقق اور راجح ہے اس کو بیان فرمانا چاہتے ہیں۔ یہاں تمثیلات کے ذیل میں یہ ذکر استطراداً آ گیا اس سے زائد بسط کا موقع نہیں اور حضرات اہل علم خود بھی جانتے ہیں البتہ سورۂ انعام میں اس آیت کے متعلق حاشیہ پر کچھ بسط سے عرض کر دیا جاوے گا، انشاء اللہ۔

اس کے بعد **مما رزقنهم** کے ترجمہ میں ''من تبعیضیہ'' کا ترجمہ لفظ کچھ سے بیان فرما کر ممانعت اسراف کی طرف اشارہ کر دیا، جیسا کہ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں مذکور ہے، **یخادعون اللّٰه** کے ترجمہ میں فرماتے ہیں ''دغابازی کرتے ہیں اللہ سے'' جو نہایت صاف اور مناسب ترجمہ ہے، اور کوئی خلجان اور وہم اس میں نہیں ہو سکتا۔ **عذاب الیم** کے ترجمہ میں ''دکھ کی مار'' فرما کر اشارہ کر دیا کہ فعیل بمعنی مفعول ہے، جو استعمال مفرد اور راجح ہے، اور محاورہ کے موافق، **بما کانوا یکذبون** میں **یکذبون** کا ترجمہ ظاہر کے خلاف ''جھوٹ کہتے تھے'' فرماتے ہیں ''جھوٹ بولتے تھے'' نہیں فرمایا جو سہل اور ظاہر کے موافق تھا سو اس کی وجہ انشاء اللہ یہی ہے کہ جھوٹ بولتے تھے بظاہر اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان لوگوں کا کاذب ہونا بیان کرنا مقصود ہے، اور اس کی وجہ سے ان پر عذاب الیم ہوگا، حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ [ص:۹] **امنا باللّٰه وباليوم الاٰخر** جھوٹ کہا کرتے تھے یعنی منافق تھے، اور عذاب الیم اس نفاق کے بدلے میں ہوگا، **فللّٰه دره ما الطف طبعه واسلم ذوقه واحدّ نظره** اور **سئے مايشعرون** اور **لايشعرون** جو ان آیات میں مذکور ہیں، دونوں جگہ **یشعرون** ایک لفظ ہے کوئی فرق نہیں، اس لئے حضرات مترجمین دونوں کے ترجمہ میں کچھ فرق نہیں فرماتے، مگر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اول کا ترجمہ ''نہیں بوجھتے'' اور دوسرے کا ''نہیں سمجھتے'' فرماتے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ جہاں تامل اور فکر کی حاجت ہوتی ہے اس کے سمجھنے کو ''بوجھنا'' کہتے ہیں، حضرت

ممدوح کے اس فرق فرمانے سے ادھر اشارہ ہو گیا کہ امر اول یعنی منافقون کا اپنے نفسوں کو دھوکا دینا اس کے سمجھنے میں کچھ تامل کی حاجت ہے، اور امر ثانی یعنی منافقوں کا مفسد ہونا بالکل ایک امر ظاہر ہے، ادنیٰ تامل کی بھی حاجت نہیں ۔ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے اس موقع میں لایشعرون اور لایعلمون کا فرق بیان کیا ہے، شاہ صاحب نے یہ کیا کہ ایک لفظ یشعرون کو دو موقعوں میں لانے سے بوجہ اختلاف محل جو باریک فرق نکلتا تھا اس کی طرف اشارہ فرما گئے۔

اس کے بعد عرض ہے کہ ہم نے یہ چند نظائر چھوٹی بڑی جو شروع قرآن مجید کے صفحہ ڈیڑھ صفحہ کے متعلق ہیں موضح القرآن سے بطور نمونہ اور تنبیہ عرض کر دیئے ہیں اس کو دیکھ کر ترجمہ موصوف کی خوبی اور کیفیت بالا جمال معلوم ہو سکتی ہے۔ اور ہمارے معروضات سابقہ کی تصدیق کے لئے انشاء اللہ کافی ہیں، اور ترجمہ مذکور کا اول سے آخر تلک یہی رنگ ہے، چنانچہ اہل علم پر واضح ہے مگر ہم اس امر سے معذور ہیں، کہ جیسا ہم نے بطور نمونہ اس مقام کے متعلق چند نظائر عرض کی ہیں اسی طرح پر تمام ترجمہ کے نظائر اور فوائد کو بیان کریں، اور نہ اس کی حاجت البتہ جو بات قابل تنبیہ ہو گی اس کو اپنے اپنے موقع پر بالا جمال یا بالتفصیل حاشیہ پر فوائد کے ذیل میں انشاء اللہ عرض کر دیں گے، اور اہل فہم کو ایک دو جزو غور سے سمجھ لینے کے بعد ان امور کے سمجھنے میں خود سہولت ہو جاوے گی۔

یہ امر بھی عرض کر دینے کے قابل ہے کہ حضرت حجۃ اللہ علی العالمین شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے جب اول قرآن شریف کا ترجمہ فرمایا تو حاشیہ پر ضروری فوائد بھی کچھ تحریر فرمائے، مگر نہایت مختصر اور مجمل اور بہت کم موقعوں پر جو عام مسلمانوں کو کسی مرتبہ میں بھی کافی نہیں ہو سکتے، اس کے بعد جب حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ [ص:۹] نے ترجمہ فرمایا تو حضرت ممدوح نے فوائد کو بھی ایک مقدار کافی ضروری تک بڑھا دیا، جو نہایت مفید اور کار آمد ہیں مگر مختصر عبارت اور سادہ الفاظ میں کہ بعض مواقع میں ہر کوئی سہولت سے نہیں سمجھ سکتا۔

اب اصل ترجمہ کی کیفیت بیان کرنے کے بعد اپنی ترمیم کے متعلق عرض ہے کہ یہ تو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ترمیم صرف دوامر کے متعلق ہے۔ لفظ متروک کو بدل دینا اور کہیں کہیں حسب ضرورت اجمال کو کھول دینا، اس کے بعد اتنا اور عرض ہے کہ جس موقع پر ہم کو لفظ بدلنے کی نوبت آئی ہے وہاں ہم نے یہ نہیں کیا کہ اپنی طرف سے جو مناسب سمجھا بڑھا دیا، نہیں بلکہ حضرات اکابر کے تراجم میں سے لینے کی کوشش کی ہے، خود موضح القرآن میں دوسری جگہ کوئی لفظ مل گیا یا حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کی اردو کی تفسیر میں یا حضرت مولانا رفیع الدین کے ترجمہ میں یا ''فتح الرحمٰن'' میں حتی الوسع ان میں سے لینے کو پسند کیا ہے، البتہ کچھ مواقع ایسے بھی نکلیں گے، جہاں کسی وجہ سے ہم نے اپنے خیال کے موافق کوئی لفظ داخل کر دیا ہے، اور جہاں ہم نے کوئی لفظ بدلا ہے، وہاں دونوں باتوں کا خیال رکھا یعنی لفظ ہلکا سہل محاورہ کے موافق بھی اور مطابق غرض اور موافق مقام بھی پورا ہو، اور جس جگہ ایسا لفظ ہم کو نہیں ملا وہاں جانب معنیٰ کو ترجیح دی ہے یعنی لفظ موافق مراد اور مناسب مقام کو اختیار کیا ہے، گو اس میں کسی قدر طول ہو یا لفظ بہت مشہور نہ ہو، اور ہم نے جس جگہ کسی مصلحت سے ترتیب کو بدلا ہے یا اور کوئی تغیر کیا ہے تو یہ ضرور لحاظ رکھا ہے کہ اس کی نظیر حضرات اکابر کے تراجم میں موجود ہونی چاہئے ایسا تغیر جس کی نظیر مقدس حضرات کے تراجم میں نہ ہو ہم نے کل ترجمہ میں جائز نہیں رکھا۔ اتفاق سے اگر کوئی موقع اس عرض کے خلاف ہو تو وہ یقیناً ہمارا سہو ہے یا خطا، بالقصد جان بوجھ کر ہم نے ایسا کہیں نہیں کیا۔

حضرات علماء میں بعض کلمات قرآنی کے ترجمہ میں باہم کچھ خلاف ہوا ہے اور بعض آیات کے مطلب میں بھی کچھ نزاع ہے سو ایسے مواقع میں ہم نے حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ ہی کا اتباع کیا ہے الا ماشاء اللہ کہ کسی موقع پر حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی متابعت اختیار کی ہو۔

فوائد کے متعلق یہ عرض ہے کہ موضح القرآن کے جملہ فوائد کے لینے کا التزام کیا گیا ہے، مگر

شاذونادر کہ کسی وجہ سے اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں سمجھی، اور فوائد میں چونکہ ہر طرح سے گنجائش اور وسعت [ص:۱۰] ہے ترجمہ کی طرح قید اور تنگی نہیں، تو اس لئے ہم نے اکثر یہ کیا ہے کہ حضرت ممدوح کے فوائد کو اپنی عبارت میں بیان کیا ہے، اور تقدیم وتاخیر تغیر وتبدل اجمال وتفصیل وغیرہ امور سے احتراز نہیں کیا، اور بہت سے فوائد بالاستقلال مفید اور نافع سمجھ کر مختلف موقعوں سے لے کر اپنی رائے سے بڑھادیے ہیں، اور حضرت شاہ صاحب کی تقلید کی وجہ سے ترجمہ میں اگر کسی جگہ قدرے تنگی رہ گئی تو اس کے بدلے میں مکافات سے بھی زائد فوائد میں اس کو واضح کردیا گیا ہے، اور بغرض تشریح وتسہیل وتکمیل فوائد کی تکثیر کو ہم نے اختیار کیا، فوائد میں طول ہوجانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے، کہ جو کوئی مترجم فوائد لکھتا ہے وہ صرف کلام مجید کے متعلق لکھتا ہے، اور احقر کو اس کے علاوہ حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ کے متعلق بھی بعض مواقع میں کچھ کچھ عرض کرنے کی نوبت آتی ہے، کیونکہ ہماری تمام سعی کا لب لباب دراصل ترجمہ موصوف کی خدمت گذاری ہے وبس۔ چونکہ بعض بعض مقامات پر کچھ کچھ ترمیم کرنے سے حقیقت میں یہ دوسرا ترجمہ نہیں ہوگیا اس لئے اس کا کوئی نام مستقل مقرر کرنا بھی ٹھیک نہیں تھا مگر صرف دفع التباس اور رفع اشتباہ کی مصلحت سے مناسب معلوم ہوا کہ اگر اصل ترجمہ کے نام کے علاوہ اس کا بھی کچھ نام رکھ دیا جاوے تو التباس واشتباہ سے پورا بچاؤ رہے گا، اس کا نام موضح قرآن ہے اُس کا نام موضح فرقان بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک کے ہیں ایک اور ہیں دو کے دو، کہنے کو دو اور حقیقت میں ہیں ایک۔ مگر موضح قرآن میں یہ خوبی ہے کہ تاریخی بھی ہے۔ موضح فرقان تاریخی نہیں ہاں گھٹا بڑھا کر کچھ تکلف کے بعد تاریخی بھی ہوسکتا ہے۔ قطعہ......

یادگار شہ عبدالقادرؒ ☆ ترجمہ موضح قرآن مجید

وہ کہ آن معدن صد خوبی را ☆ کرد ترمیم اقل العبید
بے ششش وپنج بگفتہ محمود ☆ سال او موضح فرقان حمید
۱۳۳۶ھ

اس کے بعد یہ عرض ہے کہ سب مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے رب کو پہچانیں، اوراس کی صفات اوراس کے احکام کو معلوم کریں، اور تحقیق کریں کہ حق تعالیٰ کونسی باتوں سے خوش ہوتا ہے، اور کون سی باتوں سے غصہ ہوتا ہے، اوراس کی خوشی کے کاموں کو کرنا، اوراس کی ناخوشی کے کاموں سے بچنا اسی کا نام بندگی ہے۔[ص:۱۰] اور جو بندگی نہ کرے وہ بندہ نہیں، اور سب کو معلوم ہے کہ آدمی جب پیدا ہوتا ہے سب چیزوں سے ناواقف اور محض انجان ہوتا ہے، پھر سکھلانے سے سب کچھ سیکھ لیتا ہے، اور بتلانے سے ہر چیز جان لیتا ہے، اسی طرح حق تعالیٰ کا پہچاننا اوراس کی صفات اوراحکام کا جاننا بھی بتلانے اور سکھلانے سے آتا ہے لیکن جیسا حق تعالیٰ نے ان باتوں کو قرآن شریف میں خود بتلایا ہے ویسا کوئی نہیں بتلاسکتا اور جو اثر اور برکت اور ہدایت خدائے تعالیٰ کے کلام پاک میں ہے وہ کسی کے کلام میں نہیں، اس لئے عام خاص جملہ اہل اسلام کو لازم ہے کہ اپنے اپنے درجہ کے موافق کلام اللہ کے سمجھنے میں غفلت اور کوتاہی نہ کریں۔ سو قرآن شریف کے اوپر کے درجہ کے مطالب اور خوبیاں تو عالموں کے سمجھنے کی بات ہے، مگر جو لوگ کہ علم عربی سے ناواقف ہیں ان کو بھی کم سے کم اتنا ضرور کرنا چاہئے کہ علماء دین نے جو سلیس ترجمے ان کی زبان میں عوام کی واقفیت اور ہدایت کے لئے کردیے ہیں، ان کے ذریعہ سے اپنے معبود حقیقی کے کلام کے سمجھنے میں ہرگز کاہلی نہ کریں، اوراس نعمت لازوال سے بالکل محروم نہ رہیں، کہ بہت بڑی بدبختی اور کم قسمتی ہے، مگراس میں اتنا اندیشہ ضرور ہے کہ فارسی خواں یا اردوداں جو محاورات عرب سے ناواقف ہے، محض سلیس ترجمہ کو دیکھ کر کچھ

کا کچھ سمجھ جاوے گا، کیونکہ پچھلی بات کا پہلی بات سے ملنا یا جدا ہو جانا اکثر مواقع میں بدون بتلائے ناواقف کی سمجھ میں نہیں آتا۔ اور کسی مضمون مجمل اور مبہم میں کچھ کا کچھ سمجھ جانا عوام سے کچھ بعید نہیں، یہاں تلک کہ بعض آیتوں میں ضمیر کے مرجع میں غلطی کھا کر خرابی میں پڑنے کا اندیشہ ہے، نیز یہ امر بھی ضروری ہے کہ کلام الٰہی کے معنی بلا سند معتبر نہیں، اور سلف صالحین کے مخالف کسی آیت کے معنی لینے جہل اور گمراہی ہے، بالخصوص موضح القرآن کے ان فوائد کو سمجھنا جو کہ جگہ جگہ حضرت شاہ صاحب نے اشارۃً ارشاد فرمائے ہیں، بدون بتلائے عالم واقف کے ممکن نہیں جیسا کہ ابھی معروض کر آیا ہوں، سو ان وجوہ سے لازم ہے کہ استاد سے سیکھنے میں مسلمان کاہلی اور کوتاہی نہ کریں، اور محض اپنی رائے پر اعتماد کر کے ثواب کے بدلے اللہ کا غصہ نہ کماویں، واللہ الموفق وھو یھدی السبیل.

یہ مضمون حضرت شاہ صاحب کا ہے جو تھوڑی سی تفصیلی اور تغیر کے ساتھ ہم نے مفید سمجھ کر عرض کر دیا ہے، اگر کاش مسلمانان ہند اس مفید قابل اہتمام مضمون کی پابندی کرتے تو آج ترجمہ موضح القرآن کے سمجھ [ص:۱۰] میں نہ آنے کی شکایت نہ کرتے، اور جو حضرات ترجمہ موصوف کے سمجھنے میں آج سست اور کاہل نظر آتے ہیں وہ دوسروں کے سمجھانے میں چست اور مستعد نظر آتے۔ حضرات علماء عام اہل اسلام کی بہبودی اور نفع رسانی کی غرض سے سہل سے سہل نئے نئے ترجمے شائع کرتے رہتے ہیں، مگر انصاف سے اس وقت تلک نفع مذکور باوجود کثرت تراجم عام اور شائع طور پر اہل اسلام میں نہیں پھیلا، جب تلک خود اہل اسلام ترجمۂ قرآن شریف کو ضروری اور مفید سمجھ کر اپنے شوق اور توجہ سے سیکھنا اور سمجھنا نہ چاہیں گے، اس وقت تک صرف تکثیر تراجم سے عوام کو کیا نفع پہنچ سکتا ہے، شیخ علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے، قطعہ......

فہم سخن تا نکند مستمع قوت طبع از متکلم مجوئے
فسحت میداں ارادت بیا تا بزند مرد سخن گوئے گوئے

حضرات علماء نے عوام کی بہبودی کی غرض سے جیسے سہل اور آسان متعدد ترجمے شائع فرمادئے ہیں، ایسے ہی اس کی بھی حاجت ہے کہ علی العموم مسلمانوں کو ان ترجموں کے سیکھنے اوران کے سمجھنے کی طرف رغبت بھی دلائی جاوے، علمائے کرام اہل اسلام کو خاص طور سے ترجموں کے سمجھنے اور پڑھنے کی ضرورت اوراس کی منفعت دل نشین کرنے میں کوتاہی نہ فرماویں، بلکہ ترجمہ کی تعلیم کے لئے ایسے سلسلے بھی قائم فرمادیویں، کہ جو چاہے بسہولت اپنی حالت کے مناسب اور فرصت کے موافق حاصل کر سکے۔ واللہ الموفق و المعین.

التماس اخیر: حضرت شاہ صاحب کے اصل ترجمہ کا احسن التراجم اور انفع التراجم ہونا تو انشاء اللہ ایسا نہیں کہ اہل علم ودیانت میں کوئی اس کا منکر ہو، ہاں احقر نے جو اس کی خدمت اور ترمیم کی ہے اس کی نسبت ضرور ہم کو خلجان ہے، اس لئے اہل علم وانصاف کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر یہ ترجمہ شائع ہو کر کسی وقت آپ حضرات تک پہنچے تو اس کی حاجت ہے کہ ایک نظر اس کو ملاحظہ فرما کر جو امور قابل اصلاح معلوم ہوں ان سے ہم کو مطلع فرمانے میں تامل نہ فرماویں، اور اگر کوئی صاحب بالاستقلال ترمیم فرمانا زیادہ پسند کریں تو وہ بالاستقلال اس خدمت کو انجام دینے میں سعی فرماویں۔ ہماری غرض صرف یہ ہے کہ یہ عمدہ اور مفید ترجمہ جو اہل علم اور عوام دونوں کو مفید ہے، ایک تھوڑے سے بہانہ سے نظروں سے نہ گر جاوے اور ہم اس کے فیض سے محروم نہ رہ جاویں، اور ایک صدقہ جاریہ میں خلل اور نقصان نہ آجاوے، جس طرح [ص:۱۱] ہو اور جو کوئی اس کی تلافی اور تدارک بہتر سے بہتر کر سکے وہ اس میں کوتاہی نہ کرے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے۔

یادداشت بعض امور کی جو ترجمہ یا فوائد میں خیال کیے گئے
تحریر شیخ الہند!

الف: حضرت شیخ الہندؒ کی یہ مختصر یادداشت مسودات ترجمہ میں موجود تھی، جس سے فوائد پر ایک روشنی پڑتی ہے، اس لئے اس کو بطور ضمیمہ مقدمہ کے شائع کیا جاتا ہے۔

[از مدینہ پریس، بجنور]

ب: یہ تحریر مقدمہ شیخ الہند کا حصہ نہیں، شیخ الہند نے اس موضوع اور ڈپٹی صاحب نذیر احمد کے ترجمہ پر مستقل تنقید لکھنی شروع فرمائی تھی، جو حواشی ترجمہ کی طرح ناتمام رہ گئی، یہ ناتمام تحریر بھی فوائد ونکات سے پر ہے اس لئے مقدمہ کے ضمیمہ کے طور پر یہاں شامل کی جارہی ہے۔[نور]

بِسۡمِ اللّٰـه الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم لغت میں یہ بات مسلم ہے کہ الرحمٰن میں بہ نسبت الرحیم مبالغہ زیادہ ہے لیکن اس کے فرق کی طرف سوائے شاہ صاحب کسی نے اشارہ نہیں کیا۔ بعض مترجموں نے تو بالکل الٹا کردیا، شاہ صاحب کا فرق ایسا دقیق تھا کہ اس کو کسی نے خیال نہیں کیا شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے ''جو بڑا مہربان نہایت رحم والا'' ہمارے ترجمہ میں اس کو خوب کھول دیا گیا اور یہ ترجمہ کیا گیا، ''بیحد مہربان نہایت رحم کرنے والا'' ''رحمٰن''، اور ''رحیم'' دونوں کے مبالغہ کو ظاہر کردیا اور بیحد اور نہایت کے لفظ نے باہمی فرق بھی بتلا دیا۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰه! [سورة الفاتحة، الآية: ۱] الحمد کا ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب

نے ہر ہر(۱) طرح کی تعریف کیا ہے لیکن اس ترجمہ میں نہایت باریک نقص تھا کیونکہ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی تعریفیں اللہ کے واسطے ہیں۔اس سے استغراق انواع ثابت ہوا نہ کہ استغراق افراد اور استغراق افرادی بڑھا ہوا ہوتا ہے اور وہی مراد بھی ہے۔اس لئے اس ترجمہ کو چھوڑ کر یہ ترجمہ کیا گیا ''سب تعریفیں اللہ کے لئے'' اس ترجمہ اور شاہ صاحب کے ترجمہ میں صرف الفاظ کے کم وبیش کا فرق ہے۔امر مذکور کے فائدہ میں مضمون کو کھول دیا ہے۔

مٰلِكِ يَومِ الدِّينِ [سورة الفاتحة،الآية:۳] مولوی نذیر احمد صاحب نے اس کا ترجمہ بادشاہ(۲) کا کیا ہے۔اگرچہ یہ ترجمہ اس قرأت کے موافق درست ہو جس میں **مَلِكِ يوم الدين** ہے مگر اس قرأۃ کے موافق درست نہیں ہے۔اس کا خیال رکھنا چاہئے تھا۔

غَيْرِ المَغْضُوبِ عَلَيْهِم [سورة الفاتحة،الآية:۷]!اس آیت شریفہ کا ترجمہ نہایت غور طلب امر ہے،تمام تفاسیر میں لکھا ہے کہ غیر ،الذین کی صفت ہے یا بدل ہے لیکن تمام مترجموں نے اس کا خیال نہیں کیا بلکہ خلاف ترکیب لفظی یہ ترجمہ کیا ہے۔''نہ اس کی راہ'' البتہ شاہ صاحب کے ترجمہ میں دونوں احتمال تھے۔اس لئے تمام تراجم کے خلاف اس آیت کے ترجمہ کو تفاسیر کے موافق کر دیا،اور فائدہ میں اصل مدعا کو کھول دیا ہے۔

---

(۱) اصل ترجمہ میں ''ہر ہر'' کی جگہ ''ہر طرح کی تعریف'' لکھا ہوا ہے۔دیکھئے،ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد،سورۂ فاتحہ
خورد ــــــ ص:۲،طبع جے اینڈ سنز برقی دہلی،۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء،دہلی
کلاں ــــــ ص:۲،طبع مفید عام،آگرہ،۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء،آگرہ

(۲) اصل ترجمہ میں ''بادشاہ'' نہیں ہے بلکہ ''حاکم'' لکھا ہوا ہے۔دیکھئے:ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد،سورۂ فاتحہ
خورد ــــــ ص:۲،طبع دہلی،۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء
کلاں ــــــ ص:۲،طبع آگرہ،۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

الـــم! حروف مقطعات کے معانی میں مولوی نذیر احمد صاحب نے علماء کے اوپر شخصی رائے کا الزام لگایا تھا، جس کے جواب کی طرف فائدہ میں اشارہ کیا ہے۔[1]

لَارَیْبَ فِیْهِ [سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ۱] اس آیت کے فائدہ میں بہت سے شبہات اور اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

دوجگہ لفظ یَشْعُرُوْنَ [سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ۹-۱۲] وارد ہوا ہے تمام مترجموں نے دونوں جگہ ایک ہی ترجمہ کیا ہے یعنی نہیں سمجھتے البتہ شاہ صاحب نے فرق کیا ہے جو نہایت باریک ہے وہ یہ کہ اول میں ''بوجھتے'' اور دوسرے میں ''سمجھتے'' لیکن یہ فرق بہت مخفی تھا اس کو ہمارے ترجمہ میں کھول دیا گیا ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ [سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ۱۰] الخ يَكْذِبُوْنَ کا ترجمہ مولوی نذیر احمد[2] صاحب وغیرہ نے ''جھوٹ بولتے تھے'' کیا ہے اور شاہ صاحب نے ''جھوٹ کہتے تھے''۔ لیکن صحیح ترجمہ یہی ہے جو شاہ صاحب نے کیا ہے کیونکہ یہ سزا مطلقاً جھوٹ بولنے کی عادت کی نہ تھی، بلکہ خاص اس جھوٹ کہنے کی کہ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ [سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ۸] یعنی نفاق کی بولنے اور کہنے میں باریک فرق ہے۔ اور فائدہ میں اس کو واضح کر دیا ہے۔

---

(۱) ڈپٹی نذیر احمد صاحب کے الفاظ یہ ہیں: بعض مفسرین نے جو معنے تجویز کئے ہیں وہ ان کی اپنی رائے ہے۔۱۲

دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ـــــــ سورۃ البقرۃ

خورد ـــــ ص:۳، فائدہ نمبر:۱، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء

کلاں ـــــ ص:۳، فائدہ نمبر:۱، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

(۲) اصل ترجمہ میں ترجمہ یوں ہے: ''اور ان کو جھوٹ بولنے کی سزا میں عذابِ دردناک (ہونا) ہے''

دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد، سورۃ البقرۃ

خورد ـــــ ص:۴، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء

کلاں ـــــ ص:۴، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

یَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِم [سورة البقرة، الآیة:۱۵] اس آیت کے ترجمہ میں نذیر احمد صاحب وغیرہ مترجموں نے سب نے غلطی کی ہے کہ فِیْ طُغْیَانِهِم[1] کو یَعْمَهُوْنَ کے متعلق کیا ہے حالانکہ اس سے معتزلہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اس کو یَمُدُّ کے متعلق کیا جاوے اور جو مذہب اہل سنت کا ہے اس کو ظاہر کر دیا جاوے شاہ صاحب کا ترجمہ اسی طرح پر ہے اور ہمارے ترجمہ میں اس کو واضح کر دیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مولوی نذیر احمد صاحب نے عمی اور عمه کے فرق کو بالکل اڑا کر بے موقع ترجمہ کیا ہے، دیکھنے سے یہ فرق معلوم ہوگا۔ فَمَارَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ الخ[2] [سورة البقرة، الآیة:۱۶] اس کا ترجمہ غلط کیا ہے۔

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِم[3] [سورة البقرة، الآیة:۱۷] مولوی نذیر احمد صاحب نے آنکھوں کا نور مراد لیا ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ فَلَمَّآ اَضَآءَ تْ مَاحَوْلَهُ[4] [سورة البقرة، الآیة:۱۷] اس آیت میں فعل لازم کا ترجمہ کیا ہے حالانکہ قرآن مجید میں ہماری قرأت فعل

(۱) اصل میں ترجمہ یوں ہے: ’’اور ان کو ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں پڑے ٹامک ٹوئیے مارا کریں‘‘
دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد، سورۃ البقرۃ
خورد ــــــ ص:۵، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء
کلاں ــــــ ص:۵، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

(۲) ڈپٹی نذیر احمد صاحب نے لکھا ہے: ’’سو نہ تو ان کی تجارت ہی سودمند ہوئی اور نہ راہ راست ہی پر قائم رہے‘‘
دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورۃ البقرۃ
خورد ــــــ ص:۵، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء
کلاں ــــــ ص:۵، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

(۳-۴) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورۃ البقرۃ
خورد ــــــ ص:۵، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء
کلاں ــــــ ص:۵، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

متعدی کی ہے۔ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذرَ المَوْتِ[1] [سورۃ البقرۃ،الآیۃ:۱۹] اس کے ترجمہ میں بلاداعی تقدیم وتاخیر ایسی کی کہ مطلب الٹا ہو گیا۔

وَاُتُوا بِہٖ مُتَشَابِھًا[2] [سورۃ البقرۃ،الآیۃ:۲۵] مولوی نذیر احمد صاحب نے اپنے ترجمہ میں جنت کے تمام پھلوں کو ہم شکل بتایا ہے یہ احتمال مرجوح ہے، اس آیت پر فائدہ میں خوب تشریح کردی گئی ہے۔

فَیَعْلَمُونَ اَنَّه الحَقُّ مِنْ رَبِّھِمْ[3] [سورۃ البقرۃ،الآیۃ:۲۶] اس کے ترجمہ میں من ربھم کو معطوف بنادیا۔ اور محض خبط کیا۔

کَیْفَ تَکْفُرُونَ بِاللّٰہ[4] [سورۃ البقرۃ، الآیۃ:۲۸] اس کا ترجمہ سب کے خلاف اور

---

(۱) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورۃ البقرۃ
خورد ــــ ص:۶، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء
کلاں ــــ ص:۵، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

(۲) اصل میں ترجمہ یوں ہے: ’’ان کو ایک ہی صورت (شکل) کے میوے ملا کریں گے‘‘
دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورۃ البقرۃ
خورد ــــ ص:۷، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء
کلاں ــــ ص:۶، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

تنبیہ: ڈپٹی صاحب نے جنت کے پھلوں کو ہم شکل ہونے کا احتمال صرف بیان کیا، شیخ الہند نے بھی جنت کے پھلوں کے متعلق دو احتمال بیان کئے ہیں، شیخ الہند نے بھی راجح اور مرجوح کا ذکر نہیں کیا ہے، ملاحظہ ہو: ترجمہ شیخ الہند، سورۃ البقرۃ، ص:۶، فائدہ:۶ مطبوعہ مدینہ پریس بجنور۔

(۳) اصل میں ترجمہ یوں ہے ’’وہ تو یقین رکھتے ہیں کہ یہ (مثال بالکل) ٹھیک ہے (اور یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ) ان کے پروردگار (ہی) کی طرف سے (ہے)‘‘ دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد، سورۃ البقرۃ
خورد ــــ ص:۷، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء
اور کلاں ــــ ص:۷، میں ’’مثال بالکل‘‘ میں بریکٹ موجود نہیں ہے‘‘ مطبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

(۴) اصل میں ترجمہ یوں ہے: ’’(لوگو!) کیونکر تم خدا کا انکار کرسکتے ہو‘‘ دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــ سورۃ البقرۃ
خورد ــــ ص:۸، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء
کلاں ــــ ص:۷ طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

غلط معلوم ہوتا ہے۔

وَزَوْجُكَ الجَنَّةَ[1] [سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ۳۵] ترجمہ زوجہ کا بی بی کیا ہے، آگے جا کر محصنہ کا یہی ترجمہ ہے، **اِنَّہُ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ**[2] [سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ۳۷] غائب کا ترجمہ مخاطب کیا ہے، **مُصَدِّقًالِّمَامَعَکُمْ**[3] [سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ۴۱]، اس کا ترجمہ عطف کے ساتھ کیا ہے۔ **بکر** کا ترجمہ بچھیا[4] کیا ہے۔ **اِلَّا اَمَانِیَّ**[5] کے معنی مخدوش اور مرجوح لئے،

(۱) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورۃ البقرۃ

خورد ــــــ ص:۹، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء

کلاں ــــــ ص:۸، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

(۲) ڈپٹی نذیر احمد صاحب نے اس جگہ غائب کا ترجمہ مخاطب سے نہیں کیا ہے۔

ملاحظہ ہو: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورۃ البقرۃ

خورد ــــــ ص:۱۰، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء

کلاں ــــــ ص:۹، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

(۳) ترجمہ اصل میں یوں ہے: "(اور وہ) اس (کتاب تورات) کی تصدیق کرتا ہے" دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد، سورۃ البقرۃ

خورد ــــــ ص:۱۰، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء

کلاں ــــــ ص:۹، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

(۴) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورۃ البقرۃ

خورد ــــــ ص:۱۶، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء

کلاں ــــــ ص:۱۴، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

(۵) ترجمہ اصل میں یوں ہے: "(منھ سے لفظوں کے) بُڑ بُڑا لینے کے سوا"

دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورۃ البقرۃ

خورد ــــــ ص:۱۸، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء

کلاں ــــــ ص:۱۵، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ[1] [سورة البقرة،الآية: ٨٠] میں فاء کا ترجمہ ''اور'' کیا ہے۔ قَالُوْا سَمِعْنَا[2] [سورة البقرة،الآية:٩٣] کا ترجمہ ''ان لوگوں نے گویا زبان حال سے یہ کہا'' ......الخ کیا ہے۔ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا..الخ[3] [سورة البقرة،الآية:٩٧] حال کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى...الخ[4] [سورة البقرة، الآية:١٣٢] بنی کا ترجمہ مفرد کیا ہے۔

پارہ سیقول: لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ.الخ[5] [سورة البقرة ،الآية: ١٥٠]کو ترجمہ نذیریہ میں بار بار حکم دینے کو استقبال کعبہ کی علت بنایا ہے جو غلط ہے، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ

(۱) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورة البقرة

خورد ــــ ص:۱۸، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء

کلاں ــــ ص:۱۶، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

(۲) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورة البقرة

خورد ــــ ص:۲۲، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء

کلاں ــــ ص:۱۹، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

(۳) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورة البقرة

خورد ــــ ص:۲۳، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء

کلاں ــــ ص:۱۹، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

(۴) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورة البقرة

خورد ــــ ص:۳۰، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء

کلاں ــــ ص:۲۷، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

(۵) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورة البقرة

خورد ــــ ص:۳۵، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء

کلاں ــــ ص:۳۰، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

مَرِيضاً... الخ [1] [سورۃ البقرۃ،الآیۃ:١٨٤] فا کا ترجمہ غلط کیا ہے،**وعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيقُونه... الخ** [2] [سورۃ البقرۃ،الآیۃ:١٨٤] اس سے مسئلہ غلط بیان کیا ہے۔ **شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِى اُنْزِلَ فِيهِ الْقُراٰنُ** [3] [سورۃ البقرۃ، الآیۃ:١٨٥]اس کا ترجمہ بہت بے موقع کیا ہے۔

مگر تفسیر کبیر [ص:۱۱] کا حوالہ دیا ہے،**اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ** [4] [سورۃ البقرۃ، الآیۃ:١٨٦]**الخ** کا ترجمہ غلط کیا ہے، **ثُمَّ اَفِيْضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ** [5] [سورۃ البقرۃ الآیۃ:١٩٩] کا ترجمہ خراب کیا،**وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا مَعَهٗ** کا ترجمہ الٹا کیا، **فَلَمَّا جَاوَزَهٗ**

(۱) اصل میں ترجمہ یوں ہے: ”اس پر بھی جو شخص تم میں سے بیمار ہو“
دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ـــــ سورۃ البقرۃ
خورد ـــــ ص:۴۲،طبع دہلی،۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء
کلاں ـــــ ص:۳۶طبع آگرہ،۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

(۲) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ـــــ سورۃ البقرۃ
خورد ـــــ ص:۴۳،فائدہ:۱،طبع دہلی،۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء
کلاں ـــــ ص:۳۷،فائدہ:۱،طبع آگرہ،۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

(۳) ملاحظہ ہو: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ـــــ سورۃ البقرۃ
خورد ـــــ ص:۴۳،فائدہ:۲،طبع دہلی،۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء
کلاں ـــــ ص:۳۷،فائدہ:۲،طبع آگرہ،۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

(۴) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ـــــ سورۃ البقرۃ
خورد ـــــ ص:۴۳،مطبع دہلی،۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء
کلاں ـــــ ص:۳۷مطبع آگرہ،۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

(۵) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ـــــ سورۃ البقرۃ
خورد ـــــ ص:۴۸،مطبع دہلی،۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء
کلاں ـــــ ص:۴۰مطبع آگرہ،۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

هُوَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا مَعَهٗ[1] [سورة البقرة، الآية: ٢٤٩] معه کو امنوا کے متعلق کیا جاوز کے نہیں کیا۔ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ.[2] [سورة البقرة الآية: ٢٥٩] الخ اس کے ترجمہ اور فائدہ میں اظہار خباثت معلوم ہوتا ہے لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ[3] [سورة البقرة، الآية: ٢٢٦] اس کے ترجمہ اور فائدہ میں تعارض ہے اور مذہب کے بھی خلاف ہے۔

تلک الرسل: اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ.[4] [سورة البقرة، الآية: ٢٥٩] ..الخ کا

---

(۱) اصل میں ترجمہ یوں ہے: ”پھر جب طالوت اور ایمان والے جو اس کے ساتھ تھے نہر کے پار ہو گئے“
دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورۃ البقرۃ
خورد ــــــ ص: ۶۳، مطبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء
کلاں ــــــ ص: ۵۴، مطبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

تنبیہ: شیخ الہند نے یہاں پر یہ اعتراض کیا کہ ڈپٹی صاحب نے ”معه“ کو ”امنوا“ کے متعلق کیا لیکن یہ بات درست نہیں ہے بلکہ ڈپٹی صاحب نے ”معه“ کو ”الذین امنوا“ کے متعلق کیا ہے، صرف ”امنوا“ کے متعلق کرنے سے فعل ایمان (ایمان لانے) میں معیت کا مطلب نکلتا ہے، اور ”الذین امنوا“ کے متعلق کرنے سے صاحب ایمان کی معیت کا مفہوم نکلتا ہے جیسا کہ مذکورہ ترجمہ اس پر دال ہے۔ ہاں البتہ یہ بات درست ہے کہ ڈپٹی صاحب نے ”معه“ کو ”جاوز“ فعل کے متعلق نہیں کیا۔

(۲) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورۃ البقرۃ
خورد ــــــ ص: ۶۷، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء
کلاں ــــــ ص: ۵۷، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

(۳) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورۃ البقرۃ
خورد ــــــ ص: ۵۵، فائدہ: ۳، مندرجہ بر ص: ۵۶، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء
کلاں ــــــ ص: ۴۷، فائدہ: ۳، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

(۴) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورۃ البقرۃ
خورد ــــــ ص: ۶۷، طبع دہلی، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء
کلاں ــــــ ص: ۵۶، طبع آگرہ، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

ترجمہ بے ڈھنگا خلاف محاورہ کیا ہے، **فَخُذْ اَرْبَعَةً**[1] [سورۃ البقرۃ،الآیۃ:۲۶۰] اس کا ترجمہ بے موقع ہوا ہے، **فَتَرَكَهٗ صَلْدًا**[2] [سورۃ البقرۃ، الآیۃ:۲۶۴] ، **صَلْدًا** کا ترجمہ "سپاٹ" نادرست معلوم ہوتا ہے،**وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ**[3] [سورۃ البقرۃ،الآیۃ:۲۷۲] اس کا ترجمہ خبط سے خالی نہیں۔

ولو اننا: قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا.[4] [سورۃ الاعراف،الآیۃ:۳۲] **فِی الحَیٰوۃ** کو غلطی سے اٰمَنُوا کے متعلق کردیا ہے۔

---

(۱) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورۃ البقرۃ

خورد ــــــ ص:۶۷،طبع دہلی،۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء

کلاں ــــــ ص:۵۷طبع آگرہ،۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

(۲) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورۃ البقرۃ

خورد ــــــ ص:۶۹،مطبع دہلی،۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء

کلاں ــــــ ص:۵۸،مطبع آگرہ،۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

(۳) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورۃ البقرۃ

خورد ــــــ ص:۷۱،مطبع دہلی،۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء

کلاں ــــــ ص:۶۰،مطبع آگرہ،۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

(۴) دیکھئے: ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد ــــــ سورۃ البقرۃ

خورد ــــــ ص:۲۴۵،مطبع دہلی،۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء

کلاں ــــــ ص:۲۰۴مطبع آگرہ،۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء

قرآن مجید کی سورتوں کے ترجمہ کی تاریخ اختتام

سورۂ توبہ سے آخر قرآن مجید تک

شیخ الہند مولانا محمود حسن کے مبارک قلم سے

تمت سورة التوبة — والحمدلله ـ ۲۵/ جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ، دیوبند — [ص:۳۲۹]

اختتام سورة یونس — ۱۳/ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ، مالطه فی الاسر والحمدللّٰه — [ص:۳۵۱]

اختتام سورة هود — ۱۷/ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ مالطه — اسر — [ص:۳۷۴]

اختتام سورة یوسف — ۷/ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ مالطه — [ص:۳۹۵]

اختتام سورة الرعد — ۱۳/ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ مالطه فی الاسر ـ والحمد للّٰه — [ص:۴۰۶]

اختتام سورة ابراهیم — ۱۸/ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ، مالطه اسر ـ والحمدللّٰه — [ص:۴۱۶]

اختتام سورة الحجر — ۲۴/ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ — [ص:۴۳۵]

اختتام سورة النحل — محرم ۱۳۳۶ھ، فی مالطه حالة الاسر — والحمدللّٰه — [ص:۴۴۸]

اختتام سورة بنی اسرائیل — ۲۴/ محرم ۱۳۳۶ھ، مالطه — [ص:۴۶۷]

اختتام سورة الكهف — ۱۱/ صفر ۱۳۳۶ھ، مالطه — [ص:۴۸۵]

اختتام سورة مریم — فی ۱۸/ صفر ۱۳۳۶ھ، بمالطه — [ص:۴۹۷]

اختتام سورة طٰه — یکم ربیع الاول ۱۳۳۶ھ، مالطه — [ص:۵۱۲]

اختتام سورة الانبیاء — ۹/ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ، مالطه — [ص:۵۲۸]

اختتام سورۃ حٰمٓ السجدۃ ــــ ۱۵/رجب ۱۳۳۶ھ، مالطہ ــــ	[ص:۷۷۰]
اختتام سورۃ الشوریٰ ــــ ۱۸/رجب ۱۳۳۶ھ، مالطہ ــــ	[ص:۷۸۰]
اختتام سورۃ الزخرف ــــ ۲۳/رجب ۱۳۳۶ھ، مالطہ ــــ	[ص:۷۹۰]
اختتام سورۃ الدُّخان ــــ ۲۶/رجب ۱۳۳۶ھ، مالطہ ــــ	[ص:۷۹۵]
اختتام سورۃ الجاثیۃ ــــ ۲۷/رجب ۱۳۳۶ھ، فی الاسر، مالطہ ــــ	[ص:۸۰۰]
اختتام سورۃ الاحقاف ــــ ۲۹/رجب ۱۳۳۶ھ، اسر مالطہ ــ والحمدللہ ــــ	[ص:۸۰۸]
اختتام سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ــــ یکم/شعبان، فی مالطہ ــــ	[ص:۸۱۵]
اختتام سورۃ الفتح ــــ ۵/شعبان، مالطہ ــــ	[ص:۸۲۲]
اختتام سورۃ الحجرات ــ ۶/شعبان، ۱۳۳۶ھ فی اسر مالطہ ــ والحمدللہ ــ	[ص:۵۲۶]
اختتام سورۃ قٓ ــــ ۸/شعبان، ۱۳۳۶ھ مالطہ فی الاسر ــــ	[ص:۸۳۰]
اختتام سورۃ الذّٰریٰت ــــ ۱۰/شعبان، ۱۳۳۶ھ اسر مالطہ ــــ	[ص:۸۳۵]
اختتام سورۃ الطور ــــ ۱۲/شعبان، ۱۳۳۶ھ فی اسر مالطہ ــــ	[ص:۸۳۹]
اختتام سورۃ النجم ــــ ۱۳/شعبان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ــــ	[ص:۸۴۳]
اختتام سورۃ القمر ــــ ۱۶/شعبان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ــــ	[ص:۸۴۷]
اختتام سورۃ الرحمن ــــ ۱۷/شعبان، ۱۳۳۶ھ اسر مالطہ ــ والحمدللہ ــ	[ص:۸۵۲]
اختتام سورۃ الواقعۃ ــــ ۱۹/شعبان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ــــ	[ص:۸۵۸]
اختتام سورۃ الحدید ــــ تاریخ نہ دارد ــــ	[ص:۸۶۴]
اختتام سورۃ المجادلۃ ــــ ۲۴/شعبان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ــــ	[ص:۸۷۰]
اختتام سورۃ الحشر ــــ ۲۷/شعبان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ــــ	[ص:۸۷۶]

اختتام سورة الممتحنة ــ ۲۹/شعبان،۱۳۳۶ھ مالطه ــ	[ص:۸۸۰]
اختتام سورة الصف ــ ۲۹/شعبان،۱۳۳۶ھ مالطه–والحمدللّٰه ــ	[ص:۸۸۲]
اختتام سورة الجمعة ــ ۳۰/شعبان،۱۳۳۶ھ مالطه ــ	[ص:۸۸۴]
اختتام سورة المنٰفقون ــ یکم/رمضان،۱۳۳۶ھ مالطه ــ	[ص:۸۸۷]
اختتام سورة التغابن ــ ۲/رمضان،۱۳۳۶ھ اسر مالطه ــ	[ص:۸۹۰]
اختتام سورة الطلاق ــ ۳/رمضان،۱۳۳۶ھ مالطه ــ	[ص:۸۹۳]
اختتام سورةالتحریم ــ ۴/رمضان،۱۳۳۶ھ مالطه۔ والحمدللّٰه ــ	[ص:۸۹۶]
اختتام سورة الملك ــ ۶/رمضان،۱۳۳۶ھ مالطه ــ	[ص:۹۰۰]
اختتام سورة القلم ــ ۷/رمضان،۱۳۳۶ھ فی مالطه ــ	[ص:۹۰۴]
اختتام سورة الحاقة ــ ۸/رمضان،۱۳۳۶ھ مالطه اسر۔ والحمدللّٰه ــ	[ص:۹۰۷]
اختتام سورة المعارج ــ ۹/رمضان،۱۳۳۶ھ مالطه ــ	[ص:۹۱۰]
اختتام سورة نوح ــ ۱۰/رمضان،۱۳۳۶ھ مالطه ــ	[ص:۹۱۲]
اختتام سورة الجن ــ ۱۲/رمضان،۱۳۳۶ھ مالطه ــ	[ص:۹۱۵]
اختتام سورة المزمل ــ ۱۳/رمضان،۱۳۳۶ھ مالطه ــ	[ص:۹۱۸]
اختتام سورة المدثر ــ ۱۴/رمضان،۱۳۳۶ھ مالطه ــ	[ص:۹۲۱]
اختتام سورة القیٰمة ــ ۱۵/رمضان،۱۳۳۶ھ ــ	[ص:۹۲۳]
اختتام سورة الدهر ــ ۱۷/رمضان،۱۳۳۶ھ ــ	[ص:۹۲۶]
اختتام سورة المرسلت ــ ۱۸/رمضان،۱۳۳۶ھ مالطه،اسر۔ والحمدللّٰه ــ	[ص:۹۲۸]
اختتام سورة النبا ــ ۱۹/رمضان،۱۳۳۶ھ فی اسر مالطه ــ	[ص:۹۳۱]

اختتام سورۃ النّٰزعٰت ـــ ۲۰؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ـــ [ص:۹۳۳]

اختتام سورۃ عبس ـــ ۲۲؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ـــ [ص:۹۳۵]

اختتام سورۃ التکویر ـــ ۲۲؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ـــ [ص:۹۳۶]

اختتام سورۃ الانفطار ـــ ۲۳؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ـــ [ص:۹۴۰]

اختتام سورۃ الانشقاق ـــ ۲۴؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ـــ [ص:۹۴۲]

اختتام سورۃ البروج ـــ ۲۴؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ اسر مالطہ ـــ [ص:۹۴۳]

اختتام سورۃ الطارق ـــ ۲۴؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ـ والحمد للّٰہ ـــ [ص:۹۴۴]

اختتام سورۃ الاعلیٰ ـــ ۲۵؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ـــ [ص:۹۴۵]

اختتام سورۃ الغاشیۃ ـــ ۲۶؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ـــ [ص:۹۴۶]

اختتام سورۃ الفجر ـــ ۲۷؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ ـــ [ص:۹۴۸]

اختتام سورۃ البلد ـــ ۲۷؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ـــ [ص:۹۴۹]

اختتام سورۃ الشمس ـــ ۲۷؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ، اسر ـــ [ص:۹۵۰]

اختتام سورۃ اللیل ـــ ۲۷؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ـــ [ص:۹۵۱]

اختتام سورۃ الضحیٰ ـــ ۲۸؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ـــ [ص:۹۵۱]

اختتام سورۃ الانشراح ـــ ۲۸؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ـــ [ص:۹۵۲]

اختتام سورۃ التین ـــ ۲۸؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ـــ [ص:۹۵۳]

اختتام سورۃ العلق ـــ ۲۸؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ فی الاسر ـ والحمدللّٰہ ـــ [ص:۹۵۴]

اختتام سورۃ القدر ـــ ۲۹؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ـــ [ص:۹۵۴]

اختتام سورۃ البینۃ ـــ ۲۹؍ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ـــ [ص:۹۵۵]

اختتام سورۃ الزلزال ـــ ۲۹/ رمضان، ۱۳۳۶ھ مالطہ ـــ [ص:۹۵۶]

اختتام سورۃ العدیٰت ـــ ۲۹/ رمضان، ۱۳۳۶ھ ـــ [ص:۹۵۶]

اختتام سورۃ القارعۃ ـــ سنہ ندارد ـــ [ص:۹۵۷]

اختتام سورۃ التکاثر ـــ ۳۰/ رمضان، ۱۳۳۶ھ ـــ [ص:۹۵۸]

اختتام سورۃ العصر ـــ ۳۰/ رمضان، ۱۳۳۶ھ ـــ [ص:۹۵۸]

اختتام سورۃ الھمزہ ـــ ۳۰/ رمضان، ۱۳۳۶ھ ـــ [ص:۹۵۹]

اختتام سورۃ الفیل ـــ ۲/ شوال ـــ [ص:۹۶۰]

اختتام سورۃ قریش ـــ ۲/ شوال ـــ [ص:۹۶۰]

اختتام سورۃ الماعون ـــ ۲/ شوال ـــ [ص:۹۶۱]

اختتام سورۃ الکوثر ـــ ۲/ شوال ـــ [ص:۹۶۱]

اختتام سورۃ الکفرون ـــ ۲/ شوال ـــ [ص:۹۶۲]

اختتام سورۃ النصر ـــ ۲/ شوال ـــ [ص:۹۶۲]

اختتام سورۃ اللّھب ـــ ۲/ شوال ـــ [ص:۹۶۳]

اختتام سورۃ الاخلاص ـــ ۲/ شوال ـــ [ص:۹۶۳]

اختتام سورۃ الفلق ـــ ۲/ شوال ـــ [ص:۹۶۳]

اختتام سورۃ الناس ـــ ۲/ شوال ـــ [ص:۹۶۴]

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے
حالات اور علمی کمالات، اجمالی تعارف
(شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی ایک کمیاب اور نادر تحریر)

تمہید اور حواشی: نور الحسن راشد کاندھلوی

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی (ولادت: ۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۱ء) وفات ۱۸ / ربیع الاول ۱۳۳۹ھ/ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء، سہ شنبہ کی جلالتِ شان، وفور علم، دینی علمی سیاسی خدمات، دار العلوم کی مسند صدارت اور دوسرے کمالات روز روشن کی طرح عیاں ہیں، محتاج بیان نہیں۔ حضرت موصوف پر کئی کتابیں اور پچیس تیس اچھے مضامین لکھے گئے ہیں اور یونیورسٹیوں میں تحقیق بھی ہوئی ہے اور مختلف پہلوؤں سے حضرت مولانا کی شخصیت اور کمالات کا تعارف کرایا گیا ہے، لیکن حضرت موصوف کے متعلق چند اہم اور قابل قدر تحریریں ایسی بھی ہیں جو اب تک عموماً متعارف نہیں، حضرت شیخ الہند پر لکھے گئے مضامین اور تحریروں کی فہرست میں ان کا ذکر نہیں آتا، حالاں کہ یہ غیر متعارف تحریریں اور مضامین کئی طرح سے اہم اور لائق توجہ ہیں:

(۱) ان میں حضرت موصوف کے کچھ ایسے حالات وکمالات کا ذکر ہے جس کا دوسری تحریروں میں بالکل ذکر نہیں آیا، یا مجمل تذکرہ ہے۔

(۲) ان کے لکھنے والے اپنی الگ الگ حیثیتوں کے باوجود ایسے بلند مقام اور معتبر اصحاب ہیں کہ ان کی تحریریں اور اطلاعات (حضرت شیخ الہند کے حوالہ سے) دستاویز اور سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔

(۳) ان لکھنے والوں نے حضرت کو کچھ ایسے زاویوں سے دیکھا ہے جن کا بعد والوں اور دور سے دیکھنے والوں کو ہرگز علم اور اندازہ نہیں ہوسکتا ت۔

منجملہ ایسی نادر تحریروں کے ایک اہم مضمون شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ حضرت مولانا کی متعدد تحریروں میں حضرت شیخ الہند کا تذکرہ ہے اور سب ہی جانتے ہیں کہ حضرت مدنی کی زندگی شیخ الہند کی زندگی کا ایک پرتو اور تصویر تھی اور حضرت مولانا کی منجملہ اور خدمات کے ایک بڑا کام تذکار شیخ الہند کو تازہ رکھنا اور ان کی ہمہ وقت یاد دہانی تھی، مگر حضرت شیخ الہند پر لکھی گئی حضرت مولانا مدنی کی تحریروں میں سے ایک تحریر ایسی بھی ہے، جو عموماً غیر متعارف اور حضرت شیخ الہند پر لکھے گئے مضامین کے مجموعوں میں شامل نہیں اور متعلقہ تحریرات و مضامین میں اس کا حوالہ بھی بہت کم ہے، حالانکہ یہ تحریر حضرت شیخ الہند پر لکھے گئے مضامین و تحریرات میں بعض پہلوؤں سے منفرد اور ایک یادگار تحریر ہے۔

الف: اس میں حضرت مدنی نے شیخ الہند کی سیاسی زندگی اور خدمات کے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھا، جب کہ حضرت مدنی یہ تحریر لکھنے سے پانچ سال پہلے سفرنامہ اسیر مالٹا لکھ چکے تھے[1] (جو سفر مالٹا کی تفصیلی روداد، شیخ الہند کی سیاسی تحریک پر اہم دستاویز اور مستند مآخذ ہے) بلکہ حضرت کی مالٹا کی اسیری اور قیام کی وجہ اور بڑا مقصد شیخ الہند کے اوقات کو ترجمہ قرآن شریف کے لئے فارغ کرانا قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ:

"ہندوستان میں عرصہ دراز تک (یہ) کام کرتے رہے مگر ہجوم خلائق اور کثرت

(۱) سفرنامہ اسیر مالٹا کی تالیف یکم ربیع الاول ۱۳۴۰ھ (۳ر نومبر ۱۹۲۱ء) کو مکمل ہوئی اور اسی وقت (نومبر ۱۹۲۱ء میں) پہلی مرتبہ سوراج پرنٹنگ پریس دہلی سے محمد مہدی عثمانی ناظم خلافت عثمانیہ دارالاشاعت والتجارت دیوبند نے شائع کرائی۔ اس کے بعد دو طباعتیں دارالعلوم دیوبند کے افغانی طالب علموں کی کوشش سے چھپیں۔ یہ تینوں طباعتیں ہمارے ذخیرہ میں موجود ہیں۔

واردین واشغال نے جب کہ تکمیل نہ ہونے دی، تو قدرت نے مالٹا میں غالباً اسی کام کے لئے ڈال دیا، جہاں بالکل فرصت ہی فرصت تھی“

ب: شیخ الہند کے تعلیمی سفر، ذوق عبادت وتلاوت کا خاص انداز میں ذکر کیا گیا ہے، جس میں بعض معلومات ایسی ہیں جو اور تحریروں میں شامل نہیں۔

ج: شعروادب سے دلچسپی کا بھی خاصے اہتمام سے ذکر کیا گیا ہے۔

مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات: آج کل ہمارے بعض حلقوں میں اردو شعر وادب سے رابطہ ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے، اوراس کے ذوق کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے، حالاں کہ یہ خیال بالکل غلط، دین کی تحریری خدمات کے راستہ میں ایک بڑی رکاوٹ اور اکابر علماء کے معمول کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شعروسخن کا وسیع گہرا رچا ہوا ذوق، اسلامی علمی زبانوں کے ادبی سرمایہ پر عالمانہ نظر، ان کے اسالیب نثر اور لغت وقواعد سے بھرپور واقفیت، قدیم علماء کا خاص وصف اور طرۂ امتیاز رہا ہے، ہمارے متعدد بڑے علماء اور اکابر جس طرح عربی فارسی زبانوں پر عالمانہ فنی نظر رکھتے تھے اوران کی لسانی فنی خصوصیات سے باخبر تھے، اسی طرح اردو زبان کے قواعد اور شعر وادب کے مطالعہ میں بھی ممتاز تھے اوراس کے لئے بھی ویسا ہی اہتمام کرتے تھے جس طرح اور موضوعات اور علوم وفنون کے جاننے اور سیکھنے کے لئے ہوتا تھا، یہاں تک کہ متعدد محدثین اور اکابر علماء اردو زبان ومحاورات میں سند سمجھے جاتے تھے[1] اوران کی رائے اہل نظر کے اختلافات میں فیصل اور حکم ہوتی تھی، منجملہ اور علماء کے شیخ الہندؒ کو بھی اس ذوق سے خاص حصہ ملا تھا۔

حضرت مدنی نے لکھا ہے کہ شیخ الہند کو اردو کے ممتاز شعراء اور اساتذہ کا اکثر کلام یاد تھا اور

---

(۱) مثلاً قدیم علماء میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور بعد کے عہد میں نامور محدث ومحقق علامہ ظہیر احسن شوق نیموی مؤلف آثار السنن بہت ممتاز ہیں، اور بھی متعدد بڑے علماء کے نام لئے جاسکتے ہیں، مگر نمونہ اور ثبوت کے لئے یہی بہت ہیں۔

کبھی کبھی مجلس جمتی تو گھنٹوں شعر وسخن کا سلسلہ رہتا تھا، یہی نہیں بلکہ شیخ الہند ممتاز شعراء اور سخنور اصحاب سے ملنے جلنے کا بھی اہتمام کرتے تھے، شعر وسخن اور زبان کے فنی نکات جاننے اور ادبی موضوعات سے بہتر واقفیت اور معلومات کا شوق ان صاحبان کے پاس لے جاتا تھا، اس میں ہندو مسلمان کا بھی کچھ امتیاز نہیں تھا بلکہ جس ذوق وشوق سے اردو کے مسلمان اساتذہ اور شاعروں سے استفادہ کرتے، اسی دلچسپی کا اظہار غیر مسلم اہل کمال سے ملاقات میں بھی ہوتا تھا۔

یہ واقعہ اہم اور قابل ذکر ہے کہ: ایک مرتبہ غالب کے عزیز ترین شاگرد اور خاص مکتوب الیہ (مرزا) ہرگوپال تفتہ (مرزا کا خطاب غالب نے دیا تھا) ایک غیر مسلم گھرانے کی ایک تقریب میں دیوبند آئے تھے، جب شیخ الہند کوان کے دیوبند آنے کی اطلاع ملی تو اپنی جلالت شان اور علمی رفعت ومقام کے باوجود چند اہل ذوق کو ساتھ لیکر تفتہ سے ملنے کے لئے ان کی قیام گاہ پر گئے اور وہاں (حضرت مدنی کے الفاظ میں) ''دن بھر شعر وشاعری کا چرچا رہا''

علمائے کرام کی اردو زبان وادب سے وسیع واقفیت اور گہری دلچسپی کا ہی اثر ہے کہ ان حضرات کی تصانیف اور ترجمے آج تک دستاویز اور سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں، ایک جانب ان کا علمی استدلالی مقام بے پناہ ہے، دوسری طرح ان کی ادبی لسانی حیثیت معتبر ہے، بعض حضرات کی تحریروں پر زبان کی قدامت کا کچھ اثر ہو تو ہو لیکن لسانی سقم اور زبان کے قواعد ولغات سے ناواقفیت کا الزام ان حضرات کی تصانیف وتحریروں پر مشکل سے ہی آسکتا ہے۔ بدقسمتی سے ایک آج کا دور ہے کہ ہمارے حلقوں میں مروج زبانوں خاص طور سے اردو کے معیاری ادب، لسانی شعری بحثوں اور اہل نظر سے استفادہ کی بات خواب وخیال ہو کر رہ گئی ہے، یہی نہیں بلکہ اس کو معیوب یا شاید گناہ سمجھا جاتا ہے، اسی لئے ایسی تحریریں اور لکھنے والے عام ہورہے ہیں جن کا ایک ایک صفحہ اردو سے ناواقفیت کا نوحہ خواں ہے۔

د: اس تحریر سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الہند نے ترجمہ قرآن کی تکمیل کے

لئے کس قدر مشقت برداشت کی ہے اور کس قدر محنت فرمائی ہے، اور اردو شعر وسخن کا جو وسیع سرمایہ حضرت نے اہل کمال سے حاصل کیا تھا اس نے ترجمہ قرآن کریم میں کس طرح شیخ الہند کی مدد اور رہنمائی کی۔

ہ: حضرت شیخ الہند کا ترجمہ قرآن کریم اگرچہ اردو کے بہترین ترجموں میں سے ہے اور آج کل غالباً مقبول ترین ترجمہ ہے، اس کی حضرت مدنی کی نظروں میں جو قدر و منزلت ہوگی اس کا ہم کم سواد اندازہ بھی نہیں کر سکتے، مگر اس کے باوجود حضرت مدنی نے صاف لکھ دیا ہے کہ:

''ہم کسی طرح بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ قطعی طریقہ پر ہر جگہ خطاؤں سے مبرا ہی ہے''

و: حضرت مدنی کی زیر تعارف شیخ الہند کے ترجمہ قرآن کریم ''موضح الفرقان'' کی تمہید اور سب سے پہلی طباعت میں شامل ہے۔ اس نسخہ کے شروع میں مولانا مجید حسین کی تمہید (گذارش طابع وناشر) ترجمہ قرآن مجید پر علمائے ہند کی رائیں، قطعات تاریخ، بدر الحسن جلالی مرادآبادی مدیر ''مدینہ'' بجنور کا مضمون (عرض نیاز بدر) درج ہیں، اسی میں حضرت مدنی کی یہ تحریر بھی شامل ہے، جس کا عنوان یہ ہے:

تقریظ

از قلم سعادت رقم فخر العلماء متقدانا حضرت مولانا حسین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت شیخ الہند

حضرت مدنی نے یہ مضمون یا تقریظ ۲ر شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ/ ۱۶ر فروری ۱۹۲۶ء میں مکمل کی، اس زمانہ میں (۱۳۴۲ھ،۱۹۲۴ء سے ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء تک) حضرت سلہٹ میں بحیثیت شیخ الحدیث قیام فرما تھے۔

یہ تحریر باریک قلم سے بڑے سائز (لمبائی ۲۷ر سینٹی میٹر، چوڑائی ۲ ۱/ - ۱۷ سینٹی) کے دو صفحوں میں آئی ہے۔

ز: حضرت کی یہ تحریر ترجمہ شیخ الہند "موضح الفرقان" کی سب سے پہلی اشاعت میں شامل ہے۔ راقم سطور کو اس طباعت کے علاوہ ترجمہ شیخ الہند کی دس علیحدہ علیحدہ اشاعتوں سے استفادہ کی سعادت ملی ہے، مگر ان میں سے کسی میں بھی یہ مضمون موجود نہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مضمون (غالباً) ایک ہی مرتبہ چھپا ہے، اس لئے کم یاب اور تقریباً غیر متعارف ہے۔

ح: ترجمہ شیخ الہند سب سے پہلی مرتبہ ۱۲/ذی قعدہ ۱۳۴۱ھ (۲۸/جون ۱۹۲۳ء) کو مدینہ پریس بجنور میں چھپنا شروع ہوا تھا اور تقریباً پونے تین سال کی مسلسل محنت وکوشش کے بعد نصف شعبان ۱۳۴۴ھ (اخیر فروری ۱۹۲۶ء) میں اس کی پہلی طباعت مکمل ہوئی، یہ نسخہ دلآویزی اور حسن طباعت کا ایک عمدہ نمونہ۔ اگر چہ بعد میں ایک دو ایڈیشن اس سے بھی اچھے چھپے ہیں مگر اس نسخہ کی خصوصیات اور امتیازات اپنی جگہ ہیں۔

ط: تمہید حواشی اور ضمنی عنوانات کا اضافہ راقم سطور نے کیا ہے۔ حواشی میں حضرت شیخ الہند کی سوانح کے بعض متعلقات اور حضرت نانوتویؒ کے شاگردوں کے (جو شیخ الہند کے ہم سبق بھی تھے) نسبتاً مفصل تعارف کی ضرورت تھی، متعارف شخصیات کے تعارف میں تفصیلات کا اہتمام نہیں کیا گیا۔

ی: اصل مضمون میں دو تین جگہوں پر غالباً سہو کاتب سے ایک دو حرف رہ گئے تھے، اندازہ سے اس کی تکمیل کردی گئی ہے، اضافہ کئے گئے الفاظ امتیاز کے لئے قوسین ( ) میں لکھے ہیں۔

راقم سطور اس اہم تحریر سے استفادہ اور اس سلسلہ کی معلومات کے لئے (مولوی مجید حسین صاحب کے پوتے) جناب منیر اختر صاحب بجنوری کا ممنون ہے۔ موصوف نے حضرت شیخ الہند کے ترجمہ کے سلسلہ میں اپنی معلومات اور بھرپور تعاون سے نوازا، اور انہی کی اجازت سے یہ تحریر یہاں شائع کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

شیخ الہند، حضرت مولانا محمود حسن کے مختصر اور نادر حالات

شیخ الاسلام، حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے قلم سے

تمہید: حامداً و مصلیاً و مسلماً! امابعد! فطرت انسانی نے جو جو عجائب وغرائب اس عالم شہادت میں ظاہر کیے ہیں ان میں سے یہ امر بھی ہے، کہ انسان کو اپنے محبوب کے بڑے سے بڑے عیوب بھی نظر نہیں آتے، آنکھیں فقط اس کے محاسن اور کمالات کو دیکھتی ہیں اور نہ صرف معمولی نظر سے دیکھتی ہیں بلکہ غیر معمولی طریقہ پر چھوٹی سی چھوٹی فضیلت محبّ اور دلدادہ کی نظر میں پہاڑ کی طرح دکھائی دیتی ہے، اس کے لئے مدائح اور محامد کے طور پر اور مبالغہ سے بھرے ہوئے قصائد وخطب بھی بہت کم معلوم ہوتے ہیں، دھواں دھار تقاریر بھی اس میدان میں رائی کے دانہ سے چھوٹی دکھائی دیتی ہیں۔ برعکس اس کے دشمن اور مبغوض کے جملہ کمالات خواہ وہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں، آنکھوں کے سامنے بھی نہیں پڑتے اس کے فقط عیوب دکھائی دیتے ہی، اور یہ بھی نہیں کہ فقط واقعی عیوب دکھائی دیں بلکہ جس طرح سبز عینک سے تمام اشیاء سبز ہی سبز نظر آتی ہیں، اسی طرح بغض وعداوت کی آنکھ حقیقی کمالات اور واقعی فضائل کو بھی معائب ہی کے رنگ میں دیکھتی ہے، کسی واضح سے واضح کمال کا اقرار کرنا عدو اور حاسد کو پہاڑ اٹھا لینے سے زیادہ ترگراں معلوم ہوتا ہے، اس کے محامد اور مدائح کے سننے اور دیکھنے سے نہایت ہی زیادہ کلفت اور دل تنگی پیش آتی ہے۔ ولنعم ماشل.

رعین الرضا عن کل عیب کلیلة   ولکن عین السخط تبدی المساویا

اگر چہ مذکورہ بالا قاعدہ فطری قانون شمار کیا جاتا ہے مگر حقیقت میں (ایسے) اشخاص بھی ہر زمانہ میں ضرور پائے جاتے ہیں، جو کہ افراط وتفریط کی ناگوار موجوں سے محفوظ رہ کر حقائق کو دریافت اور ظاہر کرتے رہتے ہیں، محبت مفرطہ کے سواحل سے تحقیق وصداقت نے ان کو دور کر کے وسط بحار میں پہونچا کر واقعی دُرر اور اصلی چمکدار لآلی کے معدن تک پہنچا دیا ہے۔

معذرت اور اظہار واقعہ: وسیلتی فی الدارین حضرت شیخ الہند حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز کے ترجمہ کے متعلق میرا کچھ لکھنا خواہ وہ کتنی ہی صداقت پر مبنی کیوں نہ ہو مجھ کو زیادہ تر اندیشہ میں ڈالتا ہے کہ بہت سے اشخاص افراط محبّ پر محمول فرماتے ہوئے غیر واقعی خیال کریں گے۔ میں جہاں تک غور کرتا ہوں ایسا گمان کرنے والے حضرات ایک بڑے درجہ تک معذور ہیں، ایک نالائق خادم اپنے ولی نعمت اور روحانی وجسمانی آقا، دنیا اور آخرت کے وسیلہ کے متعلق جو کچھ بھی کہے یا لکھے افراطِ محبّ سے حسب قاعدہ مذکورۃ الصدر محفوظ نہیں رہ سکتا، اس لئے میں اس مقام میں کچھ بھی خامہ فرسائی کرنا مناسب نہیں دیکھتا تھا، مگر مولانا مجید حسین صاحب[1] کے اصرار اور اظہار واقعیت کے خیال نے مجبور کر کے چند سچے کلمات

(۱) مولانا مجید حسن، بجنور کے رہنے والے تھے، ابتدائی حالات معلوم نہیں۔ ہفت روزہ الخلیل بجنور میں کتابت سے عملی زندگی شروع کی۔ ۱۹۱۲ء میں مدینہ اخبار جاری کیا، مدینہ جو ہفت روزہ تھا بعد میں سہ روزہ ہو گیا تھا، ہندوستان کا بہت مقبول طاقت ور، مؤثر اخبار تھا جو جمعیۃ علماء اور کانگریس کے نظریات کا ترجمان تھا، اس کے اداریئے اہمیت اور توجہ کے ساتھ پڑھے جاتے تھے، مولوی مجید حسن نے مدینہ اخبار اور اپنے طباعتی سلسلہ کو ترقی دینے کے لئے ایک پریس مدینہ پریس کے نام سے قائم کیا جو حسن طباعت میں بہت ممتاز اور مشہور ہوا۔

مولوی مجید حسن معقول آمدنی اور پیسے کی فراوانی کے باوجود بہت سادہ زندگی گزارتے تھے، مولانا مجید حسن کی تقریباً اسی سال کی عمر میں ۲۷ر رجب ۱۳۸۲ھ/ ۱۱ر نومبر ۱۹۶۶ئکو بجنور میں وفات ہوئی۔

(معلومات جناب منیر اختر صاحب)

لکھوائے ہیں، جن سے ان حضرات کے دماغ پر بھی قدرے روشنی پڑنے کا خیال ہے جو کہ حسب قاعدہ مشہورہ ''انظر الی من قال ولا تنظر الی ماقال ''[1] اسی طرف اپنی عنان توجہ منعطف کرتے ہیں، کہ قائل میں کن اوصاف کا اجتماع ہے، وہ کیسا شخص ہے اس کی ظاہری تزک کی کیا حالت ہے، کلام کی تہہ تک پہنچنا اور حقیقت کے بے بہا موتیوں کا تلاش کرنا ان کو نہیں آتا ہے۔

شیخ الہند میں جامعیت کمال کے قدرتی سامان: میں جو کچھ اس مقام میں عرض کر رہا ہوں بلا کم و کاست ان واقعی اور صحیح معلومات کے بحار سے چند قطرے ہیں، جن کا علم مجھ کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مدتوں رہ کر حاصل ہوا ہے، میں اس میں ذرا بھی مبالغہ اور افراط محبّ کو دخل نہ دوں گا، اس سے مقصد اس ترجمہ کی واقعی شان کو ناظرین پر حسب استطاعت و وقت ظاہر کرنا ہے اور بس۔

قدرت نے جس طرح حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ میں ان ذاتی کمالات کا گلدستہ رکھ دیا تھا جن کا تحقق کتاب اللہ کے صحیح ترجمہ کرنے کے لئے ضروری ہے، اسی طرح اس نے بہت سے ایسے خارجی اسباب بھی مہیا کر دئے تھے جن کا وجود ہر زمانہ میں بہت کم افراد کو میسر آتا ہے۔

استاد اور رہنمائے طریقت: فطرتاً آپ کو نہایت ذکی، ذہین، نہایت وقاد طبیعت، نہایت قوی حافظہ، نہایت صحیح دماغ، نہایت قوی اور وسیع دل عطا کیا گیا تھا۔ اخلاق فاضلہ اور تقویٰ و اخلاص وللّٰہیت و پرہیزگاری وغیرہ آپ میں گویا کوٹ کوٹ کر بھر دئے گئے تھے۔

---

(۱) ''یہ دیکھو کہ کس نے کہا ہے کہ یہ مت دیکھو کیا کہا ہے'' مگر معروف مقولہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہ سے منسوب ہے یہ ہے: انظر الی ماقال ولا تنظر الی من قال (یہ دیکھو کیا کہا گیا ہے، یہ مت دیکھو کس نے کہا ہے)

پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ حضرت شمس الاسلام، وارث حقیقی حضرت خیر الانام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) حکیم الامت، امام الائمہ حضرت قطب الوقت، العارف باللہ، مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی[1] اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی[2] قدس اللہ تعالیٰ اسرارہما کی صحبت اور مدت دراز تک فیض خدمت اوران دونوں حضرات کی خاص توجہ وتربیت نصیب ہوئی، علم ظاہر اور باطن ہی میں ان دونوں بزرگوں سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ فیضیاب (ہی) نہیں ہوئے، بلکہ اکتساب اخلاق فاضلہ وملکات کاملہ بھی نہایت اعلیٰ پیمانہ پر حاصل ہوا۔ صحبت جو اعلیٰ ترین شرط وکمالات باطنیہ میں سے ہے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو علی اتم وجہ واکملہ نصیب ہوئی، مرشد عالم قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب[3] قدس سرہ العزیز کی ارادت اور خلافت طریقت سے حظ وافر ملا۔

خوش قسمتی سے والد ماجد مرحوم ومغفور ایسے ملے جو کہ علم وادب، عربی وفارسی،

---

(۱) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ولادت: شوال ۱۲۴۸ھ (مارچ ۱۸۳۳ء) وفات: ۴/ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ (۱۵/ اپریل ۱۸۸۰ء)

(۲) حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ولادت: ۶ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ/ ۱۱/ مئی ۱۸۲۹ء وفات: ۹ جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ (۱۱/ اگست ۱۹۰۵ء)

برصغیر ہند میں ائمہ سلف، اکابر امت، حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ کی روایات علوم اور خدمت دین، تعلیم وتلقین سنت وشریعت کے وارث، لاکھوں علماء اور کروڑوں افراد کے مقتدا، میر کارواں اور قافلہ سالار تھے، ان کے دم سے دین کی خوشبو مہک رہی ہے رحمہم اللہ تعالیٰ

(۳) حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی ولادت: صفر ۱۲۳۳ھ (جنوری ۱۸۱۸ء) وفات جمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ، اکتوبر ۱۸۹۹ء دس بارہ عارفانہ کتابوں کے مصنف، بے شمار علماء کے مرجع ومقتدا اور سلوک ومعرفت میں اس عہد کے امام اور سرگروہ مشائخ کاملین تھے۔ حضرت موصوف کے احوال وکمالات وکرامات پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

اردو کے نہ صرف اساتذہ میں سے تھے، بلکہ ان تینوں زبانوں کے امام تھے[1] طبیعت علوم ادبیہ اور بلاغت و بیان و بدیع وغیرہ میں نہایت رسا تھی۔ ان کی تصانیف شروح حماسہ، و متنبّی، سبعہ معلقہ، بانت سعاد، تذکرۃ البلاغۃ وقصائد عربیہ وغیرہ ان کے علوشان کے شاہد ہیں۔ علاوہ اساتذہ مذکورین کے مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی[2] اور

(۱) شیخ الہند (مولانا محمود حسن) کے والد ماجد، مولانا ذوالفقار علی خلف شیخ فتح علی دیوبندی، تقریباً ۱۲۳۷ھ میں ولادت ہوئی۔ مولانا مملوک العلی اور دوسرے علماء سے تعلیم حاصل کی، بریلی کالج میں عربی کے استاد مقرر ہوئے، بعد میں سلسلہ تدریس سے تعلیم کے انتظامی شعبہ میں منتقل ہو کر انسپکٹر مدارس مقرر ہوئے۔

آخر میں ضلع سہارنپور کے مدارس کے انسپکٹر تھے۔ دیوبند میں قیام رہا، تمام عمر وہیں گذاری۔ مدرسہ (دارالعلوم دیوبند) کا جن بزرگوں نے منصوبہ بنایا اور اس کو اخلاص وللّٰہیت سے پروان چڑھایا، ان میں ایک ممتاز نام مولانا ذوالفقار علی صاحب کا بھی ہے، مولانا تمام زندگی مدرسہ کے اہم رکن، سرگرم معاون اور اسکے مجلس منتظمہ کے بنیادی ممبر رہے۔

مولانا کا برصغیر کے عربی کے ممتاز فاضلوں میں شمار ہے۔ مولانا نے عربی ادب کی ممتاز ترین درسیات اور معروف قصائد کی شروحات لکھیں، بعض کو قبول عام حاصل ہوا۔ مولانا کی اہم تالیفات میں تسہیل البیان فی شرح الدیون، تسہیل الدراسہ شرح حماسہ، التعلیقات علی السبع المعلقات، عطر الوردہ شرح قصیدہ بردہ، الارشاد الی بانت سعاد سرفہرست ہیں۔ تذکرہ البلاغت اور تسہیل الحساب بھی مولانا کی تصانیف میں مشہور ہیں۔ تقریباً پچاسی (۸۵) سال کی عمر میں ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں دیوبند میں وفات ہوئی۔

حیات شیخ الہند از مولانا سید اصغر حسین دیوبندی ص: ۱۳۔۱۵ (لاہور: ۱۹۷۷ء) تذکرہ مولانا محمد احسن نانوتوی، محمد ایوب قادری ص: ۴۵ (حاشیہ) کراچی: ۱۹۶۱ء۔

(۲) حضرت مولانا محمد یعقوب خلف مولانا مملوک العلی نانوتوی (ولادت ۱۳ صفر ۱۲۴۹ھ/ جولائی ۱۸۳۳ء) والد ماجد سے تعلیم حاصل کی، تمام علوم میں کامل ہوئے، شاہ عبدالغنی اور مولانا احمد علی محدث سے حدیث پڑھی۔

تعلیم کے بعد اجمیر کے سرکاری مدرسہ میں مدرس ہوئے ۱۸۵۷ء تک تمام وقت تعلیمی خدمت میں گزرا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد دارالعلوم دیوبند کو ترقی دینے آگے بڑھانے میں اپنے معاصرین اور رفقاء کے ہم قدم رہے، مولانا مدرسہ عربیہ اسلامیہ (دارالعلوم) دیوبند کے پہلے صدر مدرس اور علوم میں فخر اماثل تھے۔ سلوک ومعرفت میں حضرت حاجی امداداللہ سے مجاز تھے، تالیفات، تراجم، مکتوبات، (بیاض یعقوبی کے مندرجات ومکتوبات کے علاوہ) اور مختلف موضوعات پر مضامین علمی یادگار ہیں۔ سیکڑوں طلبا نے مولانا سے استفادہ کیا، جس میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا نام بہت ممتاز ہے۔ رحمہم اللہ

یکم ربیع الاول ۱۳۰۲ھ (۲۰ دسمبر ۱۸۸۴ء) کو طاعون میں مبتلا ہو کر وفات ہوئی نانوتہ میں دفن کئے گئے۔

(بیاض یعقوبی، مرتبہ امیر احمد عشرتی نانوتوی ص: ۵ نیز ص: ۱۳۰۔۱۵۳ طبع اول: تھانہ بھون ۱۹۲۹ء)

ملاّ محمود صاحب[1] مولانا مہتاب علی صاحب[2] وغیرہ قدس اللہ اسرارہم، ایسے ایسے اساتذہ ملے جو کہ اپنے زمانہ میں بے نظیر شمار کئے جاتے تھے۔

ساتھی بھی اعلیٰ درجہ کے فاضل ملے: ہم سبق ایسے ایسے چیدہ اشخاص قدرت

---

(۱) مولانا ملامحمود، مولانا ممتاز علی دیوبندی کے فرزند اور دیوبند کے خاندان سادات کے فرد ہیں، مولانا محمد قاسم سے تعلیم حاصل کی، مولانا شاہ عبدالغنی مجددی سے حدیث پڑھی، مؤخرالذکر کے خاص تربیت یافتہ اور انجاح الحاجہ کی تصنیف میں استاذ جلیل (شاہ عبدالغنی مجددی) کے معاون وشریک تھے۔ اس کے علاوہ بھی متعدد کتابوں کے مصحح، حاشیہ نگار تھے۔ مدرسہ اسلامیہ عربیہ (دارالعلوم) دیوبند میں سب سے پہلے مدرس مقرر کئے گئے، بعد میں مدرس سوم ہو گئے تھے۔

یہ معلومات مختلف ذرائع سے اخذ کی گئی ہیں اور اس میں کئی پہلی بار شائع ہو رہی ہیں۔

(۲) مولانا مہتاب علی خلف شیخ فتح علی دیوبندی (مولانا ذوالفقار علی کے بڑے بھائی) ممتاز عالم اور دیوبند میں سرکاری مدرس تھے، مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند کے قیام کے فیصلہ کے بعد اس کے مقصد کے لئے سب سے پہلا کام اہل قصبہ کا تعاون اور نظم کی فراہمی تھی۔

۱۵رمحرم الحرام ۱۲۸۳ھ (۳۰رمئی ۱۸۶۶ء) کو حضرت حاجی عابد حسین نے سب سے پہلا چندہ کیا، حاجی صاحب کے بعد چندہ کی سب سے پہلی رقم مولانا مہتاب علی کی تھی، مدرسہ کے افتتاح کے بعد ۱۹رمحرم ۱۲۸۳ھ کو مدرسہ کے تعاون کے لئے جو سب سے پہلی اپیل اور اشتہار چھپا اس میں حضرت عابد حسین اور حضرت مولانا محمد قاسم کے بعد تیسرا نام مولانا مہتاب علی کا ہے، جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مولانا مدرسہ کے سب سے پہلے محرکین اور سرگرم معاونین میں سرفہرست تھے۔ اس وقت سے وفات تک مدرسہ کے معاون اور رفیق رہے، مولانا قاری محمد طیب صاحب نے لکھا ہے کہ مولانا مہتاب علی ۱۳۰۴ھ ۱۸۸۷ء تک مجلس منتظمہ (شوریٰ) کے رکن تھے (ص: ۱۰۲ دارالعلوم کی صد سالہ زندگی۔ دیوبند (۱۳۸۵) لیکن سید محبوب رضوی کی اطلاع یہ ہے کہ مولانا مہتاب علی کی ۱۲۹۳ھ میں وفات ہوئی؟ (تاریخ دیوبند، حاشیہ، ص: ۳۳۱۔ دیوبند: ۱۹۷۲ء)

نے بہم پہونچائے جو کہ نہایت ذکی اور سلیم الطبع قوی الحافظہ جامع الکمالات تھے، مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی[1] مولانا احمد حسن صاحب امروہی[2] حافظ عبدالعدل صاحب پھلتی[3] مولانا

(۱) مولانا فخر الحسن خلف شاہ عبدالرحمان گنگوہ میں مقیم ممتاز انصاری خاندان (اولاد سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ) کے فرد ہیں، جس سے حضرت مولانا گنگوہی وغیرہ کو بھی نسبت ہے۔ قیاساً ۱۸۴۶ء (۱۲۶۲ھ) میں ولادت ہوئی ہوگی (ص:۱۶۷۔ فخر العلماء) ابتدائی اور متوسط درسی کتابیں حضرت مولانا گنگوہی سے پڑھیں (ص:۱۶۸) بعد میں دیوبند سے درسیات مکمل کیں، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے خاص استفادہ کیا اور حضرت مولانا کے اہم شاگردوں میں ہیں۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے کے تین اہم ترین اور ممتاز ترین شاگردوں کا ذکر کیا ہے، جس میں پہلا نام شیخ الہند مولانا محمود حسین کا، دوسرا مولانا فخر الحسن کا ہے:

دوسرے مولوی فخر الحسن گنگوہی ہیں، وارستگی مزاج میں مولانا کے قدم بہ قدم بلکہ کچھ بڑھ کر ہیں، عمدہ استعداد ہے۔ انہوں نے بھی دیو بندم یں تحصیل کی ہے اور اول جناب مولوی رشید احمد صاحب سے تحصیل کی تھی۔ حالات طیب مولانا محمد قاسم ص:۳۳۔۳۲

مولانا فخر الحسن کو جو سند دی گئی تھی اس کی نقل ۱۲۹۰ء کی روداد میں درج ہے (ص:۲۸) مدرسہ اسلامیہ نگینہ سے تدریس کی ابتدا ہوئی، اس کے مختلف مقامات پر قیام رہا۔ حضرت نانوتوی کے اہم ترین سفروں اور مناظروں میں رفیق اور خادم رہے، حضرت کے ملفوظات وسوانح مرتب کئے اور حضرت کی کئی کتابیں تقریریں اور افادات خاص اہتمام سے چھپوائے، ان خدمات کی وجہ سے مولانا کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

مولانا کی اہم ترین دینی خدمت علمی یادگار اور صدقہ جاریہ سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ کا حاشیہ ہے، جو بار ہا چھپا ہے اور چھپتا رہتا ہے، خصوصاً ابوداؤد کا حاشیہ بہت ممتاز اور متداول ہے۔ محقق جلیل مولانا عبدالرشید نعمانی نے ان دونوں کا تعارف کرانے کے بعد لکھا ہے:

"والتعلیقات کلاھما یدلان علی مشارکۃ الجیدہ فی علم الحدیث وفنونہ"

یہ دونوں حاشیے علم حدیث اور اس کے مباحث میں (مولانا فخر الحسن کی) مہارت اور اعلیٰ نظر کی ثبوت ہیں۔

ماتمس الیہ الحاجہ لمن یطالع سنن ابن ماجہ ص: ۲۱٤ (قطر ١٤٠٤ھ)

مولانا کی ان کے علاوہ بھی تصانیف تھیں مگر ان کا مفصل احوال دستیاب نہیں، کیوں کہ کانپور کے فسادات میں مولانا کا کتب خانہ جلا کر خاکستر کر دیا گیا تھا، اس لئے مولانا کی متعدد کتابیں بے نام ونشان ہو گئیں۔

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

عبدالحق صاحب پوری لوغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے شرکائے درس اور جلساء تھے۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

مولانا فخر الحسن (تقریباً ۱۳۰۳ھ، ۱۸۸۵ء میں) ترک وطن کر کے کانپور چلے گئے تھے۔تاحیات وہیں رہے، ایک رئیس کے طبیب خاص تھے یہی ذریعہ معاش تھا، اسی ملازمت پر غالباً آخری ذی قعدہ یا شروع ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۸ء) میں کانپور میں وفات ہوئی۔ مزید معلومات کے لئے فخر العلماء (سوانح مولانا فخر الحسن) تالیف اشتیاق اظہر (کراچی: ۱۹۹۱ء) یہ کتاب اگرچہ ذمہ دارانہ اور بہت مستند نہیں ہے مگر مولانا کے حالات پر اس کے علاوہ کوئی اور کتاب دستیاب نہیں، متفرق معلومات بکھری ہوئی ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو، رپورٹ مجلس مؤتمر الانصار مرادآباد۔

مولانا کی یہ خصوصیت اور امتیاز بھی ناقابل فراموش ہے کہ مجلس ندوۃ العلماء (جس نے بعد میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی قائم کیا) کے محرک اول مولانا سید ظہور الاسلام فتح پوری (فتح پورہ ہنسوہ) نے جن علماء کو اپنی رفاقت کے لئے منتخب کیا اور جو ندوۃ العلماء کی تحریک وتاسیس میں پیش پیش اور سرفہرست رہے ان میں ایک ابتدائی اور بہت نمایاں نام مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ کا بھی ہے۔مزید معلومات کے لئے:

الف: ندوۃ العلماء بانی اور محرک، تالیف ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد۔(فتح پورہ ہنسوہ: ۱۹۹۶ء)

ب: مولانا سید ظہور الاسلام فتح پوری (حیات وخدمات) تالیف مولانا عبدالوحید صدیقی فتح پوری (فتح پور)

(۲) مولانا سید احمد حسن بن سید اکبر امروہوی، شاہان امروہوی کی اولاد میں تھے، ابتدائی تعلیم وطن کے متعدد علماء سے حاصل کی، طب پڑھی اور اس کے بعد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے تعلیم واستفادہ کے لئے میرٹھ حاضر ہوئے، آخر میں مدرسہ دیوبند میں بھی پڑھا، ۱۲۹۰ھ میں دستار فضیلت حاصل ہوئی، شاہ عبدالغنی مجددی اور قاری عبدالرحمان پانی پتی سے بھی سند حدیث حاصل کی۔

مرادآباد، خورجہ، امروہہ وغیرہ میں اعلی مدرس رہے، متعدد تالیفات مجموعہ، فتاویٰ مجموعہ مکتوبات مختلف مناظروں کی روداد یں اور علمی افادات یادگار ہیں۔

طاعون میں مبتلا ہو کر ۲۹/ربیع الاول ۱۳۲۰ھ، ۱۸/مارچ ۱۹۱۲ء کو وفات ہوئی۔مکتوبات سید العلماء (مولانا احمد حسن امروہی) مرتبہ مولانا نسیم احمد امروہی (امروہہ بلاسنہ)

(۳) مولانا عبدالعدل خلف مولوی منشی عنایت علی پھلت ضلع مظفر نگر کے باشندے تھے۔اپنے وطن میں اور مدرسہ عربیہ (دارالعلوم) دیوبند میں تعلیم حاصل کی، ۱۲۹۰ھ میں دارالعلوم میں ہدایہ، ملاجلال وغیرہ پڑھتے تھے (روداد ۱۲۹۰ھ ص: ۳۴۔۳۶) حضرت مولانا محمد قاسم کے معتمد خدام اور شاگردوں میں سے تھے۔ بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

دیوبند میں خدمت تدریس اوراس میں مہارت وکمال: پھراس کے بعد مدرسہ دیوبند میں کتابوں سے فارغ ہونے کے بعد ہی ملازم ہوئے اساتذہ کی موجودگی ہی میں

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

حضرت مولانا کی وفات کے بعد حضرت کے مکتوبات اور علمی افادات کاایک مجموعہ فیوض قاسمیہ کے نام سے مرتب کیا، یہ مجموعہ ۱۳۰۳ھ میں مرتب ہوااوراس کا پہلا حصہ مطبع ہاشمی میرٹھ سے پہلی مرتبہ ۱۳۰۴ھ میں چھپا، بعد میں اور مطابع نے بھی چھاپا (پیش نظر نسخہ مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی تاجر کتب گنگوہ کا شائع کیا ہوا ہے) مولانا عبدالعدل نے پہلی طباعت میں اس کے دوسرے حصہ کا بھی اشتہار دیا تھا جس میں حضرت نانوتوی کی اکیس تحریروں اور خطوط کے شامل ہونے کی اطلاع تھی مگر (غالباً) دوسرا حصہ شامل نہیں ہوا، ملاحظہ ہو: تذکرہ مولانا محمد احسن نانوتویؒ، ایوب قادری ص:۲۳۶) افسوس ہے کہ مولانا عبدالعدل کے تفصیلی حالات اور سنہ وفات وغیرہ معلوم نہیں۔

(۱) مولانا سید عبدالحق خلف نبی بخش بن امام بخش قصبہ پور قاضی ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے، تقریباً ۱۲۵۸ھ ۱۸۴۲ء میں ولادت ہوئی۔ دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی دنوں ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۶ء) میں تعلیم کے لئے دیوبند آئے، شرح جامی سے اعلیٰ کتابوں تک تمام درسیات یہیں پڑھیں ذی قعدہ سنہ ۹۰ھ/ ۹ر جنوری ۱۸۷۴ء کو مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں سند فضیلت سے نوازے گئے، جن لوگوں کو سند عطا کی گئی اوران کے سالانہ امتحانات کے سوالات منتخب جوابات جلسے میں سنائے گئے، ان کی قابلیت کی تعریف کی گئی، ان میں سب سے پہلا نام مولانا عبدالحق کا ہے، مولانا عبدالحق کے اپنی جماعت کی سب کتابوں میں سب سے اعلیٰ نمبرات تھے (روداد مدرسہ عربیہ دیوبند: ۱۲۹۰ھ) تعلیم کے بعد ریاست رتلام میں ملازم ہوئے اور غالباً پوری زندگی اسی میں بسر فرمائی۔

مولانا کی ایک مختصر تحریر جو مولانا اپنی دختر سعدی خاتون کی شادی کے موقعہ پر محرم ۱۳۳۰ھ بطور نصیحت تحریر فرمائی تھی، بہترین جہیز کے نام سے باربار چھپی ہے اور بہشتی زیور میں بھی شامل ہے۔ ۸ر صفر ۱۳۴۲ھ/ ۲۰ ستمبر ۱۹۲۳ء کو رتلام میں وفات ہوئی۔ قرارداد دارالعلوم دیوبند ۱۳۴۲ھ نیز تاریخ دارالعلوم، سید محبوب رضوی ص: ۱۸۵ (اشاعت خاص ماہ نامہ الرشید ساہی والا: ۱۹۸۰ء)

مولانا عبدالحق کو متعدد اکابر علماء (روداد مدرسہ دیوبند، باش مولانا محمد یعقوب نانوتوی) اور مولانا تھانوی وغیرہ) نے صاحب پوری بھی لکھا ہے جو پور قاضی کا مخفف ہے، الگ سے کوئی اور نسبت نہیں۔ مولانا عبدالرؤف صاحب عالی جو مولانا عبدالحق کے نواسے اور مولانا عبداللطیف صاحب پورقاضوی (ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے صاحبزادے ہیں) کا قول ہے کہ ہماری طالب علمی کے زمانہ تک پور قاضی کے طلبہ کو صاحب پوری کہا جاتا تھا:

یہاں یہ صراحت مفید ہوگی کہ بہترین جہیز کے نام سے اور بھی دو تین رسالے چھپے ہوئے ملتے ہیں، ہمارے نواح میں مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کا اس نام کا رسالہ خاصا معروف ہے، وہ علیحدہ ہیں۔

تمام کتب درسیہ ابتدائیہ وانتہائیہ متعدد مرتبہ پڑھا ڈالیں۔ مدرسہ دیوبند ہمیشہ سے ہر قسم اور ہر طرف کے طلبہ کا مرکز رہا ہے اس وجہ سے مستفیدین کا ہر زمانہ میں ہجوم رہا کیا، ایام شباب اور زمانہ قوت میں اس قدر مشغولی ہوئی کہ دن رات میں کوئی وقت درس وتدریس سے جب فارغ نہ رہا، تو تہجد کے وقت کو بھی سالہا سال تدریس علوم میں مشغول کیا، ادھر مدرسہ میں کتب خانہ اس قدر وسیع پیمانہ پر موجود تھا کہ کبھی کسی شرح یا حاشیہ یا کتاب کے دیکھنے اور استفادہ کرنے میں کوئی دقت نہیں پڑی، ہر فن اور ہر علم کی کتابیں اس قدر پڑھائیں کہ سب کی مع ابحاث شروح وحواشی تقریباً محفوظ ہوگئیں۔ اسی وجہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو کسی کتاب یا حاشیہ وشرح کے دیکھنے کی اصلاحات باقی نہ رہی تھی، بلا تکلف بغیر مطالعہ کئے ہوئے تمام معقولات ومنقولات اصول وفروغ وغیرہ کو پڑھاتے تھے اور نئی نئی تحقیقات خصوصاً علم حدیث وتفسیر آیات میں ظاہر فرمایا کرتے تھے، جن کو سن کر حاضرین مجلس اور اساتذہ فن دنگ ہوجاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر طرف سے علماء اور طلبا ٹوٹ پڑے تھے، تقریباً دو ہزار سے زیادہ علماء اطراف عالم میں آپ سے بلا واسطہ مستفید ہوکر عالم اسلام کی خدمت کررہے ہیں اور لوگوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔

حاشیہ مختصر معانی کا ذکر: دوران تدریس مولانا کو مختصر معانی کے تحشیہ کی بھی نوبت آئی، جس کی وجہ سے حواشی دسوقی اور بنانی، مطول[۱] وغیرہ کے ابحاث پر تفصیلاً

(۱) بنانی اور دسوقی، دونوں شیخ سعد الدین تفتازانی کی شہرۂ آفاق تصنیف مختصر المعانی کے حاشیہ (بلکہ مفصل شرحیں) ہیں:
الف: دسوقی۔ محمد بن احمد بن عرفہ دسوقی وفات ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۵ء) (الاعلام ج:۶/ص:۱۷)
ب: بنانی شیخ مصطفیٰ بن محمد بن عبدالخالق بنانی (وفات بعد ۱۲۳۷ھ/ ۱۸۲۱ء کی تالیف ہے۔ (الاعلام خیر الدین زرکلی ج:۷/ص:۲۴۲)
مصنف نے اس کو تجرید کے نام سے موسوم کیا تھا، مگر مصنف کی نسبت سے بنانی کے نام سے مشہور ہے، دو بڑی جلدوں میں چھپی ہے، دو حصوں پر مشتمل چار جلدوں میں ہے۔
دونوں کتابیں ایک ہی وقت لکھی گئیں، دسوقی شوال ۱۲۱۰ھ (اپریل ۱۷۹۶ء) میں مکمل ہوئی اور تجرید جمادی الثانیہ ۱۲۱۱ھ میں پایۂ اختتام کو پہنچی۔

نظر کرنی پڑی [1] یوں تو مطول، مسلم الثبوت توضیح وتلویح، بیضاوی وغیرہ مولانا کے زیر تدریس اکثر رہا کرتی تھیں۔ جن کی وجہ سے علوم عربیہ اور فنون تفسیر وبلاغت پر خاص طور سے توجہ کی نوبت آتی رہتی تھی مگر تحشیہ کی وجہ سے اور بھی قوت دوبالا ہوگئی۔

(۱) حاشیہ مختصر المعانی، شیخ الہند کی مشہور تالیف ہے، عام طور پر تمام مدارس میں مختصر کا یہی نسخہ زیر استعمال ہے اور پڑھایا جاتا ہے جس پر شیخ الہند کا حاشیہ ہے، یہ حاشیہ مولوی عبدالاحد (مالک مطبع مجتبائی، دہلی) نے شیخ الہند سے لکھوایا تھا۔ مولوی عبدالاحد نے صراحت کی ہے کہ شیخ الہند نے پہلے مختصر المعانی کا تین مصری طباعتوں اور قلمی نسخوں سے مقابلہ کرکے تصحیح کی، پھر اس پر جامع اور اہم حاشیہ لکھا جو مختصر المعانی کے اکثر حواشی اور شروحات کا بہترین خلاصہ ہے اور مولوی عبدالاحد صاحب کے بقول مختصر المعانی کی تمام شروح اور حواشی سے مستغنی کرنے والا ہے:

”حتی کانہ لاحتوائہ علی المطالب الفخیمة شرح جدیدومغن عن سائر الشروح والزبر القدیمة وناسخ للحواشی المعتبرة والتعلیقات الکریمة“ (صفحہ آخر مختصر المعانی مطبع مجتبائی دہلی۔ طبع اول ودوم)

اس حاشیہ کی یہ افادیت اور قدرومنزلت صرف اس کے ناشر کا خیال نہیں بلکہ اہل نظر علماء بھی برسوں کے مطالعہ تلاش وجستجو اور مختصر معانی کے درجات کی تعلیم وتحقیق کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچے تھے کہ شیخ الہند کا یہ حاشیہ مختصر کی تمام شروحات کا مغز اور ایسا انتخاب ہے کہ اس سے بہتر دشوار ہے۔ مثلاً مولانا مناظر احسن گیلانی نے لکھا ہے:

”بعد کو جب دسوقی کے ساتھ ملاملا کر ان حواشی کے مطالعہ کا موقع ملا تب مولانا کی غیر معمولی انتخابی قوت کا اندازہ ہوا، گویا اس ضخیم وحجیم وشحیم شرح کی روح نکال کر مولانا نے رکھ دی تھی۔ ہزار ہا ہزار صفحات کے پڑھنے سے بھی جو نتائج حاصل نہیں ہوسکتے، وہ ان چند سطروں میں مل جاتے تھے، اور اس وقت معلوم ہوا کہ کمال صرف یہی نہیں ہے کہ اپنی طرف سے کوئی نئی بات پیش کی جائے، بلکہ دوسروں کے کلام سے چھلکوں کو اتار کر صرف مغز برآمد کرلینا اور جہاں ضرورت ہو ٹھیک اسی جگہ پر موقع موقع کے ساتھ اس کو درج کرکے مشکلات کو حل کرتے چلے جانا بجائے خود ایک ایسا کمال ہے کہ اپنی طرف سے کچھ لکھ لکھا دینا تجربہ بتاتا ہے کہ اس سے کہیں زیادہ آسان ہے۔“ احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن: ۳۷۔۳۷

اسی سلسلہ گفتگو میں یہ بھی تحریر ہے کہ: بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

ذوق شعر وادب: مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو عنفوان شباب میں اردو اور فارسی شعر وشاعری کا اچھا خاصا چسکا پڑ گیا تھا چونکہ طبیعت موزوں تھی، اس لئے بہت جلد اس میں غیر معمولی ترقی کر گئے تھے۔ شعر وشاعری میں میر اور غالب سے بہت زیادہ مناسبت تھی، اساتذہ اردو کے اس قدر اشعار اس بڑھاپے اور کمزوری کے زمانہ میں بھی یاد تھے اگر وہ سب لکھے جاتے تو بہت بڑا دیوان تیار ہو جاتا۔[1]

علی ہذا القیاس فارسی اور عربی شعراء کے قصائد کے قصائد اور ان کے دواوین کے اوراق کے اوراق محفوظ تھے، بارہا جب اشعار مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے سنانے شروع کیے تو حاضرین کو کثرت محفوظات سے تعجب شدید ہوا، متعدد فرمایا کہ اب حافظہ کمزور ہو گیا پہلے کے سب محفوظات باقی نہیں رہے۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

"کوئی شبہ نہیں کہ مختصر المعانی پر مولانا مرحوم کا یہ حاشیہ ایسا حاشیہ ہے، جس نے طلباء ہی نہیں کو بلکہ مدرسین کو بھی اس کتاب کی تمام شرحوں سے مستغنی کر دیا ہے" احاطہ دار العلوم میں بیتے ہوئے دن ص:۳۷ (دیوبند بلا سنہ)

شیخ الہند کا حاشیہ مختصر المعانی پہلی مرتبہ مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوا، ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ/ جون ۱۹۰۷ء میں اس کی طباعت مکمل ہوئی، دوسرا ایڈیشن ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۵ء) میں چھپا، اس وقت سے ۱۹۴۷ء تک یہ حاشیہ مطبع مجتبائی سے برابر چھپتا رہا، بعد میں ہندو پاکستان کے متعدد تاجران کتب نے شائع کیا۔

(۱) حضرت شاہ عبد العزیزؒ کے عہد سے حاضر تک اکثر بڑے علماء بلکہ مشائخ کرام کے متعلق معلوم ہے کہ وہ اپنے پسندیدہ شعراء اور منتخب اشعار کی بیاضیں (کاپیاں) رکھتے تھے، جس میں حکیم الامت تھانویؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا اور مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہم اللہ جیسے اصحاب بھی شامل ہیں۔

مرزا غالب کے شاگرد، ہرپال تفتہ کے ساتھ ایک ادبی نشست اور تفتہ کا شیخ الہندؒ کے شعری ادبی ذوق اور ان موضوعات پر وسعت نظر کا اعتراف:

عنفوان شباب میں مرزا غالب کے سکندر آبادی مشہور ہندو شاگرد[۱] کسی تقریب میں دیوبند آئے تھے، کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ ان کو سن کر معہ چند ہمراہیوں کے ان کے پاس پہنچے، دن بھر شعروشاعری کا چرچا رہا، (تفتہ) مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی محفوظات اور شاعرانہ مناسبت کو دیکھ کر دنگ ہو گئے، اور کہنے لگے کہ میں نے اپنی تمام عمر میں اساتذہ کے کلام کا اس قدر جمع کرنے والا حافظ نہیں دیکھا، اردو محاورات پر بسا اوقات جب مولانا سے اثناءِ ترجمہ میں کوئی تذکرہ آیا، فوراً میر یا مومن خاں، ذوق غالب وغیرہ کے اشعار کے اشعار سنا دیتے تھے، یہ واقعات بہت سی دفعہ پیش آئے۔

حافظ نہ ہونے کے باوجود آیات شریفہ کا غیر معمولی استحضار: مولانا رحمۃ

---

(۱) منشی ہرگوپال تفتہ، غالب کے مایۂ ناز شاگرد اور ممتاز شاعر تھے۔ ہرگوپال تفتہ سکندر آباد ضلع بلند شہر کے باشندے، کائستھ خاندان کے رکن اور موتی لال کے بیٹے تھے۔ ۱۲۱۴ھ/ ۹۸-۱۷۹۹ء میں پیدا ہوئے، تعلیم کے بعد خاندانی معمول کے مطابق قانون گو رہے، غالب کو تفتہ نہایت عزیز تھے، غالب کے سب سے زیادہ خطوط تفتہ کے نام ہیں، تفتہ شروع میں رامی تخلص کرتے تھے، غالب کے شاگرد ہوئے تو غالب نے یہ تخلص بدل کر تفتہ کر دیا تھا، غالب ان کو مرزا تفتہ کہتے تھے۔

تفتہ سخن شناسی میں بے نظیر تھے، عموماً فارسی میں کہتے تھے، تفتہ کا فارسی کلام اپنے ہم عصروں سے ممتاز اور طالب وکلیم کے پایہ کا ہے، فارسی کلام کے چار دیوان یادگار ہیں جس میں (اندازاً) بارہ تیرہ ہزار شعر ہیں۔

تفتہ نے گلستاں سعدی کی تضمین لکھی تھی اور بوستاں کے جواب میں سنبلستاں تحریر کی، تفتہ پندرہ رمضان ۱۲۹۶ھ/ ۲ر ستمبر ۱۸۷۹ء کو سکندر آباد میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ مولوی مختار احمد تھانوی نے تاریخ وفات کہی:

سال نقلش بادل زار از خرد من شنیدم بے سروپا شد سخن ۱+۱۲۰۶ ۱۲۹۶ھ

مزید معلومات کیلئے تفتہ اور غالب مؤلف محمد ضیاء الدین انصاری۔ (دہلی: ۱۹۸۴ء) نیز تلامذۂ غالب مالک رام ص: ۶۳-۶۶ (نکودر: طبع اول)

اللہ علیہ کوقر آن شریف سے خاص شغف تھا، باوجود حافظ نہ ہونے کے اس قدر آیتیں یاد تھیں کہ گویا حافظ ہوگئے تھے۔ بخاری شریف میں ادنیٰ ادنیٰ مناسبت سے لغات کولاکر بخاری تفسیر کیا کرتا ہے، اچھے سے اچھے حافظ وہاں چکرا جاتے ہیں اورنہیں بتا سکتے کہ یہ الفاظ کن کن آیتوں میں وارد ہیں، ماسبق اور مابعد کو پڑھ دینا نہایت مشکل ہوتا ہے مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ بلا تامل بخاری شریف پڑھاتے ہوئے اور خصوصاً کتاب التفسیر کے وقت آیات کواول سے پڑھ دیتے تھے اور تفسیر بیان فرماتے تھے[1] یہی مشغلہ سالہا سال رہا ہے۔

قرآن شریف کی تلاوت اور خدمت حدیث کا ذوق:

رمضان شریف میں علاوہ دن کو بڑی مقدار تلاوت کرنے کے تراویح اور نوافل میں ہمیشہ دس دس بارہ بارہ پارے یا کم وبیش سنا کرتے تھے، حفاظ سنانے والے تھک جاتے تھے مگر خود اخیر وقت تک نہ تھکتے تھے، کبھی کوئی کمزوری ظاہر ہوتی تھی، نہ معلوم کون سی روحانی قوت اور باطنی مناسبت قرآن شریف سے تھی جو کہ اس طرح ان کو محو کردیتی تھی کہ ذرا بھی تکان محسوس نہ ہوتا تھا۔

---

(۱) بخاری کے تراجم ابواب کے ضمن میں قرآن شریف کی جو آیتیں آئی ہیں ان آیتوں سے پہلے اور بعد کی سب آیتیں حضرت شیخ الہند کو ازبر یاد رہتی تھیں، جیسا کہ مولانا مدنی نے تحریر کیا ہے اور مولانا مناظر احسن گیلانی نے لکھا ہے کہ ان آیتوں کا ضمناً ذکر نہیں تھا بلکہ ان کے ذریعہ سے قرآن فہمی کی نئی راہیں بھی کھلتی تھیں۔ مولانا گیلانی کا مفصل اقتباس ملاحظہ ہو:

”اپنے تراجم میں امام بخاری کا یہ قاعدہ ہے کہ قرآن آیتوں کو حسب ضرورت شریک کرتے چلے گئے ہیں، اس بہانے سے ان قرآنی آیتوں کے نئے پہلوؤں کے جاننے ہی کا موقع نہیں ملتا تھا، بلکہ قرآن فہمی کی نئی راہیں بھی کھلتی تھیں اور میں کیا بتاؤں کہ ترمذی شریف کے درس کے بعد بخاری شریف کا درس جب شروع ہوا تو دل کے لئے بھی اور دماغ کے لئے بھی کیسی لذیذ خوراکیں ملنے لگیں، ایسی خوراکیں جو منطق کی کسی کتاب میں ملیں، نہ فلسفے میں نہ ادب میں اور نہ کسی اور فن ملی تھیں۔ احاطۂ دار العلوم میں بیتے ہوئے دن ص:۱۵۶ (دیوبند بلا سنہ) “

مالٹا کی اسارات کے زمانے میں غالباً روزانہ ایک قرآن ناظرہ ختم کرتے، یا قریب بختم تو ضرور پہنچا دیتے تھے۔ حدیث شریف جو کہ حقیقۃً قرآن شریف کی تفسیر ہے، آخری وقت تک مولانا کا مشغلہ رہا ہے، اسی طرح تدریسی علوم میں تقریباً چالیس برس سے زیادہ مدت مولانا رحمۃ اللہ کی گذری ہے۔

باطنی اشغال پر استقامت، سیر سلوک اور حضرت گنگوہی سے اجازت: باطنی اشغال جب سے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز سے ۱۲۹۵ھ میں بیعت ہوئے، آخری وقت تک ترک نہ فرمائے، بلکہ اس میں روز افزوں ترقی کرتے رہے اور بہت جلد سلوک کی منزلیں زیر تربیت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تمام کر کے خلافت حاصل کی[1] مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلی کیفیت حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے پاس مولانا کے سلوک اور ترقی کے مقامات کی لکھی، جس پر حضرت حاجی صاحب مرحوم نے مکہ معظّمہ سے خلافت نامہ تحریر فرمایا۔ یہ روحانی تربیت اور باطنی کمال وہ چیز ہے، جس سے حقیقی تفسیر کے لئے ہر قسم کی آسانی میسر ہوسکتی ہے۔

---

(۱) ایک وضاحت نہایت ضروری ہے کہ شیخ الہند اگرچہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے شاگرد رشید، جان نثار، مخلص خادم، سفر و حضر کے رفیق، حضرت کے معتمد اور علمی جانشین تھے مگر حضرت مولانا نانوتوی سے مولانا کو اجازت بیعت حاصل نہیں۔ حضرت مولانا کا معمول تھا کہ مولانا کے جو شاگرد سیر سلوک مکمل کر لیتے تھے، یا جو مریدین یا مسترشدین اجازت کے اہل ہوجاتے تھے ان کو حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں بھیج دیتے تھے، اگر ضرورت سمجھتے تو حضرت حاجی صاحب ان کو اجازت دے دیتے تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نے خود کسی کو خلافت عطا نہیں کی۔ حضرت حاجی امداد اللہ، مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور حاجی رفیع الدین مہتمم اول، دیو بند نے وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت مولانا نانوتوی نے کسی کو مجاز نہیں کیا۔ حالات طیب مولانا محمد قاسم: از مولانا یعقوب نانوتوی ص: ۳۳ (طبع اول: بھاولپور ۱۲۹۷ھ) اس لئے شیخ الہند بھی حضرت حاجی صاحب کے مجاز ہیں اور حضرت مولانا گنگوہی سے بھی اجازت بیعت حاصل ہے۔

ترجمہ قرآن پاک کیلئے وسیع مطالعہ محنت اورانہماک: خلاصہ کلام یہ کہ صحیح اور معتبر ترجمہ وتفسیر کے جتنے مبادی اوراسباب تھے، خداوند کریم نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ میں اس طرح مہیا کردیئے تھے کہ ان کا اجتماع دعادۃً نہایت ہی اقل ہوا کرتا ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ہر قسم کے کمالات میں جب مراحل کو طے کرلیا اور آخری حصہ عمر کو پہنچ گئے، یعنی جب کہ جملہ مبادی اوراسباب کو تکملہ ہو گیا، اسوقت قدرت نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کام لیا۔

ابتدائی ترجمہ میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت چھان بین اور کدووکاوش، کتب بینی، تحقیق وتدقیق سے کام لیا، موجودہ ہر قسم کے اردوفارسی تراجم بھی پاس ہوتے تھے، تفسیر کی متعدد کتابیں بھی ہر ہر آیت پر دیکھتے تھے، وقت کے گذرنے کا خیال نہ تھا، بلکہ حقیقت پر پہنچنے کا قصد ہوتا تھا۔ غوروخوض میں ادنیٰ تکاسل کو راہ نہ دیتے تھے، ہندوستان میں عرصہ دراز تک کام کرتے رہے، مگر ہجوم خلائق اور کثرت واردین واشغال نے جب تک تکمیل نہ ہونے دی تو قدرت نے مالٹا میں غالباً اسی کام کے لئے ڈال دیا، جہاں بالکل فرصت ہی فرصت تھی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں نہایت فراغت کے ساتھ نہ صرف ترجمہ کو تمام ہی کیا بلکہ مکرر نظر بھی ڈالی اوراصلاح فرماتے رہے۔ جس طرح مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو بخاری شریف پڑھاتے پڑھاتے بخاری شریف کے تراجم ابواب اوراحادیث کے متعلق خاص ملکہ ہو گیا تھا، اسی طرح اس مدت میں تفسیر آیات کے متعلق بھی نہایت عجیب اور کامل ومکمل ملکہ ہو گیا تھا، مگر افسوس کہ زمانہ نے مہلت نہ دی، اگر فوائد کی تکمیل ہوجاتی تو خلائق کو بہت زیادہ انتفاع کی صورت حاصل ہوتی۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ اوران کے اسلاف کرام خصوصاً حضرت مولانا نانوتوی اور حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ اسرارہما کو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب[1] رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ (موضح

(۱) حضرت شاہ عبدالقادر حضرت شاہ ولی اللہ کے چوتھے صاحبزادے ۱۱۶۷ھ (۵۴-۱۷۵۳ء) میں ولادت ہوئی اور تریسٹھ سال کی عمر میں رجب ۱۲۳۰ھ (جون ۱۸۱۵ء) میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ہرچہ گویم بوصفش غیر کافی۔

قرآن) پر بہت زیادہ اعتبار تھا اور حقیقت میں وہ ہے بھی تمام متراجم میں زیادہ تر قابل واعتماد، حضرت شاہ صاحب مرحوم ومغفور ہر قسم کے ظاہر اور باطنی کمالات کے گلدستہ ہیں، اس لئے ان پر اعتماد ہونا ضروری ہے۔ مقدمہ میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ اس کا اظہار بھی فرمایا ہے اور زبانی جو کچھ فرمایا کرتے تھے اس کے لئے دفاتر کی ضرورت ہے۔ اس ترجمہ کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا امام بنایا ہے اور حسب تغیر زمانہ محاورات کے متبدل ہوجانے کی وجہ سے کچھ تغیر دیا ہے، جس کی تفصیل اور حالت مقدمہ سے ظاہر ہوگی۔

ہم اس ترجمہ کو سہو وخطا سے پاک نہیں سمجھتے: اس میں شک نہیں کہ بے عیب فقط ذات خداوندی ہے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی فقط معصوم ہیں، انسان خواہ کتنی ہی کامل کیوں نہ ہو عیوب سے منزہ خطاؤں سے مطہر نہیں ہوسکتا، (اس لئے) ہم کسی طرح بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ قطعی طریقہ پر ہر جگہ خطاؤں سے مبرا ہی ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ جو جو سامان اللہ تعالیٰ نے ترجمہ کی صحت اور تفسیر کی واقعیت کے مولانا رحمۃ اللہ علیہ میں جمع کردئے تھے اور جس اخلاص اور کوشش سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو تحریر فرمایا ہے ہم حلفیہ کہتے ہیں کہ موجودہ زمانہ میں تو درکنار پہلے زمانہ میں بھی عموماً یہ امور کہیں پائے نہیں گئے؟

یوں تو انکار کرنے والے، عیب چینی کرنے والے جن کی قسمت میں ازلی محرومیت لکھی ہوتی ہے، وہ خدا اور رسول اور اس کی سچی کتاب کو بھی نہیں چھوڑتے، اس پر بھی طعنے کستے رہتے ہیں: یضل بہ کثیراً ویھدی بہ کثیراً! الایہ خود قرآن میں موجود ہے، مگر ہم نکتہ چینی والے حضرات سے یہ ضرور کہہ دینا چاہتے ہیں، کہ ذرا مقام ترجمہ کی تنگی اور مولانا کے لئے اسباب ووسائل کی فراہمی وغیرہ پر غور کرکے اعتراض اور نکتہ چینی کریں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل.

مولانا مجید حسن کا شکریہ: مولانا مجید حسن صاحب شکر اللہ سعاہم نے اس ترجمہ کی

تصحیح اور تحسین کتابت وطباعت وغیرہ میں جو عرق ریزی فرمائی ہے وہ بھی انہی کا حصہ تھا، خداوند کریم ان کو اس خدمت کتاب اللہ کا اجر جزیل دنیا اور آخرت میں عطا فرمائے آمین۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح یہ ترجمہ واقع میں مکمل تھا اسی طرح اس کو ظاہری زیور بھی مولوی صاحب موصوف کی سعی بلیغ سے حاصل ہوا۔ اب ہم مولوی صاحب موصوف کی ثنا وصفت اور دعا کرتے ہوئے ناظرین سے سمع خراشی کی معافی مانگتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں۔

خداوند کریم ناظرین کو اپنی رحمت خاصہ سے نوازے اور کاتب وطابع اور جملہ سعی کرنے والوں کو دارین میں خوش وخرم رکھے، حضرت مولانا قدس اللہ سرہ العزیز اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے لئے یہ ترجمہ بہترین باقیات صالحات ہو۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین، و آلہ وصحبہ اجمعین

کتبہ ننگ اکابر

حسین احمد غفرلہٗ از سلہٹ

دوم شعبان ۱۳۴۴ھ (۱۶ فروری ۱۹۲۶ء) سہ شنبہ

گذارش طابع وناشر

مولوی مجید حسین [ایڈیٹر، مدینہ بجنور]

امامنا ومخدومنا حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے عصر حاضرہ کا یہ عظیم الشان کارنامہ، علماء وفضلاء ہم عصر کے مسلسل تقاضوں پر شروع فرمایا تھا، اس کی تفصیل خود اس وجود مقدس کی زبان میں، آپ کو مقدمہ ترجمۂ قرآن میں ملے گی، یہاں مجھے چند دوسرے امور متعلقہ کا تذکرہ مطلوب ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ربیع الاول ۱۳۲۷ھ میں ترجمہ قرآن مجید کی ابتدا فرمائی تھی، اس وقت آپ دارالعلوم دیوبند میں اقامت فرماتے، اور درس حدیث وشغل رشد وہدایت سے اس قدر فرصت نہ ہوتی تھی کہ یہ مقدس فرض جلد پایۂ تکمیل کو پہنچتا، چنانچہ کامل سوا تین سال کے عرصہ میں محض دس پاروں کا ترجمہ ۲۵/جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ کو سورۂ توبہ تک ختم ہوا، حقیقت یہ ہے کہ ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے، قرآن مجید کی خدمت کے لئے، اس مجدد عصر کو ان تمام منازل سعادت سے گذرنا تھا، جو پہلے ائمہ کرام اور مجددین عظام کو پیش آچکی ہیں، درس وتدریس اور ارشاد وہدایت کی راہیں دیوبند میں قطع ہوئیں، اب چند منازل سعیدہ اور باقی تھیں، چند سال تک بعض واقعات نے اجازت نہ دی کہ مزید ترجمہ کریں، اس کے بعد منشائے خداوندی نے، امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کو اس منزل اولین کا رہ نورد بنایا جو اس دنیا میں ہر جلیل القدر مصلح اور امام کو پیش آئی ہے، یعنی ہجرت الی اللہ! بعض خاص روحانی، سیاسی اور مذہبی ضروریات کے باعث، آپ نے ہندوستان سے ہجرت کی تیاری کی، اور ۷/ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ کو عزم بیت اللہ فرمایا ،حرمین کی سرزمین نے جو مہبط انوار الٰہی ہونے باعث، ہر مقرب بارگاہ اور سالک طریقت کے

استقبال کے لئے بیتاب رہتی ہے، کہا ع آمد آں یارے کہ میخواستیم

اس وقت خود حجاز مقدس کا چپہ چپہ، ظلم وجور کی قہرمانہ طاقتوں سے الاماں الاماں پکار رہا تھا، حریت خیال اور آزادی اعمال موقوف اور حکومت کی خواہشات وعزائم کے خلاف، پیروی اسلام جرم تھی، ترکوں کی تکفیر کے فتوے تیار ہو رہے تھے اور ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانان مجبور کی عقیدت ومحبت کا مرکز، ملکفرین کے الحاد وطاغوتیت کا گہوارہ بنا ہوا تھا، لیکن اس شیر بیشۂ اسلام اور بطل عساکر ملت نے، ان کی آرزوؤں کو خاک میں ملا دیا، اور مالٹا کی نظر بندی اور قید کو ترجیح دیدی، شریف حسین کی بدگمانیاں اور حکومت برطانیہ کی بدظنیاں تو محض بہانہ تھیں حقیقت میں خدمت قرآن کشاں کشاں قید خانہ کی طرف لئے جا رہی تھی، جس کی عزلت وتنہائی مولانا کے لئے وجہ فارغ البالی بن گئی۔

حضرت مولانا مالٹا پہنچے، بحر روم المتوسط کا یہ مختصر جزیرہ جو برطانوی اقتدار کا امین ہے مسلمانان عالم کی محبت وعقیدت کے یوسف عزیز کو اپنی آغوش میں لے کر زندان عزیز کے لئے سامان رشک مہیا کرنے لگا......

برزمینیکہ نشانے کفِ پائے تو بود سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے چند خادمانِ وفا شعار کے ساتھ اسکندریہ سے مالٹا لیجائے جا رہے تھے کہ جہاز کو زبردست خطرہ پیش آیا، جرمنی کا مشہور تباہ کن اور حشر انگیز جہاز ایمڈن نمودار ہوا، کپتان جہاز نے اس بلائے ناگہانی کے ظہور پر مسافروں سے کہہ دیا کہ موت کا قاصد سامنے آرہا ہے ، تیرنے کی پیٹیاں کمر سے باندھ لو اور اشارہ پر سمندر میں کود جانا، ایسے نازک وقت میں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے تمام سامان سے قطع نظر کر کے ترجمۂ قرآن مجید کے جملہ اوراق مولانا عزیر گل صاحب کے سینہ سے باندھ دیئے کہ شاید یہ سرمایۂ گراں ارز، حفاظت سے اہل عالم تک پہنچ جائے، خدا کی شان کبریائی دیکھئے کہ ایمڈن جہاز اپنی رفتار بھول گیا اور اسیران سیاسی

کا جہاز صحیح وسالم مالٹا پہنچ گیا، قانون قدرت کی جملہ طاقتیں اہل اللہ کی خدمت گار ہوتی ہیں۔

مختصر یہ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے رفقاء کے ساتھ ۲۹/ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ کو مالٹا پہنچے، اورشوال ۱۳۳۵ھ سے ترجمہ کا سلسلہ شروع فرمایا، مشاغل ذکر ومراقبہ، اوراوراد ووظائف وتلاوت کی مصروفیتوں سے جووقت ملتااس میں ترجمہ یااس پرنظر ثانی فرماتے، جس میں مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور مولانا عزیر گل صاحب سے بھی مذاکرات رہتے۔

اس طرح بقیہ بیس پاروں کا ترجمہ ایک سال کی قلیل مدت میں ۲/شوال ۱۳۳۶ھ کو اختتام پذیر ہوا، ترجمہ سے فراغت ہوئی تو حواشی تحریر فرمانا شروع کئے اور سورۂ نساء تک لکھ چکے تھے کہ ۲۲/ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ کو ہندوستان روانہ کردیئے گئے کہ خود اس ملک میں اب ایک مجاہد اعظم اور رہنمائے اکبر کی ضرورت تھی جو ملت منتشرہ وقوم مضطرب کی صحیح رہنمائی کرے، اور عزیمت ودعوت کی منزل کا رستہ بتائے، ۲۰/رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ کو بمبئی کے افق سے دوبارہ آفتاب علم وعمل کا طلوع ہوا اور تمام ہندوستان مطلع انوار ہوگیا، اس زمانہ میں ہندوستان کشمکش حیات میں مبتلا تھا، معتقدین ومسترشدین نے ایک جگہ بیٹھنے نہ دیا، ترجمہ قرآن کی خدمت سرانجام ہوچکی تھی، عصر حاضرہ کا کارنامۂ اعظم پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا تھا، مضطرب وبے چین ملک کی رہنمائی کی جاچکی تھی، اور رفیق اعلیٰ سے وصال کے لئے روح بیتاب تھی، حواشی کی تکمیل کی فرصت کیسے ہوتی، چنانچہ دوماہ صاحبِ فراش رہ کر ۱۸/ربیع الاول ۱۳۳۸ھ [1] کو دنیائے فانی سے دار بقا کا سفر پیش

(۱) اصل میں اور مدینہ پریس سے شائع ترجمہ قرآن مجید کی تمہید وغیرہ میں، یہی سنہ وفات لکھا ہوا ہے جو صحیح نہیں ہے، شیخ الہند کی وفات، ۱۸/ربیع الاول ۱۳۳۹ھ، ۳۰/نومبر ۱۹۲۰ء دہلی میں ہوئی تھی، دوسرے دن دیوبند میں تدفین ہوئی۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے:

۱-حیات شیخ الہند: تالیف مولانا اصغر حسین دیوبندی، ص: ۱۸۸، ۱۸۹[لاہور: ۱۹۷۷ء]

۲-تذکرہ شیخ الہند: مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری، مرتبہ مسلمان شاہجہاں پوری، ص: ۳۱۷، ۳۱۸[کراچی: ۱۴۲۸ھ، ۲۰۰۷]

آیا اور مہاجر الی اللہ جوارِ رحمتِ خداوندی میں پہنچ گیا، ع.... پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

۱۲/ ذی قعدہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۸/ جون ۱۹۲۳ء کو میری قسمت کا ستارہ چمکا اور بصد مشکل حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ورثاء سے اس دولت دارین کو باضابطہ طور پر حاصل کرنے میں کامیاب ہوا، مشتاق نگاہیں بیتاب، تشنہ کامان ہدایت مضطرب اور تقاضے شدید تھے، اس لئے فوراً ہی طباعت کا انتظام شروع کر دیا، بعد میں مسودات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ حواشی سورۂ آل عمران، جن کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرما چکے تھے ان میں موجود نہیں ہیں اور اتنی مہلت نہ ملی کہ بقیہ حواشی کی تکمیل کرائی جائے، تمام بزرگوں سے مشورہ کرنے کے بعد یہی رائے قرار پائی کہ باقی قرآن مجید میں حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی درج کر دیے جائیں، کیونکہ اسکے سوا چارہ ہی نہ تھا۔

اب عزم مصمم ہے کہ انشاء اللہ بقیہ حواشی بھی اسی تفصیل وخصوصیت کے ساتھ جسے مولانا نے ملحوظ رکھا ہے کسی معتبر عالم اور دوسرے علماء کے مشورہ سے پورے کرا کے اشاعت آئندہ میں درج کر دیے جائیں، واللہ المستعان.

صحت کے متعلق صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ حتی المقدور کوتاہی نہیں کی گئی، قرآن مجید مترجم کا ہر ایک لفظ اور نقطہ متعدد حفاظ کی محتاط نظروں سے گذرا ہے، اور خود میں نے دوسروں کی معیت میں بالاستیعاب کاپیوں اور پروفوں کی تصحیح کی ہے۔

قرآن کی کتابت کے لئے ہندوستان کے مشہور نسخ نویس منشی محمد قاسم صاحب لدھیانوی کی خدمات حاصل کیں، اور طباعت میں امکانی احتیاط کو ملحوظ رکھا، ان سب باتوں کے علاوہ متن کی حنائی زمین کو بھی پتھر پر چھاپا جس سے چھپائی کا کام دو چند ہو گیا، اور باوجود انتہائی کوششوں کے ڈھائی سال کے عرصہ میں رجب ۱۳۴۴ھ میں تکمیل کو پہنچا۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ہر مسودہ کے اختتام پر تاریخ وماہ سن لکھ کر کہیں ''مالطہ فی الاسر الحمدللہ'' لکھا ہے۔ کسی جگہ ''فی مالطہ اسر الحمدللہ'' تحریر فرمایا ہے اور میں نے بھی اس تاریخی شے کو قرآن مجید کے حاشیہ پر لکھوادیا ہے، اس طرح یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں تاریخ اور اتنے عرصہ میں آپ نے اس قدر اور فلاں حصہ قرآن مجید کا ترجمہ فرمایا، ہر پارہ کو ۳۲ صفحات پر ختم کیا گیا ہے۔ غرض یہ ہے داستان ترجمہ وطباعت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں بصد ادب ونیاز گذارش ہے۔ مصنف ترجمہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس عظیم الشان خدمت کے طفیل مجھ عاصی پر معاصی کو اپنی رحمت ومغفرت کی نعمت عطا فرمائے اور صادقین وصالحین کی معیت نوازش کرے۔ اللھم فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والآخرة توفنی مسلما والحقنی بالصالحین.

طابع وناشر

محمد مجید حسن مالک اخبار مدینہ بجنور (یوپی)

تقریظ برکلام پاک، عرض نیاز بدر

۱۹۲۶ء ۱۳۴۴ھ

الحمد للّٰہ الذی نزل الکتاب بالحق مصدقا لمابین یدیه وانزل التوراۃ والانجیل من قبل وھدیً للناس وانزل الفرقان بیان للناس وھدیً وموعظۃٌ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسوله الکریم واھل بیته واصحابه اجمعین.

زبادہ خوردنِ تنہا، ملول شد حافظ — ببانگ بربط ونے رازش آشکارہ کنم

کیسی مبارک وہ گھڑی اور کس قدر سعید وہ ساعت تھی، جب کہ حضرت شیخ الہند مرشدنا ومقتدانا، خاتم المفسرین وامام المحدثین، جناب مولانا محمود حسن قدس اللہ سرہ العزیز نے ہندوستان کے مسلمانوں کی رہبری اور ہدایت کے لئے ترجمۂ کلام ربانی جل شانہ کی ابتدا فرمائی

خوشا وقتے وخرم روزگارے — کہ یارے برخوردازوصل یارے

حضرت شیخ الہند علیہ الرحمۃ والغفران، جو مدرسہ عربیہ عالیہ دیوبند کی خدمت مسلسل، اپنی حیات مقدس کا مشغلہ محبوب ترین بنا چکے تھے، جن کی زندگی مطہر کے پورے پینتالیس سال، تشنہ کامان علوم دینیہ کے سیراب کرنے میں صرف ہوئے، ایک لحظہ کے لئے بھی مسلمانان عالم کی عموماً اور مسلمانان ہند کی خصوصاً، ان ضروریات اور احتیاجات سے بے خبر نہ رہے، جو مذہبی اور دینی زندگی کی اصلاح وارشاد کا مطالبہ حق کر رہی تھیں، درس وتدریس کے مرغوب ترین شغل کے بعد، اخلاق وروحانیت کے دروس عنایت فرماتے، گمرہان وادی ضلالت کو صراط مستقیم دکھاتے اور تعلیمات اسلامیہ کے حقائق ومعارف کی تشریح وتفسیر سے جاہل افراد ملت کے سینے کھولتے، ہندی مسلمانوں کی تاریک زندگیوں کا وہ تاریک ترین زمانہ، جب کہ ان کی عظمت

ماضیہ اورسرمایہ دینی ودنیوی، دشمنانِ ملتِ بیضا کی دراز دستیوں سے پائمال [پامال] وبرباد ہورہا تھا، جب کہ توحید کا ہر فرزند اور رسالت کا ہر غلام اوامرونواہی ربانی سے بے نیاز ہوکر، آئے دن کی ابتلاؤں اور آزمائشوں میں گرفتار ہورہا تھا، حضرت شیخ الہندؒ کی بالغ وغائر نظروں سے پوشیدہ نہ تھا، وہ قلب سلیم جو امدادی اور قاسمی فیوض وبرکات کا مہبط خصوصی بن چکا تھا، وہ حریم سینہ جس میں قادری اور رشیدی انوار واسرار مصروف جلوہ پاشی تھے کیونکر ملت مرحومہ کے اس حال زبوں پر متاسف ومتالم نہ ہوتا، اور اس علت ملیہ کا مداوائے صحیح نہ فرماتا جب کہ احکام قرآنی کی طرف سے غفلت، پابندی شریعت کی طرف سے بے نیازی، اسوۂ حسنہ رسول کو نذر بے پروائی کردینا، سنت صحابۂ کرام وتقلید ائمہ عظام کو پس پشت ڈال دینا، تربیت دینیہ وتعلیم اسلامیہ کی طرف سے تجاہل ظالمانہ برتنا، نہ صرف مسلمانان ہند بلکہ مسلمانان عالم کی زندگیوں کا ممتاز کارنامہ بن چکا ہو جب کہ غلط تفقہ اور تجاہد کی وبائے عام مؤمنوں میں پھیل چکی ہو، تفسیر اور ترجموں کے اندر مادیت اور مغربیت کا الحاد سرایت کرچکا ہو، عقلیات اور فلسفیات نے انسانی دماغوں اور ذہنیتوں پر غلبہ پالیا ہو، نفسیات اور رمرضیات پر افرنجیت کا شیطان مسلط ہوگیا ہو، جب کہ معتقدات کے اندر اختلاف وافتراق کا طوفان ہفتاد وملت برپا ہوگیا ہو، تحدث اور قیاس نااہل زبانوں اور لبوں کا دعویٰ برخود غلط بن کر اجماع گمراہ کن تسلیم کیا جاچکا ہو، کیسے ممکن تھا کہ چودہویں صدی کا یہ مجدد اعظم اور ملت نادار کا سب سے بڑا سرمایہ دار علم لدنی خاموش رہتا۔ ع

یکا یک ہوئی غیرت حق کو حرکت

سب سے پہلی تجویز جو اس طبیب ملت کی حذاقت کامل کو القا فرمائی گئی وہ ترجمہ قرآن مجید تھا، جو تمام امراض وعلل ملیہ کا واحد اور بنیادی علاج تھا، الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ کو اس مبارک ومسعود کام کی طرح اندازی ہوئی، اور حضرت شیخ الہندؒ کے دست حق پرست نے اس جامۂ شایستہ اردو کو سیا.....

آں نافۂ مراد کو میخواستم زغیب　　　　در چین زلف آں بت مشکیں کلالہ بود

حضرت شیخ الہندؒ نے ان اکابر مرحومین وعلمائے متدینین کا تذکرہ اپنے خودنوشتہ مقدمہ میں فرمایا ہے جنہوں نے کلام ربانی کا ترجمہ اردو اور فارسی میں فرما کر اسلام اور اسلامیوں کی بہترین خدمت انجام دی ہے، انہی حضرات کامل الصفات کے تراجم پر حضرت شیخ الہند کا ترجمہ بھی مبنی ہے جن کی صحت اور درستگی پر خود آپ کو بھی کامل اعتماد تھا، بعض مروجہ تراجم آپ کے نزدیک مستند نہ تھے، آخرکار یہ خدمت حقہ تین برس کی محنت اور عرق ریزی میں ثلث قرآن تک پہنچی، اس کے بعد ہی وہ حادثہ عظیم پیش آیا جو محض تائید ربانی سے خود حضرت شیخ الہند کے الفاظ میں ''سرمایۂ اطمینان قلب اور ارشاد عسیٰ ان تکرھو شیئا وھو خیر لکم کی صداقت اور دعائے رب السجن احب الی کی اجابت'' دکھانے والا بن گیا۔ یعنی ۱۳۳۰ھ میں حضرت شیخ الہند عازم ارض مقدس ہوئے، اہل نظر جانتے ہیں کہ اس ہجرت الی اللہ کی بنا کونسی بدعت سیاست وحکمرانی تھی لیکن دارالامن میں بھی ایک ننگ خاندان ہاشمی ناموس نبوی کا بیچنے والا سبب مصائب وآلام بنا، حضرت ابراہیم کی وادی غیر ذی ذرع میں استبدادیت شریف کا طوفان برپا تھا، جس نے حضرت شیخ الہندؒ کو بھی اسیر مالطہ کا غیر فانی خطاب دلوادیا، مالطہ کی اسیری میں ایک گونہ طمانیت وفراغت حاصل ہوئی، دو برس کے قلیل عرصہ میں ۲؍شوال ۱۳۳۶ھ کو یہ عظیم الشان دینی خدمت درجہ تکمیل پر پہنچی۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم.

۱۶؍شوال المکرّم کو یہ بشارت سعید خدامان ہند کے گوش متمنی تک پہنچ گئی، اور تمام ہندوستان کے مسلمان اس سعادت کبریٰ ونعمت عظمٰی کے لئے چشم براہ بن گئے، ہزاروں تمنائیں اور لاکھوں آرزوئیں اس مہتم بالشان انسان کے حضور میں عریضۂ نیاز پیش کرنے لگیں اور اس امانت کے جو جبلستان ارض کو خاشعا ومتصدعا من خشیۃ اللہ کا منظر بنانے کے لئے کافی

تھی، نشر وطبع کا بار سنبھالنے کے لئے مستعد نظر آنے لگیں۔لیکن.....

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا | ہر بوالہوس کے واسطے دار ورسن کہاں

قدرت کاملہ کا یقین اس وقت ہوتا ہے جب کہ انسانی ارادے تار عنکبوت کی طرح ٹوٹ کر رہ جاتے ہیں، مولوی مجید حسن صاحب مالک اخبار مدینہ کی سعادت اور خوش بختی نے ہنگامۂ انتخاب میں پہلے ہی کامیابی حاصل کر لی تھی اور شاید روز ازل ہی میں یہ مقدر ہو چکا تھا کہ ہندوستان کے تاج المفسرین کا یہ سرمایہ گراں ارز، اس سعید شخص کی امانت میں دیا جائے گا، اورانہی خوش نصیب ہاتھوں کے ذریعہ یہ گوہر شاہوار مسلمانان ہند کو لٹائے جائیں گے، تقدیر کی رہنمائی نے ۱۹۲۳ء کے وسط میں دیوبند پہنچادیا، اور حضرت شیخ الہندؒ کے وارثان نیک سیر سے یہ دولت لازوال حاصل کی، ۲۸/جون ۱۹۲۳ء کو مولوی مجید حسن صاحب نے جملہ امور رسمیہ سے فراغت حاصل کر کے توکلاً علی اللہ انطباع و کتابت کی اہم ترین ابتدا کردی، کامل ڈھائی سال کی محنت شاقہ اور دلفریب نشیب و فراز کے بعد فروری ۱۹۲۶ء کے اختتام پر یہ روز سعید دیکھا کہ ترجمہ قرآن کریم کی آخری کاپی بفضلہٖ تعالیٰ زینت دہ مجلّہ مطہرہ ہوئی، اللہ اللہ دامان نظر کی موج پیمائیاں کہ سرور و بہجت کے سمندر میں محو جلوہ آرائی ہیں، اور کیوں نہ ہوں! گلکار سرورق جس پر قوس قزح نثار، مطلا و مشجر شگوفہ کاری جس پر بہار بے خزاں صدقے۔سبحان اللہ یہ نظر فریب جلد یہ دیدہ زیب تحریر، خط نسخ کا یہ نمونہ کمال، نستعلیق کا یہ حسن و جمال، حنائی زمین اور نقرئی جبیں، پختہ روشنائی، مجلّا و منور کاغذ، واضح اور روشن الفاظ، بیساختہ اور حسین حروف، بہترین نشست اعلیٰ ترتیب، بلند مرتبہ، مناسب نظم- صَلِّ عَلٰی صَلِّ عَلٰی- ان ظاہری خوبیوں، آراستگیوں اور باصرہ نوازیوں کے ساتھ، ترجمہ کی روانی، سلاست اور بیساختہ پن تحت اللفظی التزام ممتنع، صحت و سند، پر معارف و حقائق معنویت، شان رہنمائی و جمال ایقان، فوائد بالغہ کی حاشیہ آرائی،

قرآنی غوامض وحقائق کی شرح مکمل، نورعلی نور کا مصداق، خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جو اس ترجمہ کو پڑھیں، غور کریں اور عمل کریں، سعید ہیں وہ ہاتھ جنہوں نے اس کی اشاعت کی اور تبلیغ حقہ کی خدمت انجام دے کر سرخروئی دارین حاصل کی۔

یارب العالمین جب تک تیری دنیا میں توحید کے ڈنکے بجتے رہیں، جب تک تیری خلقت میں حق اور باطل کی تمیز باقی رہے، جب تک تیری دنیا میں ورفعنا لك ذكرك کی شان جمالی کا ظہور ہوتا رہے، جب تک تیری آغوش اُن نفوس قدسیہ کو نوازتی رہے جو تیری راہ میں مٹ گئے ہیں، جب تک تیرا کلام غیر فانی تیری حفاظت وسرپرستی کا مستحق رہے یا اللہ اس وقت تک ہم کو تبلیغ حق واشاعت صداقت کی اہلیت عطا فرما اور حضرت مخدومنا وسیلتنا فی الدارین مولانا شیخ الہندؒ کی روح پرفتوح کو اپنی قربت سے سعید فرما، اور مالک اخبار مدینہ مولوی مجید حسن کو اپنے دربار دُربار سے انعامات فراواں بخش، جس کی محنتوں اور کاوشوں نے ہم تہی مایوں تک یہ سرمایہ دارین پہنچایا۔

ربنا اهدنا الصراط المستقيم، ربنا فاغفرلنا وارحمنا، ربنافانصرنا على القوم الكافرين.

فقیر بے نوا

نیاز آگیں، احقر بدرالحسن جلالی مرادآبادی، مدیر مدینہ اخبار بجنور

ترجمۂ قرآن مجید پر علمائے ہند کی رائیں

(۱)

جامع الشریعت والطریقت فخر المحدثین مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی رائے

نفس ترجمہ کے متعلق، حضرت مترجم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کے بعد، کسی مزید توصیف وتوضیح کی ضرورت نہیں رہتی اس لئے کہ ترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ دیوبندی کا ہے، مولانا کا جامع العلوم کنز العلوم بحر العلوم ہونا، ہر شخص پر روشن ہے، اسی وجہ سے اس ترجمہ کی طباعت سے پہلے ہی، شائقین سراپا انتظار ہیں۔

البتہ وہ خاص اہتمامات جو حضرت مؤلفؒ نے اس ترجمہ میں فرمائے ہیں اور مقدمہ ترجمہ میں مختصراً ذکر فرمایا ہے، اجمالاً ان کی طرف اشارہ ضروری ہے، وہ خاص اہتمامات یہ ہیں:

(۱) ترجمہ سلیس ومطلب خیز وبامحاورہ (۲) خلل لفظی ومعنوی سے محفوظ (۳) مشہور اور مستعمل الفاظ کا خاص طور سے لحاظ فرمایا ہے (۴) ان اغلاط سے مبرّا، جو آزادی پسند لوگوں کے ترجمہ سے عوام میں پھیل گئے ہیں۔ (۵) اس ترجمہ کا ماخذ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے ترجمہ کو فرمایا اور گویا اسی کی واضح شرح فرمائی ہے۔ (۶) ترجمہ میں محاورہ کا اہتمام فرماتے ہوئے محاورات کو ترجمہ کے تابع فرمایا ہے، نہ یہ کہ ترجمہ کو محاورات کے تابع کر کے، خواہ مخواہ محاورات کا اضافہ کیا ہو۔ (۷) باوجود اہتمام محاورہ کے، ترتیب قرآنی کی بقا کا حتی الوسع اہتمام فرمایا ہے۔ (۸) حواشی پر شاہ صاحب کے حواشی موضح القرآن کی تفصیل وتوضیح کما حقہ فرمائی ہے۔ (۹)

موضح القرآن کے علاوہ، مستقل حواشی مفیدہ ضروریہ کا بھی اہتمام فرمایا ہے۔(۱۰) حواشی پر مختصر اختلاف علماء کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے، چونکہ فوائداس کثرت اور استقلال عبارت کی وجہ سے مستقل ہوگئے ہیں، اس لئے ان فوائد کا نام ''موضح الفرقان'' تجویز فرمایا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ان سب کے علاوہ مولانا مجید حسن صاحب کی قدردانی نے، جواس ترجمہ کے ظاہری حسن کودوبالا کردیا ہے، وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، مولانا نے جس قدر زرکثیر اس کی خریداری واہتمام طباعت میں صرف کیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

(۲)

حکیم الامت حضرت مولانا حافظ حاجی اشرف علی صاحب مدظلہ العالی کا ارشاد

مکرم بندہ سلمہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، اولاً عنایت نامہ ثانیاً پارہ الم مع نمونہ اشتہار قرآن مجید مترجم بترجمہ حضرت اُستاذی قدس اللہ سرہ پہنچ کر موجب مسرت ومنت ہوا، آپ نے حسن ظن سے مجھ کو اظہار رائے کا امر فرمایا ہے، مگر غالباً آپ کو حضرت کا اور میرا تعلق معلوم نہیں یا اس وقت ذہن میں نہیں رہا، ورنہ میرے لئے ایسی جسارت کو تجویز نہ فرماتے، مجھ کو حضرت سے جو تعلق ہے (جس کا نام تلمذ ہے) وہ علوم میں محض تقلید کا ہے نہ کہ تنقید کا اور رائے اس شخص کی معتبر ہے جس کو حق تنقید ہو ورنہ مقلد کا کچھ کہنا قطع نظر اس کے کہ خلاف مقتضائے باوجودت زمن آواز نیاید کہ منم، ہونے کے سبب سوءادب ہے، اس مضمون کا مصداق ہے۔

مادح خورشید مداح خود است　　　که دو چشم روشن ونامر بدست
خود ثنا گفتن زمن ترک ثنا ست　　　کیں دلیل ہستی وہستی خطا ست

(۳)

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی شیخ التفسیر دار العلوم دیو بند کی رائے

حق تعالیٰ کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ جس چیز کی آرزو مدتوں سے دلوں میں پنہاں تھی وہ آج مولوی مجید حسن صاحب مالک اخبار مدینہ بجنور کی عرق ریزی اور مالی قربانی سے منصۂ شہود پر بصد آب وتاب جلوہ گر ہو رہی ہے یعنی حضرت الاستاذ العلامہ سید الطائفہ شیخ الہند مولانا الحاج المولوی محمود حسن صاحب عثمانی دیو بندی قدس سرہ ونور ضریحہ کا ترجمہ قرآن جس کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شغف کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مالٹا جاتے وقت جس وقت جہاز کو ایک سخت خطرہ لاحق ہو گیا تو آپ نے تمام سامان سے قطع نظر کر کے صرف ترجمہ کے مسودہ کے اوراق ہمارے بھائی اور حضرت کے رفیق خادم مولوی عزیر گل صاحب کے سینہ سے باندھ دیئے کہ شاید کوئی صورت بچاؤ کی نکل آوے اور یہ اوراق ضیاع سے بچ جائیں، وہ آج مولوی مجید حسن صاحب کی سعی اور جانفشانی سے بکمال حسن وخوبی مشتاقوں کی آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور بن رہا ہے۔

ترجمہ کی نسبت میں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان کے طول وعرض میں قرآن کے جو تراجم موجود ہیں شاید ہی کوئی ہوگا جو نہایت صحیح اور مستند ہونے کے باوجود اس قدر موجز، پر مغز، شگفتہ اور نظم قرآن کی پوری پوری رعایت کرنے والا ہو۔

(۴)

قدوۃ العلماء حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ العالی کی رائے

جناب کے مرسلہ پارۂ اول مترجم بترجمہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر بے اختیار

جناب کی عالی ہمتی اور جانفشانی پر داد دینے کو جی چاہتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ خط نسخ (عربی خط) اور خط تعلیق (اردو خط) دونوں میں جو حسن اور صفائی موجود ہے وہ اپنی نظیر نہیں رکھتی پھر اس کے ساتھ ساتھ صحت الفاظ، حسن طبع، پائیداری وخوبصورتی اوراق، طرز تزئین وغیرہ کو بھی نہایت اعلیٰ پیمانہ پر پاتا ہوں جس سے پتہ چلتا ہے کہ جناب نے نہایت دریادلی اور اولوالعزمی سے کتاب اللہ کی خدمت انجام دینے کا ارادہ فرمالیا ہے۔ خداوند کریم آپ کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کے لئے یہ مقدس خدمت ہمیشہ ہمیشہ صدقہ جاریہ بنی رہے، آمین، میں امید کرتا ہوں کہ جملہ اجزائے قرآن شریف انہی محاسن کے ساتھ متصف ہوکر بہت جلد منصۂ ظہور پر جلوہ گر ہوجائیں گے۔ ع   آفریں باد بریں ہمت مردانۂ تو

(۵)

مولانا خواجہ عبدالحی صاحب شیخ التفسیر جامعہ ملیہ دہلی کی رائے

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کو یہ اولین فخر حاصل ہے کہ انہوں نے اس ظلمت آباد ہند میں ترجمۃ القرآن کی بنیاد رکھی اور مسلمانوں کو پھر اس چشمۂ حیات کی طرف لے آئے جو عربی سے ناواقف ہونے کی بنا پر اللہ کی کتاب سے بعد وہجر اختیار کر چکے تھے، اس کے بعد ان کے مایۂ روزگار فرزند سعید حضرت شاہ عبدالقادر نے اس کو اردو کا جامہ پہنا کر بقائے دوام کا زریں تاج اپنے سر پر رکھا اور یہ بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ آج سرزمین ہند میں قرآن کریم کے جس قدر تراجم ملتے ہیں سب کے سب اسی موضح القرآن کے خوشہ چیں ہیں۔

اس ترجمہ پر پوری ایک صدی گذر چکی تھی زبان میں صدہا تغیرات رونما ہوچکے تھے، باوجودیکہ شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ اپنے وقت کی ٹکسالی زبان میں تھا مگر اب مرور زمانہ اور محاورہ کی تبدیلی کی وجہ سے وہ عسیر الفہم ہوگیا تھا، اس لئے ضرورت تھی کہ اسی ترجمہ میں ایسی مناسب

اصلاح کردی جائے جو باوجود تحت اللفظ ہونے کے ایک حد تک بامحاورہ ہوجائے اس کے سمجھنے میں کسی کو دقت نہ ہو اور اس کے ساتھ ان عقائد ویقینیات پر کوئی زد نہ پڑے جو اصل واساس اسلام ہیں۔

خداوند قدوس نے اپنے کام کے لئے ہمیشہ مخصوص افراد کو چن لیا ہے جو اس کا دست عمل بن جاتے ہیں۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رضی اللہ عنہ ان عظمائے رجال اور ائمہ اسلام میں سے ہیں جن کی تمام زندگی کتاب وسنت کے درس ومطالعہ اور ان کے اسرار ومعارف کی نشرواشاعت میں گذری اور ان کا جب خاتمہ ہوا تو خدمت ملک وملت اور ترجمۃ القرآن پر ہوا۔

حضرت مولانا الامام کے ترجمہ کا پہلا پارہ میرے زیر نظر ہے اور وہ یقیناً ان تمام نقائص سے پاک ہے، جنہیں ہم نے اوپر بیان کیا ہے سلیس اور بامحاورہ ہونے کے ساتھ ساتھ تحت اللفظ بھی ہے اور اس لئے ہر شخص اس سے پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے، حواشی نہایت معنٰی خیز اور بصیرت افروز ہیں ان کے پڑھنے سے نہ صرف ربط آیات پر روشنی پڑتی ہے بلکہ نہایت ہی مشکل اور عسیر الفہم مطالب آسانی اور سہولت سے سمجھ میں آجاتے ہیں، لطیف ودلآویز طریق سے بعض جگہ اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے کہ فوراً ذہن نشین ہوجاتا ہے۔

(۶)

مولانا عبدالماجد صاحب بی اے دریابادی کی رائے

شیخ الہند مولانا محمود حسن مغفور کی علمی عظمت یقیناً میری معرفی کی محتاج نہیں، ان کے ترجمہ قرآن پر مجھ جیسے جاہل کا اظہار رائے کرنا بڑی ہی گستاخی ہے، تاہم امتثال امر میں مجبوراً چند لفظ عرض کرنے پڑتے ہیں۔

پارۂ اول کے ترجمہ کو مع حواشی کے میں نے دوسرے مشہور تراجم کے ساتھ جابجا مقابلہ

کر کے پڑھا اور پڑھنے کے بعد شیخ الہند مغفور کی نکتہ وری کی داد دل سے بے اختیار نکلی، خدا کے کلام کا بالکل صحیح و مکمل ترجمہ، کسی بندہ کا کام نہیں، خدا کے الفاظ کو جب کبھی انسان اپنی عبارت میں ادا کرے گا تو معنی و مفہوم کے کچھ نہ کچھ پہلو یقیناً نظر انداز ہو جائیں گے تمام معانی و مطالب کی جامعیت محض قرآن ہی کا اعجاز ہے اور اس اعتبار سے اس کی ہر شرح، ہر تفسیر، ہر ترجمہ کا ناقص رہ جانا ناگزیر ہے، تاہم خدائے کریم اپنے فضل و کرم سے اپنے بعض بندوں کا شرح صدر فہم قرآنی کے لئے کر دیتا ہے، اور ان کے قلوب میں ایک ایسا ملکہ راسخہ پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ معانی و مطالب قرآنی کی بہت ہی گہرائیوں تک پہنچ جاتے ہیں اور اپنے ہم جنسوں کو قرآن فہمی میں بہت کچھ مدد دے سکتے ہیں۔

شیخ الہند مغفور کا شمار بھی انہی بندگان حق میں تھا، پس ان کا ترجمہ قدرۃً اس معیار پر پورا اترتا ہے، فارسی اور اردو میں بعض اچھے ترجمے پیشتر سے بھی موجود تھے، یہ جدید ترجمہ ان کی بہت سی خوبیوں کا جامع ہے اور بعض حیثیات سے ان پر اضافہ کا حکم رکھتا ہے، خدائے قدوس امت اسلامیہ کو اس سے مستفید ہونے کی سعادت نصیب کرے۔

(۷)

مولانا نصر اللہ خاں صاحب معاون مدیر اخبار مدینہ بجنور کی رائے

فخر المحدثین امام العارفین شیخ المسلمین حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ترجمہ قرآن مجید میری نگاہ میں اتنا بلند پایہ اور عالی مرتبہ ہے کہ اس پر اظہار کرنے کے لئے بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سے علم و فضل اور بصیرت دینی کی ضرورت ہے۔ قطع نظر اس لاجواب خوبی اور حسن ترجمہ کے جو بیک وقت تحت لفظی اور با محاورہ ہونے کے باعث اسے حاصل ہے، اس ترجمہ کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ ان باریک نکات تفسیر کو لفظوں میں ادا کر دیا ہے جن کو سمجھ لینے کے

بعد بھی مستقل فوائد کی ضرورت ہوتی ،عربی زبان کی کثیر النوع خوبیاں ترجمہ میں بجنسہا پیش کر دینا صرف اسی قادر الکلام اور ماہر علوم شرعیہ کا کام تھا۔

(۸)

ایڈیٹر صاحب اخبار ہمدم لکھنؤ کی رائے

ہمیں ایک پارۂ کلام مجید مترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی نور اللہ مرقدہ مطبوعہ مدینہ پریس بجنور برائے اظہار رائے موصول ہوا ہے جس کی کتابت وطباعت ہندوستان میں لیتھو چھپائی کا ایک بہترین نمونہ ہے، ہم مولوی مجید حسن صاحب مالک مدینہ پریس کو مبارک باد دیتے ہیں جنہوں نے اس محنت وجانفشانی اور صرف زر کثیر سے یہ قابل قدر تحفہ برادران اسلام کے سامنے پیشکش کیا ہے ترجمہ کے متعلق ہماری طرف سے کسی تشریح کی ضرورت نہیں ہے اور صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ یہ حضرت شیخ الہند کا وہی ترجمہ ہے جس کے لئے سارے ہندوستان کی نگاہیں چشم براہ تھیں اور حضرت شیخ الہند کا نام نامی اس امر کی کافی ضمانت ہے کہ اس ترجمہ پر ہر اعتبار سے اعتماد کیا جا سکتا ہے، جس سلاست وسہولت زبان کے ساتھ تحت اللفظ صحیح ترجمہ کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اور دیگر تراجم سے کئی پہلو سے قابل ترجیح ہے، اس ترجمہ کے ساتھ حاشیہ پر فوائد موضح القرآن اس کے فوائد کو دوبالا کرتا ہے، ایسے گراں قدر صحیفہ کے لئے طباعت میں اسی اہتمام کی ضرورت تھی جس کا کارکنان مدینہ پریس نے اظہار کیا اور اس نسخہ کی اشاعت کے بعد یقیناً یہ اندازہ کیا جا سکے گا کہ ہندوستان میں لیتھو کی چھپائی کو کس حد تک ترقی دی جا سکتی ہے، لوح کے نقش ونگار مختلف رنگوں کا میلان فاتحۃ الکتاب کے صفحہ کی آرائش اور متن کی شان کتابت یہ تمام باتیں فن طباعت کی بہترین خصوصیات کا نمونہ ہیں۔

(۹)

سیٹھ یعقوب حسن صاحب مدراس کی رائے

یہ میری گستاخی ہوگی اگر میں حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ پر رائے زنی کرنے کی جرأت کروں، قرآن کریم کے تمام اردو تراجم پر اس ترجمہ کی فوقیت اظہر من الشمس ہے، اس کے مستند اور صحیح ہونے میں کس کو کلام ہوسکتا ہے، باوجود اس کے کہ تحت لفظی ہے مگر مولانا علیہ الرحمۃ کی اعلیٰ قابلیت نے سررشتۂ سلاست کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ طباعت کی صحت خوش نمائی اور پاکیزگی کے لئے آپ کی ہمت اور کوشش قابل صد مبارکباد ہے۔

(۱۰)

مولوی محمد شفیع صاحب ممبر لیجسلٹیو اسمبلی کی رائے

آپ کے مرسلہ ترجمہ کو آج میں نے دیکھا، نہایت دلکش چھپائی ہے، اور تقطیع بھی موزوں ہے، آج میں نے ترجمہ کو خوب غور سے پڑھا، بہترین ترجمہ ہے اور حاشیہ پر نہایت مفید مضامین درج ہیں۔

(۱۱)

مولوی محمد حسین صاحب لاہوری کی رائے

ترجمہ اور فوائد مطالعہ کئے، اللہ اللہ کس حسن انتظام واہتمام سے دریا کو کوزہ میں بند کردیا ہے، ترجمہ اور فوائد کے متعلق میرے ایسے ہیچمداں کا کچھ کہنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے جہاں جانشین حضرت شیخ الہند نوراللہ مرقدہ سیدنا مولانا حسین احمد صاحب مہاجر مدنی کے ایسے علامۂ دہر اور حکیم الامت جیسے یکتائے روزگار خاموش ہوں وہاں میرا منہ کھولنا اپنی کم علمی وبے بضاعتی پر دال ہے، ہاں البتہ اس کے ظاہری محاسن، دلفریب طباعت اور خوش رنگی کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ

سکتا۔ اور میں بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ ایسا خوش نما اور دیدہ زیب قرآن مجید آج تک ہندوستان میں طبع نہیں ہوا، غرضیکہ ظاہری اور معنوی خوبیوں کے لحاظ سے آپ اپنی مثال ہے، اور آپ یقیناً تمام اسلامی ہند کے بیحد شکریہ کے مستحق ہیں کہ آپ نے حضرت مولانا ممدوح کی اس نعمت عظمیٰ اور دولت کبریٰ کو برادران اسلام تک اس کی شایان شان حالت میں پہنچایا، اللہ آپ کو جزائے خیر دے اور آپ کے ارادوں میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

اضافہ جدید

قرآن مجید کا جو ایڈیشن ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا تھا، اس میں حضرت شیخ الہند ؒ کے ترجمہ اور سورۂ بقرہ و سورۂ نساء کے حواشی کے علاوہ باقی ۲۶؍ پاروں کے حواشی سلطان المفسرین مولانا شبیر احمد عثمانی کے زورِ قلم کا نتیجہ تھے۔

مندرجہ ذیل رائیں اسی ایڈیشن سے تعلق رکھتی ہیں۔

---

(۱۲)

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کی رائے

مکرمی و محترمی جناب مولانا محمد مجید حسن صاحب دام مجدہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ قرآن مجید مترجمہ بترجمہ سیدی و مولائی حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز ومحشی بفوائد تفسیریہ مؤلفہ افضل المفسرین مولانا مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی مدفیوضہم پہنچ کر موجب امتنان ہوا حضرت مترجم طاب اللہ ثراہ کے ترجمہ کے متعلق کچھ کہنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ فوائد تفسیریہ کے متعلق اس قدر عرض کرنا بیجا نہ ہوگا کہ معارف قرآنیہ کو اردو زبان میں اس خوبی، خوشنمائی شگفتگی، متانت، سلاست، فصاحت، بلاغت کے ساتھ منصۂ شہود پر لانا حضرت مولانا شبیر احمد صاحب

عثمانی ہی کا حصہ تھا، آپ کی سعی مقبول ہوئی اور حق تعالیٰ کے فضل وکرم نے مولانا موصوف کے قلم حقیقت رقم سے معارف وحکم قرآنیہ کا یہ بیش بہا ذخیرہ اہل ہند کے لئے مہیا فرمادیا، میں خلوص دل سے آپ کو اور حضرت مولانا کو اس دینی خدمت کی انجام دہی پر مبارک باد دیتا ہوں، تقطیع مناسب، خط موزوں، وضع تحریر خوشنما اور دل پسند ہے، **جزاکم اللّٰہ وشکر مساعیکم ونفع المسلمین بہ نفعاً کثیراً، آمین**

فقیر: محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱۴۳)

مولانا خواجہ عبدالحیی صاحب کی رائے

حضرت شیخ الہند مرحوم نے قرآن پاک کا جو ترجمہ اردو میں کیا تھا اور جس کے طبع واشاعت کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مولانا مجید حسن صاحب کو عطا فرمائی تھی وہ قریب قریب حواشی کے بغیر تھا، وہی مترجم قرآن پاک پھر طبع کیا گیا ہے مگر اس مرتبہ اول سے لے کر آخر تک سب جگہ حواشی ہیں، توضیحات ہیں اور تشریحیں ہیں اور یہ تمام تر اس بزرگ کے فیوض وبرکات کا نتیجہ ہے جو آج ہندوستان میں بلاریب سرتاج مفسرین اور قرآنی حکم وبصائر کے سب سے بڑے واقف مانے جاتے ہیں، یعنی حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے اپنے قلم حقیقت رقم سے ایک طرف بلاغت قرآن کے دریا بہادیئے اور دوسری جانب معارف فرقانی کے انمول موتی اوراق پر بکھیر دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا مدظلہم کو عمر جاودانی عطا فرمائے کہ فرزندان اسلام کو آپ سے دیر تک مستفید ہونے کا موقع ملے۔ میں حضرت مولانا کی اس خدمت سعید پر مبارک باد دیتا ہوں اور مولانا محمد مجید حسن کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مسلمانوں کو ان بے بہا خزائن

سے فائدہ پہنچانے کی سعی وکوشش کی۔اللہ تعالیٰ آپ کومزید حسن عمل کی توفیق دے۔

عبدالحیی استاذ تفسیر (ناظم دینیات جامعہ ملیہ دہلی)

(۱۴)

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی جانشین حضرت شیخ الہندؒ کی رائے

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے علامۂ زماں، محقق دوراں حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی زید مجدہم کو دنیائے اسلام کا درخشندہ آفتاب بنایا ہے۔ مولانائے موصوف کی بے مثل ذکاوت، بے مثل تقریر، بے مثل تحریر، عجیب وغریب حافظہ، عجیب وغریب تبحر وغیرہ کمالات علمیہ ایسے نہیں ہیں کہ کوئی شخص منصف مزاج ان میں تامل کر سکے جن حضرات کو مولانا سے کبھی بھی کسی قسم کی استفادہ کی نوبت آئی ہے، وہ اس سے بخوبی واقف ہیں ان ازمنۂ اخیرہ میں حسب وعدۂ ازلیہ انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون اور ثم ان علینا بیانه قدرت قدیمہ نے جس طرح امام الائمہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز کو بامحاورہ ترجمہ قرآن کی طرف متوجہ فرما کر صلاح عباد کے لئے عظیم الشان سامان ہدایت مہیا فرما دیا تھا اسی طرح اس کے بعد مولانا شبیر احمد صاحب موصوف کی توجہ تکمیل فوائد اور ازالۂ مغلقات کی طرح منعطف فرما کر تمام عالم اسلامی اور بالخصوص اہل ہند کے لئے عدیم النظیر حجۃ بالغہ قائم کر دی ہے،ان حواشی اور مہتم بالشان فوائد سے نہ صرف ترجمہ مذکورہ میں چار چاند لگ گئے ہیں بلکہ ان بیشمار شکوک وشبہات کا بھی قلع قمع ہو گیا ہے، جو کہ کوتاہ فہموں کو اس کتاب اللہ اور دین حنیف کے متعلق پیش آتے رہے ہیں۔ یقیناً مولانا نے بہت سی ضخیم ضخیم تفسیروں سے مستغنی کر کے سمندوں کو کوزہ میں بھر دیا ہے۔ پھر مولانا محمد مجید حسن صاحب مالک اخبار مدینہ کی مساعی جمیلہ اور حسن توجہ نے وہ خوبیاں اس میں اضافہ فرما دی ہیں جو کہ سونے پر سہاگے کا کام دیتی ہیں۔ اس نسخہ کی تمام خوبیاں صرف دیکھنے اور غور کرنے پر معلوم

ہوسکتی ہیں۔تحریر اور تقریر اس پر پوری روشنی ڈالنے سے عاجز ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ شائقین علوم صادقہ جلد تر اس نسخہ عجیبہ سے استفادہ کر کے اپنے دل ودماغ کو منور فرمائیں گے۔

ننگ اسلاف: حسین احمد غفرلہ خادم العلوم، دار العلوم دیوبند

(۱۵)

حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند کی رائے

محترمی جناب مولانا محمد مجید حسن صاحب زاد اللہ مجدکم، السلام علیکم

آپ کا مطبوعہ قرآن شریف فقیر کو پہنچا، شکریہ! جہاں تک حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ کا تعلق ہے، اس کے متعلق تو کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔حضرت شیخ الہندؒ نے ترجمہ میں محاورہ کی جو رعایتیں رکھی ہیں اور جس خوبی کے ساتھ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب دہلویؒ کے ترجمہ میں مناسب تبدیلی فرمائی ہے، اس کے حسن کی تعریف تو مجھ جیسے بے بضاعت اور کم علم شخص کی طاقت اور قابو سے باہر ہے، اس ترجمہ کا مقتضی یہ تھا کہ اس کے ساتھ ایک مختصر تفسیر بھی ہوتی جو زمانہ حال کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے موضح القرآن سے وسیع ہوتی، حضرت شیخ الہندؒ نے اس کی سعی فرمائی تھی جو سوء اتفاق سے مکمل نہ ہوئی، لیکن ”کل امر مرھونٌ باوقاتھا“ آپ کی سعی اور کوشش سے حضرت رئیس المفسرین مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دامت برکاتہم نے اس ضرورت کو باحسن الوجوہ پورا کر دیا، حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کا تبحر علمی اور تحریر وتقریر کا خداداد ملکہ محتاج تعارف نہیں ہے۔حضرت مولانا شبیر احمد صاحب مدظلہ کی یہ مختصر تفسیر جو آپ نے حضرت شیخ الہند کے ترجمہ کے ساتھ شائع کی ہے، بعض اہم اور مشکل مقامات سے میں نے مطالعہ کی ہے اور میں بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ معارف قرآنیہ اور مسائل مہمہ کو جس حسن بیان

کے ساتھ زبان کی سلاست اور شگفتگی کی رعایت رکھتے ہوئے عام فہم اردو میں مولانا نے ادا فرمایا ہے وہ مولانا ممدوح ہی کا حصہ ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کے اس حاشیہ نے اہل علم کو صدہا کتابوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیا ہے، اردو زبان میں قرآن شریف کے مطالب کا اس قدر بہترین مختصر، جامع ذخیرہ اس وقت تک فقیر کی نظر سے نہیں گذرا، آپ نے اس ذخیرہ کی اشاعت وطباعت میں جو سعی فرمائی ہے اللہ تعالیٰ اس کو مشکور فرمائے اور مولانا کی اس خدمت علمی اور کلام الٰہی کی تفسیر کو عام مقبولیت حاصل ہو۔

فقیر: احمد سعید کان اللہ لہ

(۱۶)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب کی رائے

الحمدللّٰہ و کفیٰ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد! نظام عالم میں خیر وشر کے دو سلسلے چلے آرہے ہیں، انسانوں کی بھی دو قسمیں ہیں بعض سلسلہ خیر کی کڑی بنتے ہیں اور بعض سلسلہ شر کی، وہ وجود مبارک ہیں جنہیں سلسلۂ خیر کی کڑی بننے کی توفیق نصیب ہو۔

سلسلۂ خیر کے غیر متناہی مدارج ہیں اور سب سے اعلیٰ وافضل درجۂ خیر یہ ہے کہ اشاعت قرآن حکیم کی توفیق عطا ہو، چنانچہ ارشاد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام ”خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ“ اس پر شاہد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے احیاءِ دین کی جہاں اور بہت سی خدمات لیں

وہاں آخر عمر میں اسیر مالٹا بنا کر خلق اللہ کے ازدحام سے چھڑوا کر تخلیہ میں بٹھایا اور فرقان حمید کا بہترین ترجمہ کروایا، سورۃ البقر اور سورۃ النساء کے حواشی بھی لکھوائے۔

خدائے قدوس وحدہ لاشریک نے اس بابرکت اور مقبول ترین ترجمہ اور حواشی کی اشاعت کے لئے ہندوستان بھر کے مسلمانوں میں سے مولانا محمد مجید حسن صاحب مالک اخبار مدینہ بجنور کو انتخاب فرمایا حالانکہ حضرت شیخ الہندؒ کے متوسلین میں ہزاروں آدمی ایسے نکل سکتے تھے جو اس خدمت کو انجام دیتے مگر

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس سعادت عظمیٰ کے عطیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا کی کمائی باعث قبولیت بارگاہ الٰہی ہے، مولانا ممدوح نے پہلے تو حضرت شیخ الہندؒ کا ترجمہ بڑی تقطیع کے قرآن پر شائع فرمایا، بعدازاں مولانا موصوف کی فرمائش پر علامہ دوراں رئیس مفسرین زماں حضرت مولانا شبیر احمد صاحب دامت برکاتہم نے بقیہ چھبیس پاروں کے حواشی مرتب فرمائے وہ حواشی ایک مختصر مگر جامع تفسیر ہیں جو باوجود اختصار کے تمام تفاسیر کی ضخیم جلدوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب دام مجدہم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے محنت شاقہ برداشت فرما کر مضامین قرآن حکیم کا ایک بہترین نچوڑ تشنگان علوم معارف قرآنیہ کے سامنے رکھ دیا، آخر میں ہر دو بلند پایہ مصنفین اور طابع کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں کہ یہ خدمت ان حضرات کے لئے نجات آخرت کا ذریعہ ہو، اور سب مسلمانوں کے لئے ذریعہ ہدایت ہو جائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

احقر الانام: احمد علی عفی عنہ، (امیر انجمن خدام الدین لاہور)

(۱۷)

مولانا محمد یوسف صاحب کی رائے

الحمدللّٰہ و کفیٰ والصَّلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ.

امابعد! خدائے تعالیٰ کا شکر! دفتر مدینہ کو دیکھا، جناب محترم محمد مجید حسن صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ملاقات کا شرف حاصل کیا، اپنی زندگی میں قرآن کا سب سے بڑا اور عظیم الشان کارنامہ نظر سے گذرا، اپنے، آپ کے، اور سب کے بزرگ شیخ العالم حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمۂ قرآن مجید و فوائد عصر حاضر کے متبحر عالم فقیہ محدث و مفسر حضرت الاستاذ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی طال بقائه کے تکمیل کردہ فوائد یک بیک میرے سامنے آئے، میری مشتاق نگاہیں دیر تک وارفتگی کے ساتھ ان سے سعادت اندوز ہوتی رہیں، میں کیا! میری علمی بضاعت کیا، ایک طرف اپنے شیخ اور اپنے استاد کا علمی کارنامہ اور دوسری طرف میری کم مایہ رائے، بہرحال دل یہ کہتا ہے کہ دونوں بزرگوں نے سلف صالحین کے ان خزانوں کو جو موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے جامع و مانع شکل میں ایک جگہ جمع کردیا ہے، میری دعا ہے کہ حق تعالیٰ جناب مولوی مجید حسن صاحب کو جزائے خیر دے جنہوں نے ایک بڑے کام کو بڑی خوبی سے انجام دیا اور اس کی تکمیل میں اب تک ساعی ہیں۔ وللّٰہ الحمد والمنة.

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ (مقیم پشاور گڈھی میر احمد شاہ مرحوم)

(۱۸)

مولانا عبدالماجد صاحب بی اے دریابادی کی رائے

اخبار مدینہ کے مالک، سرکار مدینہ کے خادم محمد مجید حسن بجنوری پر جی بے اختیار رشک

کرنے کو چاہتا ہے، خدمت قرآن کی کیسی کیسی سعادتیں اپنے لئے سمیٹ رہے ہیں! کئی سال ہوئے ترجمہ جو چھاپا تو شیخ الہندؒ کا، اب تحشیہ جو شائع کیا تو ان کے شاگرد اور ایک عالم کے استاذ دیوبند کے سابق اور ڈابھیل کے موجودہ شیخ الحدیث کا، وہ ہمیشہ مسلمانوں کے لئے ایک تحفہ بے نظیر! یہ جدید خیالات والوں کے حق میں اکسیر، ایک اپنے رنگ میں نایاب دوسرا اپنے طرز میں لاجواب، نقش اول ایک جلوۂ نور، نقش ثانی بلا شائبہ تکلف نور علی نور! رشک نہ پیدا ہو کر رہے تو اور کیا ہو! ذلك فضل الله الخ

تفصیلی معروضات کا یہ موقع نہیں، مختصر یہ کہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی شارح صحیح مسلم کے حواشی اگر ایک طرف پر مغز ہیں اور مسلک اہل سنت کے مطابق محققانہ تو دوسری طرف ضروریات کے موافق ہیں اور حکیمانہ، پڑھتے جایئے، اور معاندین اسلام کے پیدا کئے ہوئے شبہات کی جڑ از خود کٹتی چلی جائے گی، اور اہل باطل کی اختراع کی ہوئی کج راہیاں آپ ہی آپ ہباءً منثوراً ہوتی جائیں گی، پھر کسی فریق کی دلآزاری ہونا کیا معنی ان کا نام تک نہیں آنے پایا زبان اور طرز بیان نہ خشک نہ مغلق نہ مولویانہ، بلکہ عموماً سلیس شگفتہ، دلکش اور جا بجا ادیبانہ۔

شکریہ کے ساتھ شکوہ صرف اتنا ہے کہ وہ جو تقریباً چار پارے حضرت شیخ الہندؒ کے حواشی کے تھے، انہیں مولانا شبیر احمد صاحب نے فرط ادب سے ہاتھ تک نہیں لگایا، یونہی چھوڑ دیا ہے میں ایسی افراط تعظیم کا قائل نہیں، ضرورت تھی کہ خود ان حواشی پر مولانا اپنے قلم سے مزید حواشی کا اضافہ کرتے اس لئے کہ وہ حواشی ایک دوسری دنیا کے لئے تھے اور چھبیس پارے والے حواشی دوسری دنیا کے لئے ہیں، استاذ اگر کسی مریض کو دق کا نسخہ خاذ قانہ لکھ گیا ہے اور اب اسے مرض ہیضہ کا لاحق ہو گیا ہے تو شاگرد کا اسی پرانے نسخہ پر قناعت کئے رہنا سعادت مندی نہیں سعادت مندی کا غلو ہے۔

دعا ہے کہ رب مجید اپنے بندۂ مجید کی اس خدمت مجید کو مرتبہ قبول عطا فرمائے اور اسے ان کے ازدیاد مراتب اور امت اسلامیہ کے رفاہ وفلاح کا ذریعہ بنائے آمین۔

عبدالماجد دریابادی

(۱۹)

جناب مولانا محمد میاں صاحب

مدرس جامعہ قاسمیہ شاہی مسجد مرادآباد کی رائے

اگر میں کوئی مقدس تر ہدیہ اپنے علم دوست عزیز ترین رفیق یا بزرگ کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں تو اس کے لئے سب سے پہلے حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ اور حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب کی تفسیر والا قرآن پاک منتخب کروں گا، جس کو مولانا مجید حسن صاحب مالک اخبار مدینہ بجنور نے طبع کرایا ہے، کیونکہ

(۱) یہ ترجمہ اس مقدس بزرگ کا ہے جو علمائے زمانہ کا سرتاج تھا اور بجا طور پر امام محدثین، رئیس مفسرین، جس نے اسارت مالٹا کی معتکفانہ زندگی میں کامل مراقبہ اور مکمل توجہ الی اللہ کی حالت میں اس کو ارقام فرمایا ہے۔

(۲) صرف یہی ترجمہ قرآن پاک کے ترجمہ کا حق ادا کرتا ہے، یعنی یہ کہ رب العالمین احکم الحاکمین کے کلام مقدس کی صحیح مراد کو حاصل کر کے اس کو ایسے جچے تلے الفاظ میں ادا کرنا کہ ہر عام وخاص اس سے صحیح روشنی حاصل کر سکے۔

(۳) درحقیقت ایک کرامت ہے کہ باوجودیکہ ترجمہ تحت اللفظ ہے مگر ہر قسم کی الجھن سے پاک، آپ عموماً ترجموں میں جابجا بریکٹ دیکھیں گے جن میں مترجم حضرات نے کچھ الفاظ اپنی جانب سے زائد کر کے مراد کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کے بغیر تو گویا چارہ ہی نہیں ہوتا

کہ کلام کو بامحاورہ کرنے کے لئے آیت کے آخری حصہ کا ترجمہ اول میں کردیا جائے یا پہلے ٹکڑے کا ترجمہ آخر میں ہو، لیکن ہر لفظ کا ٹھیٹ ترجمہ اس کے نیچے ہوتے ہوئے کلام کا بامحاورہ اور عام فہم رہنا، صرف اس ترجمہ ہی کا کمال ہے جس کو کرامت کے سوا کسی لفظ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔

(۴) چونکہ کتابت میں بھی اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ لفظ کا ترجمہ اسی لفظ کے نیچے رہے لہٰذا ایک غیر عربی داں بھی اس ترجمہ کی برکت سے عربی الفاظ کا ترجمہ کرنے پر قادر ہوسکتا ہے۔

(۵) اس ترجمہ کے صحیح اور مستند ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ سید عالم، استاذ العلماء حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہ العزیز کا ترجمہ قرآن جو حضرت شاہ صاحب موصوف نے بارہ سالہ طویل اعتکاف کی حالت میں کامل مراقبہ اور کامل غور وخوض کے بعد تحریر فرمایا تھا، جس کے متعلق علماء ہند کا متفقہ عقیدہ تھا کہ یہ ترجمہ الہامی ہے جس پر آج تک نہ کوئی اعتراض کیا جاسکا نہ کوئی نکتہ چینی کی گئی، وہ بعینہٖ اس ترجمہ کے مطابق ہے۔

(۶) اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ اس ترجمہ کی صحت پر علماء اسلام کامل ایک صدی سے متفق ہیں، اور یقیناً اس ترجمہ کا صحیح خطاب بھی یہ ہی ہوگا کہ "حضرت شیخ الہندؒ والا الہامی ترجمہ"

(۷) یہ ترجمہ اگرچہ بذات خود تفسیر تھا مگر اس کے مضمون کو پورے طور سے واضح کرنے کے لئے ایک ایسے متبحر عالم نے اس کی تفسیر فرمائی ہے جس کے متعلق مسلمانان ہند کا صحیح علم یہ ہے کہ فہم قرآن، غور وفکر اور پھر سلاست کلام، دلچسپی تحریر، دلپذیری تقریر میں اپنا نظیر نہیں رکھتا، یعنی شیخنا واستاذنا مفسر اعظم قاسم ثانی، حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی شارح مسلم شریف۔

(۸) معنوی خوبیوں کے علاوہ ظاہری خوبیوں میں بھی یہ قرآن پاک نظیر ومثال سے بہت بالا ہے، خط پاکیزہ، طباعت نہایت صاف، تعریف سے بے نیاز کاغذ بیش قیمت وزنی پائدار،

خوبصورت، اوران سب سے بڑھ کر یہ وثوق کہ متن قرآن کی کتابت غلطی سے پاک۔

خادم محمد میاں عفی عنہ

(احد ارکان التدریس فی الجامعۃ القاسمیۃ الشاہیہ فی مرادآباد)

(۲۰)

جناب مولانا اکبر شاہ خانصاحب مؤرخ اسلام نجیب آبادی کی رائے

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی علمائے دیوبند میں اپنی قرآن دانی اور تدبر فی القرآن کے متعلق جو خصوصیت رکھتے ہیں، اس نے مولانا کو میرا محبوب اوران کے تصور کو میرے دل کی راحت بنادیا ہے، انہوں نے قرآن مجید کو عام اردوداں لوگوں کے لئے قریب الفہم بنانے کی غرض سے مختصر اور جامع ومانع تفسیر بطور حواشی لکھی ہے سلیس وسادہ وفصیح وعام فہم زبان میں آیات قرآنیہ کے مفہوم ومطالب کو سمجھانے کے لئے ضرورت سے زیادہ عموماً کچھ نہیں فرمایا گیا ہے اور کسی مقام کو لاینحل اور تشنۂ تحقیق نہیں چھوڑا گیا، کوئی مسلمان گھر اس باترجمہ وباتفسیر قرآن مجید سے بے نصیب نہیں رہنا چاہیئے جس کا ترجمہ حضرت مولانا شیخ الہندؒ کا رقم زدہ اور تفسیر مولانا شبیر احمد صاحب کی تحریر فرمودہ ہے۔

اکبر شاہ خاں نجیب آباد

قطعات تاریخ طبع ترجمہ قرآن مجید مترجمہ حضرت شیخ الہندؒ

جناب قاضی بدرالحسن صاحب بدؔر جلالی

میدہد فصل بہاری باز پیغام سکوں
مژدہ اے بلبل کہ دورِ بیقراری ختم شد

خیز! وردہ ایں بشارتہا بمشتا قانِ دید
انطباع ترجمہ از فضل باری ختم شد

۱۳۴۴ھ

جناب مولوی محمد شفیق صاحب اطہر گرواری بلیاوی سند یافتہ مدرسہ عالیہ کلکتہ

فسر القرآن بالقلب السلیم
شیخنا الھندی من فضل الکریم

اسمہ الحمود محمود الحسن
علّل الازمان من کاس النعیم

مرجع الخواص فی علم الحدیث
متعہ اللّٰہ فی دارالنعیم

فُتِش التاریخ منی للطبع
قلت اطہؔر ذلك الفوز العظیم

۱۹۲۵ء

ایضاً

منبع علم حضرت محمود
معدن خلق مخزن تقویٰ

مامن ہر کمال وسحر طراز
روح الطاف وجان مہرووفا

منکسر خوش بیاں مروت کیش
عالم بے نظیر وبے ہمتا

ترجمہ جو کیا ہے قرآں کا
للہ الحمد اس کا کیا کہنا

دیکھ کر اس کو خود فصاحت بھی
ناز کرتی ہوئی ہوئی ہے فدا

یوں تو ہیں ترجمے بہت سے چھپے
لیکن اس کا ہے سب سے طرز جدا

جتنی تعریف کیجئے اس کی
ہے بہت کم، ہے اس قدر اچھا

جب یہ نسخہ چھپا بآب وتاب
مجھ کو تاریخ کا خیال ہوا

بہرتاریخ عیسوی اطہر
ہے چراغ بہشت، دل نے کہا

۱۹۲۶ء

از جناب سید جمیل احمد صاحب طاہر حسنی الحسینی

اب زیارت سے مشرف ہو جہاں
چھپ گیا پر نور قرآن کریم

کیوں نہ ہو شیخ التراجم ترجمہ
ہے یہ شیخ الہند کا فیض عمیم

مردہ دل کے واسطے یہ ترجمہ
کم نہیں عیسیٰ سے باللہ العلیم

اس لئے ہم نے یہ سال عیسوی
لکھا طاہر، ذلك الفوز العظيم

۱۹۲۶ء

از حضرت مولانائے خیر رحمانی قاضی بھیڑوی دربھنگوی

ترجمہ چھپ گیا بحمدللہ
یعنی وہ یادگار شیخ الہند

ترجمہ جان ترجمہ ہے یہ
سو وضاحت نثار شیخ الہند

کیوں زوائد کو دخل ہو اس میں
تھے سلاست نگار شیخ الہند

خیر تاریخ ترجمہ لکھئے
محکم یادگارِ شیخ الہند (۱۳۴۴ھ)

روح افزا ہو اور بھی تاریخ
جان جاں یادگار شیخ الہند (۱۳۴۴ھ)

ایک تاریخ یادگار کہو
یاد سجاں بہار شیخ الہند (۱۳۴۴ھ)

ایک سال محمدی بھی ہو
دیدۂ جاں نگارِ شیخ الہند (۱۳۴۸ھ)

عیسوی سال طبع بھی لکھو
گنج اعلا نثار شیخ الہند (۱۹۲۶ء)

سال فصلی بھی خوبصورت ہو — مہ جبیں ہے بہارِ شیخ الہند (۱۳۳۳ف)
سال سمت کا دیکھئے نکتہ — موقلم ہے نثارِ شیخ الہند (۱۹۸۲ سمت)

از جناب رشید احمد صاحب رشیدؔ تھانوی منتظم ریاست پرم پورہ (راجپوتانہ)

للہ الحمد دریں عصر سعید ومیموں — شاہد عشوہ گر حسن ازل جلوہ نما ست
یعنی فرقان حمیدے کہ جناب محمودؒ — ترجمہ کرد وجمال شرحش را آرا ست
گفت ہاتف بہ رشید از پے سال طبعش — دل ربا ترجمہ و مصحف اطہر زیباست

۱۳۴۴ھ

از جناب محمد عبد القادر صاحب کلوی، مقام کلائی جنوبی ارکاٹ

حضرت شیخ ہند نے لکھا — ترجمہ مستند وخوش اسلوب
سن ہجری کہا یہ ہاتف نے — واہ یہ ترجمہ ہے کیا ہی خوب
بہر تاریخ عیسوی فی الفور — یوں کہا، ہے یہ ترجمہ مرغوب

۱۹۲۶ء

از جناب حکیم علی مظفر صاحب سیوہارہ ضلع بجنور

مصحفے باجلوۂ تاج تراجم طبع شد — نورِ عرفاں یافت از وے دیدۂ فہم رسا
چوں برسم تخرجہ آمدندا بیروں ز اُو — گفت ہاتف چشمۂ فیض اسیر مالٹا

۱۹۸۱-۵۵= ۱۹۲۶ء

علامہ شبیر احمد عثمانی کے لکھے ہوئے حواشی ترجمہ شیخ الہند کے مسودہ کے صفحات

فوائد متعلقہ دہ ۲۷ (سورۃ آل عمران)

وفد نجران کہ ساٹھ عیسائیوں کا ایک موقر و معزز وفد نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسمیں
تین شخص عبد المسیح عاقب بحیثیت امارت و سیادت کے، ایہم السید بلحاظ رائے و تدبیر کے، اور ابو حارثہ بن علقمہ
باعتبار سب سے بڑے مذہبی عالم اور لاٹ پادری کے جو عام شہرت و امتیاز رکھتے تھے۔ یہ تیسرا شخص اصل میں
عرب کے مشہور قبیلہ بنی بکر بن وائل سے تعلق رکھتا تھا۔ پھر پکا نصرانی بن گیا۔ سلاطین روم نے اسکی مذہبی صلابت
اور مجد و شرف کو دیکھتے ہوئے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ علاوہ بیشمار مالی امداد کے اسکے لئے گرجے
تعمیر کئے اور امور مذہبی کے اعلیٰ منصب پر مامور کیا۔ یہ وفد بارگاہ رسالت میں بڑی آن بان سے حاضر ہوا
اور متنازع فیہ مسائل میں حضور سے گفتگو کی جسکی پوری تفصیل محمد بن اسحاق کی سیرۃ میں منقول ہے۔
سورۂ آل عمران کا ابتدائی حصہ تقریباً اسی نوے آیات تک اسی واقعہ میں نازل ہوا۔ عیسائیوں کا
پہلا اور بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام بعینہ خدا یا خدا کے بیٹے یا تین خداؤں میں سے ایک ہیں۔
سورہ ہذا کی پہلی آیت میں توحید خالص کا دعویٰ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی جو صفات حی قیوم بیان کی گئیں
وہ عیسائیوں کے اس دعویٰ کو صاف طور پر باطل ٹھہراتی ہیں۔ چنانچہ حضور نے دوران مناظرہ میں ان سے
فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ حی (زندہ) ہے جس پر کبھی موت طاری نہیں ہو سکتی اور اسی نے
تمام مخلوقات کو وجود عطا کیا اور سامان بقا، پھر اگر کسی چیز کو اپنی قدرت کاملہ سے تمام رکھا ہے۔ برخلاف
اسکے عیسیٰ علیہ السلام پر یقیناً موت و فنا آکر رہیگی۔ اور ظاہر ہے جو شخص خود اپنی ہستی کو برقرار نہ رکھ سکے
دوسری مخلوقات کی ہستی کیا برقرار رکھ سکتا ہے۔ نصاریٰ نے [illegible] اقرار کیا [illegible]
انہوں نے غنیمت سمجھا ہوگا کہ آپ اپنے اعتقاد کے موافق عیسیٰ علیہ الفناء [illegible]
عیسیٰ پر فنا ضرور آئے گی۔ اگر جواب نفی میں دیا تو آپ ہمارے عقیدہ کے موافق کہ حضرت عیسیٰ کو موت ہو
موت آچکی ہے۔ ہمکو اور زیادہ صریح طور پر ملزم و مفحم کر سکیں گے۔ اسلئے لفظی مناقشہ میں پڑنا مصلحت نہ سمجھا
اور ممکن ہے یہ لوگ ان فرقوں میں سے ہوں جو عقیدۂ اسلام کے موافق مسیح علیہ السلام کے قتل و صلب کا
انکار کرتے تھے اور رفع جسمانی کے قائل تھے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ نے الجواب الصحیح اور الفارق میں
[illegible] تصریح کی ہے کہ شام و مصر کے نصاریٰ عموماً اسی عقیدہ پر تھے [illegible]
[illegible] بہرحال نبی کریم صلعم کا ان عیسیٰ [illegible]
[illegible] الفاظ [illegible] مسیح کے موقع پر [illegible]
[illegible] مسیح علیہ السلام پر موت سے پہلے لفظ موت کا اطلاق [illegible]

ف ۲ یعنی قرآن کریم جو عین حکمت کے موافق نہایت ترتیب [illegible] اور انصاف [illegible]
ف ۳ یعنی قرآن اگلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے [illegible] توراۃ و انجیل وغیرہ [illegible] احکام و ہدایات [illegible]
لانے والے کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتی [illegible]



علامہ شبیر احمد عثمانی کے لکھے ہوئے حواشی ترجمۂ شیخ الہند کے مسودہ کے صفحات

یرقی ولیعوذ بہما فاشتبہ علیہ انہما من القرآن او لیستا منہ فلم یکتبہما فی المصحف (روح)

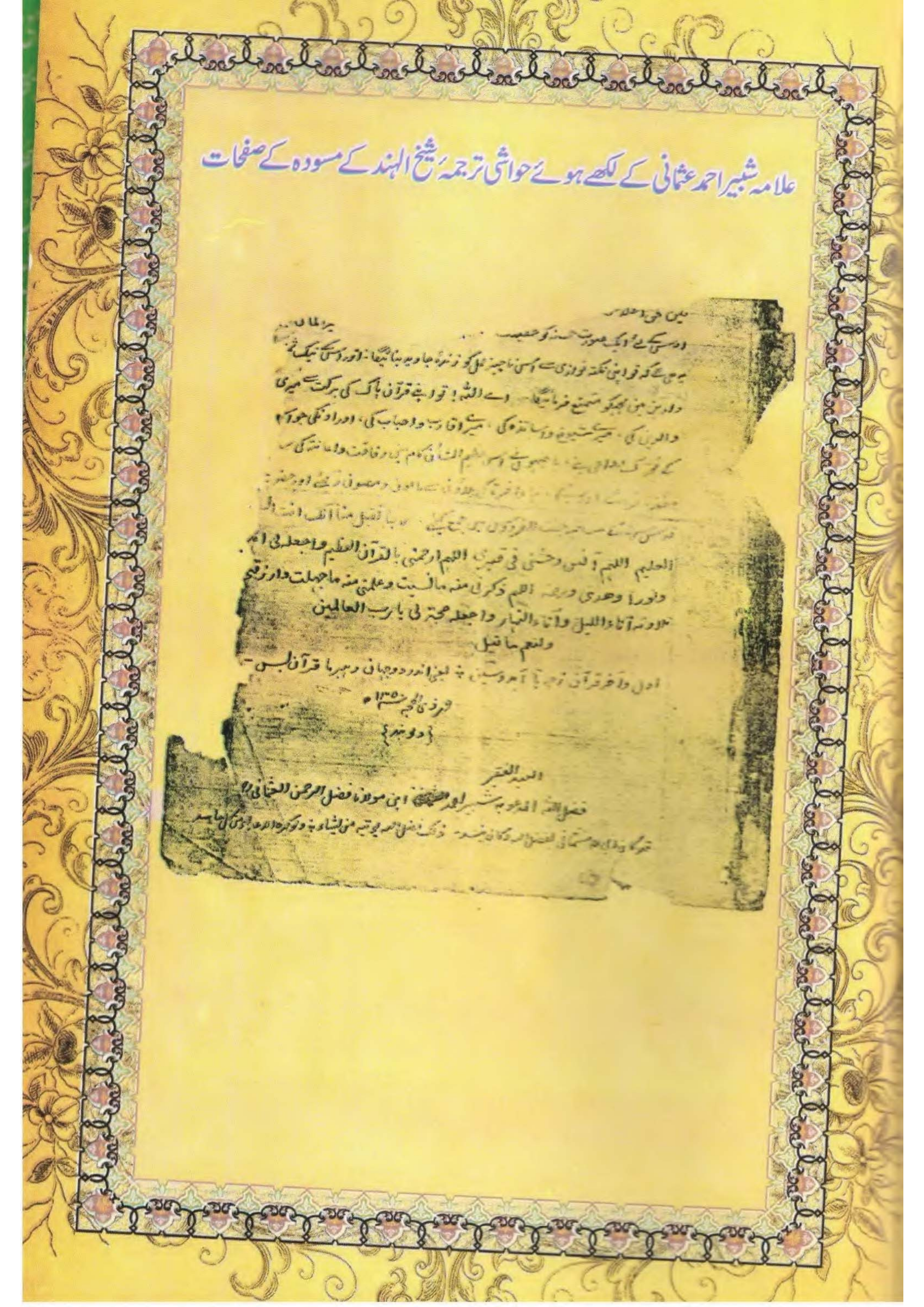
قاضی ابوبکر باقلانی لکھتے ہیں لم ینکر ابن مسعود کونہما من القرآن وانما انکر اثباتہما فی المصحف فانہ کان یری ان لا یکتب فی المصحف شیئا الا ان کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذن فی کتابتہ فیہ وکانہ لم یبلغہ الاذن (فتح الباری ج ۸ ص ۵۷۱)

حافظ نے ایک اور عالم کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں لم یکن اختلاف ابن مسعود مع غیرہ فی قرآنیتہما وانما کان فی صفۃ من صفاتہما (فتح الباری ج ۸ ص ۵۷۱)

بہر حال انکی یہ رائے شخصی اور انفرادی تھی اور جیسا کہ بزار نے تصریح کی ہے کسی ایک صحابی نے انوں سے اتفاق نہیں کیا۔ اور بہت ممکن ہے کہ جب تواتر سے انکو ثابت ہو گیا ہو کہ یہ بھی قرآن متلو ہے تو اپنی رائے پر قائم نہ رہے ہوں۔

ایک ... انکی یہ انفرادی رائے ایک خبر واحد سے معلوم ہوتی ہے جو تواتر قرآنی کے مقابلہ میں قابل سماعت نہیں ہو سکتی۔ شرح مواقف میں ہے ان اختلاف الصحابۃ فی بعض سور القرآن مروی بالآحاد المفیدۃ للظن ومجموع القرآن منقول بالتواتر المفید للیقین الذی یضمحل الظن فی مقابلتہ فتلک الآحاد مما لا یلتفت الیہ ثم ان سلمنا اختلافہم فیما ذکر قلنا انہم لم یختلفوا فی نزولہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا فی بلوغہ فی البلاغۃ حد الاعجاز بل فی مجرد کونہ من القرآن وذلک لا یضر فیما نحن بصددہ ۔ اھ ۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں واجیب باحتمال انہ کان متواترا فی عصر ابن مسعود لکن لم یتواتر عند ابن مسعود فانحلت العقدۃ بعون اللہ تعالی صاحب روح المعانی لکھتے ہیں ولعل ابن مسعود رجع عن ذلک ۔ اھ۔

اُس ربّ کریم کا شکر کس زبان سے ادا کروں جسکی خالص توفیق وتیسیر سے آج یہ مہتم بالشان کام انجام کو پہنچا۔ الٰہی! آج عرفہ کے مبارک دن اور وقوف عرفات



علامہ شبیر احمد عثمانی کے لکھے ہوئے حواشی ترجمہ شیخ الہند کے مسودہ کے صفحات

[illegible]

اور اس کی ایک صورت [illegible]

[illegible] زندہ جاوید بنا گیا۔ اور اس کی نیک [illegible]

یہ ہے کہ تو اپنی نکتہ نوازی سے اس ناچیز [illegible]

دارین میں مجھ کو متمتع فرمائیگا۔ اے اللہ! تو اپنے قرآن پاک کی برکت سے میری

والدین کی، میرے شیوخ و اساتذہ کی، میرے اقارب و احباب کی، اور ان کی جو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

العلیم اللھم آنس وحشتی فی قبری اللھم ارحمنی بالقرآن العظیم واجعلہ لی امام

ونورا وھدی ورحمۃ اللھم ذکرنی منہ ما نسیت وعلمنی منہ ما جھلت وارزقنی

تلاوتہ آناء اللیل وآناء النہار واجعلہ حجۃ لی یا رب العالمین

ولنعم ما قیل

اول و آخر قرآن زچہ با آمد و سین ۔ یعنی اندر دو جہاں رہبر ما قرآن بس

[illegible] ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

{دیوبند}

العبد الفقیر

[illegible] شبیر احمد [illegible] ابن مولانا فضل الرحمن العثمانی

[illegible]


Published by:
MUFTI ILAHI BAKHSH ACADEMY
Molviyan, Kandhla, Distt. Shamli (Muzaffarnagar)
U.P. - 247775 (INDIA)